احمدیّت
کی
برکات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ حال

زندہ قوموں کی زندگی اور ترقی کا ایک راز یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنے بزرگوں کی نیک یادوں کو ہمیشہ زندہ رکھا، انکے کارناموں پر فخر کرنے کے ساتھ ساتھ انکا سلسلہ بھی جاری وساری رکھا اور ان کی روشن کی ہوئی مشعلوں کو کبھی بجھنے نہ دیا بلکہ انہیں اور بھی زیادہ روشن کرتے ہوئے ترقی کی نئی سے نئی منازل طے کیں۔

جماعت احمدیہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک زندہ جماعت ہے۔ چنانچہ اس ناطہ سے جماعت نے ہمیشہ اپنے اسلاف کی یادوں، قربانیوں اور خوبیوں کو یاد رکھا ہے اور ہمارے پیارے آقا حضرت امیر المومنین مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی یہ نصیحت متعدد مواقع پر مختلف انداز میں فرماتے رہے ہیں۔ خطبہ جمعہ فرمودہ 26 مارچ 1999ء میں تو ہر فرد جماعت کو تو گویا ایک فرض کے طور پر تاکیداً ہدایت فرمائی کہ وہ اپنے بزرگان کے حالات بکثرت شائع کریں آپ نے فرمایا:—

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کی زندگی کے حالات جو میں آج کل رجسٹر سے پڑھ رہا ہوں حیرت ہوتی ہے ان کو دیکھ کر کہ کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عشاق دین کے کاموں میں مصروف ہوا کرتے تھے اور کس طرح پیچھے ان کے کام خدا خود بخود چلاتا رہتا تھا۔ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کس طرح ان کے کام ہوجائیں گے لیکن جب گھروں میں لوٹتے تھے تو جو فکریں پیچھے چھوڑ کے گئے تھے ان کا نام ونشان تک باقی نہیں رہتا دنیا میں۔ یہ بکثرت ہوا ہے اس کثرت سے کہ شاید ہی آج کوئی احمدی خاندان ہو جس کے آباؤاجداد کی زندگی میں یہ سبق نہ مل گیا ہو۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے بہت سے افراد یعنی جماعت احمدیہ کے بہت سے خاندان اپنے آباؤاجداد کے حالات ہی بھول بیٹھے ہیں یا بھلا بیٹھے ہیں اور اگر وہ ان کی طرف توجہ کریں تو مجھے یقین ہے کہ جماعت میں اخلاص کی ایک نئی لہر دوڑ پڑے گی۔ اس لئے میرا یہ خیال ہے کہ جب میں سارے رجسٹر مکمل طور پر پڑھ لوں گا اور اب میرے دو تین صرف باقی رہ گئے ہیں، اب تک جو پڑھ چکا ہوں پانچ ہزار صفحے کے رجسٹر پڑھ چکا ہوں اور ابھی بہت سے باقی ہیں یعنی بہت پڑھنے والا مضمون باقی ہے۔ تو جب سب پڑھ لوں گا تو اس کو جماعت وار یا خاندان وار

تقسیم کروں گا۔خاندان وار کرنا چاہیئے اور پھر ان خاندانوں کے حالات کے متعلق ان کے جو لوگ بڑے ہیں ان سے رابطہ کروں گا،ان کو بتاؤں گا کہ یہ تمہاری باتیں ہیں،تمہارے آباؤاجداد ایسے تھے۔یہ یہ قربانیاں کی تھیں آج جو تم پھل کھا رہے ہو یہ انہی کی محنتوں کا پھل کھا رہے ہو اور پھر وہ ذمہ دار ہو جائیں اپنی اپنی کمیٹیاں بنا کر، اپنے خاندان والوں کو جہاں کہیں بھی وہ دنیا میں پھیلے ہوں ان سب کو وہ اپنی خاندانی روایات بتائیں اور ان کے دل میں نیکی کے کچوکے دیں شاید پرانے ذکر سے کوئی رگ تازہ ہو جائے اور دل میں دوبارہ خدمت دین کی لگن لگ جائے۔(الفضل انٹرنیشنل،14 تا 20 مئی 1999)

حضور نے اسی طرح اردو کلاس میں بھی فرمایا: ”آپ سب لوگوں کو اپنے اپنے بزرگوں کی نیک باتیں یاد رکھنی چاہئیں ہر ایک کو پتہ ہونا چاہیئے کہ میرے ابا کیا تھے کب احمدی ہوئے کیا نشان انہوں نے دیکھے ہر احمدی گھر میں جہاں احمدیت شروع ہوئی ہے خدا تعالیٰ کا کوئی نہ کوئی نشان ایک نہیں بلکہ بارہا نشان دکھائی دیکھتے رہے ہیں۔ان نشانات کو دیکھ کر انسان کا ایمان تازہ ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے جماعت پر یہ بہت احسانات ہیں وہ یاد رکھیں تو ہماری اگلی نسل کے دل میں بھی اپنے بزرگوں جیسا بننے کی خواہش پیدا ہوگی۔...میں کہہ رہا ہوں کہ اپنے اپنے بزرگوں کی باتیں سنا کرو، پوچھا کرو۔یاد رکھو تو اس سے تمہیں پتہ تو چلے گا کہ تمہارے پیچھے احمدیت کی کیا تاریخ ہے اللہ تعالیٰ کس شان کے ساتھ مدد کے لئے آیا کرتا تھا اور کبھی نہیں چھوڑا۔اتنے واقعات ہیں وہاں ایک ایک گھر میں ایسے واقعات گذرے ہیں عقل دنگ رہ جاتی ہے۔
(9اپریل1997ء)

نیز حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے تحریک فرمائی کہ ”گذشتہ چند سالوں میں نے جماعتوں کو بار بار نصیحت کی کہ وہ سارے خاندان جن کے آباؤاجداد میں کوئی صحابی یا اُن سے ملنے والے بزرگ تھے اُن کو چاہیئے کہ اپنے خاندانوں کا ذکر خیر اپنی آئندہ نسلوں میں جاری کریں۔(خطبہ جمعہ 30اپریل1994ء)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ان زریں ارشادات کی تعمیل میں عاجز نے بھی حقیر کوشش کی ہے جو اس عاجزانہ درخواست دعا کیساتھ پیش خدمت ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے آئندہ نسلوں کیلئے باعث راہنمائی بنادے۔آمین۔

والسلام

27رمضان المبارک 1421ھجری　　　　خاکسار

دسمبر2000ء　　　　محمد اسماعیل منیر نزیل امریکہ

میرے والد محترم

مبارک وہ جو اب ایمان لایا　　صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

وہی مے اُن کو ساقی نے پلا دی　　**فسبحان الذی اخذی الاعادی**

میرے والد محترم کا نام میاں فضل کریم صاحب تھا۔آپ گوجرانوالہ شہر کے رہنے والے تھے۔آپ کا سن پیدائش اندازاً1885ء ہے۔آپ پیشہ کے اعتبار سے درزی تھے۔آپ کی نیک شہرت کی وجہ سے اردگرد کے لوگوں کا آپ کے پاس بکثرت آنا جانا تھا۔انہی آنے جانے والوں میں سے کسی شخص کی زبانی آپ کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کا علم ہوا۔ چنانچہ آپ نے اپنے بزرگوں، دوستوں اور عزیزوں سے اس بارہ میں مشورہ کیا اور شرح صدر ہونے پر جلد ہی بیعت کا خط قادیان بھجوا دیا۔ یہ 1905ء سے پہلے کی بات ہے جبکہ آپ کی عمر 20 سال کے لگ بھگ تھی۔ پھر 1905ء میں خود قادیان حاضر ہو کر دستی بیعت کا شرف حاصل کیا اور ''صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا'' کے اعزاز سے سرفراز ہوئے۔

رجسٹر روایات صحابہ میں میرے والد مرحوم کی بھی حسب ذیل تین روایات درج ہیں:—

:1— ''اس عاجز نے بیعت تو بذریعہ خط 1905ء سے پہلے ہی کی تھی مگر پھر جب میں 1905ء میں قادیان گیا اور جا کر دستی بیعت کی اور حضور سے واپس آنے کی اجازت مانگی تو حضور نے فرمایا کہ ابھی چند روز اور ٹھہرو اس کے بعد پھر میرے اجازت طلب کرنے پر حضور نے اجازت دے دی اور اس کے بعد میں نے حضور سے کوئی وظیفہ پڑھنے کا طلب کیا تو حضور نے فرمایا کہ درود شریف جو نماز میں پڑھا جاتا ہے وہی پڑھا کرو۔

: 2—　پھر دوسری دفعہ 1906ء میں ہم پانچ چھ آدمی مل کر گئے تو اس وقت ہم کچھ چینی اور چند ایک

روغنی ہانڈیاں بطور تحفہ لے گئے تھے ۔ جب حضور کو معلوم ہوا کہ ہم درزی ہیں تو حضور نے ہم کو کچھ کپڑے سینے کو دیئے اور باورچی کو کہا ان کو کچھ اچھا کھانا دو لیکن ہم نے عرض کیا کہ حضور ہم کو کچھ پس خوردہ مرحمت فرما دیں چنانچہ وہ بھی اندر سے آتا رہا اور جب کام ختم ہو گیا تو ہم واپس آنے لگے تو ہم نے دعا کے لئے درخواست کی چنانچہ

میں وہ ہوں نور خدا جس سے ہوا دن آشکار

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام

جن کو اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا تھا کہ آپ کے دلی محبوں کے گروہ کے نفوس واموال میں برکت دی جائے گی حضور نے ہم سب کو اندر بلا کر کھڑے ہو کر دعا کی اور وہ دعا ابھی تک ہم کو یاد آتی ہے اس کے بعد ہم سے کپڑوں کی مزدوری دریافت کی ۔ جو ہم لینا تو نہیں چاہتے تھے لیکن حضور کے اصرار سے ہم نے حضور کے کرتے مانگے تو ہم کو اندر سے ایک ایک کرتہ مل گیا جو ابھی تک ہمارے پاس محفوظ ہے ۔

:3— پھر 1908ء میں جب حضور لاہور تشریف لائے میں ایک مکان بنوا رہا تھا میں اپنی بیوی کو لے کر جو کہ ہیروں سے بیمار تھی حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کے لئے درخواست کی حضور نے فرمایا کہ بچے کا دودھ چھڑا دو اور ہم دعا کریں گے اور وہاں پر خواجہ کمال الدین صاحب نے ایک خاص لیکچر کا انتظام کروایا ہوا تھا جس پر منشی محمد دین صاحب نے ایک رقعہ کے ذریعہ اندر جانے کی اجازت طلب کی اور لیکچر سنا اور ساڑھے بارہ بجے خواجہ صاحب نے عرض کی کہ اب لیکچر بند کر دیں لوگ کھانا کھانا چاہتے ہیں۔اس پر سامعین نے فوراً کہا کہ کھانا تو ہم ہر روز کھاتے رہتے ہیں یہ روحانی غذا کبھی کبھی ملتی ہے اس لئے لیکچر جاری رکھا جائے اس پر حضور نے ایک گھنٹہ مزید تقریر فرمائی اور ہم واپس گوجرانوالہ آ گئے ۔ دستخط فضل کریم درزی احمدی از گوجرانوالہ اندرون دروازہ ٹھاکر سنگھ

(رجسٹر روایات صحابہ رجسٹر نمبر 3 کے صفحہ 36-37)

نوٹ :— اس روایت کے آخری حصہ کی تصدیق ہمارے ننھیالی بزرگ میاں میراں بخش ولد میاں شرف الدین آف خاص شہر گوجرانوالہ آبادی چاہ روڈہ محلہ احمد پورہ کی روایت سے بھی ہوتی ہے جنہوں نے ہمارے

خاندان میں سے سب سے پہلے بیعت کی 1897ء یا 1898ء میں اور زیارت 1901ء میں کی تھی۔ یہ روایت بھی اسی رجسٹر نمبر 3 کے صفحہ نمبر 12 تا 16 پر درج ہے اس میں قادیان جانے والے پانچ درزی بھائیوں کے نام یوں درج ہیں۔ خاکسار (میاں میراں بخش صاحب، ناقل) اور فضل کریم (میرے والد۔ ناقل) اور فضل دین (میرے نانا۔ ناقل) اور غلام رسول اور اسماعیل۔ عاجز نے بابا میراں بخش صاحب کو دیکھا ہوا ہے۔ آپ آخری عمر میں آنکھوں سے معذور ہو گئے تھے عاجز 1945ء میں قادیان سے موسمی تعطیلات میں گوجرانوالہ آیا تو ملک صلاح الدین صاحب ایم اے مولف اصحاب احمد کی تحریک پر ان کے حالات ان سے سن کر لکھ کر لے گیا تھا۔ خاندان میں سے میرے پہلے واقف زندگی ہونے پر میرے ساتھ بہت پیار کرتے تھے اور خوب دعائیں دیتے تھے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے خدمت دین کی کچھ توفیق عطا فرمائی ہے۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

نماز جمعہ کی اہمیت

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ میرے والد محترم پیشہ کے لحاظ سے درزی تھے۔ آپ کے خاندان کے بعض دیگر افراد اور دوست بھی اسی پیشہ سے منسلک تھے۔ آپ نے اس پیشہ میں خاصی مہارت حاصل کر لی تھی مگر نظر کمزور ہو جانے کے باعث حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ نے آپ کو تجارت کرنے کا مشورہ دیا۔ جس پر آپ نے اپنے ایک غیر احمدی دوست کی شراکت سے گوجرانوالہ کے مشہور بازار کھنڈ والا میں پنساری کی دکان کھول لی تھی۔

والدہ صاحبہ بیان فرمایا کرتی تھیں کہ جب یہ دکان کھولی اور پہلی مرتبہ جمعہ کا دن آیا تو آپ دوکان بند کر کے مسجد کو چلے گئے کہ یہی حُکمِ خدا قرآن مجید کی سورۃ جمعہ میں ہے کہ ”اے مومنو! جب تمہیں جمعہ کی نماز کے لئے پکارا جائے تو خدا تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لئے دوڑو“ اور اپنے شراکت والے دوست کے نمائندہ کو بھی چھٹی دے دی۔ جس کا ذکر اس نے اپنے مالک سے کیا تو آپ کے مسلمان دوست نے اسے پسند نہ فرمایا اور فیصلہ دیا کہ جمعہ کے دن دوکان بند نہ ہوگی۔ ایک جمعہ آپ پڑھنے کے لئے جایا کریں اور دوسرا جمعہ میرا نمائندہ

جایا کرے گالیکن والدصاحب محترم نے اس تجویز کوقبول نہ فرمایااوردوکان کی چابیاں اپنے دوست کودے کر گھرآ گئے۔

مخالفین کے حربے

شراکت والی دکان چھوڑنے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح ؓ کے مشورہ اور دعاؤں سے آپ نے کپڑے کی دوکان سیدنگریاں بازار گوجرانوالہ میں کھولی جواس کاروبار کیلئے بہت مشہور بازار ہے یہاں آپ کی دوکان توخوب چل نکلی مگرآپ کے غیراحمدی رشتہ داروں کو یہ بات کیسے پسندآ سکتی تھی کہ ان کے ''باغی بیٹے'' (جواحمدیت قبول کرنے کی وجہ سے باغی بنے تھے) کی اتنی ترقی ہو چنانچہ انہوں نے آپ کی چوریاں کروانی شروع کردیں اورآٹھ دفعہ گھراوردوکان کی چوریاں کروائیں ایک دفعہ توگھر کا قیمتی مال واسباب لے جانے کے بعد چورمکان کوآگ بھی لگا کر چلے گئے اس حادثہ میں آپ کے ذاتی اسباب کے علاوہ بے شمار امانتیں بھی ضائع ہوگئیں جولوگ آپ کے پاس اکثر رکھوادیا کرتے تھے۔تاہم آپ نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ تمام امانتیں واپس کیں اوران کی واپسی کے لئے آپ کواپنانیامکان گروی (رہن) رکھنا پڑا پھراسی تسلسل میں یکے بعد دیگرے مشکلات کی وجہ سے آپ اس قدرمقروض ہوگئے کہ آپ کو یہ نیامکان ادائیگیوں میں ہی دینا پڑ گیا۔

اسی زمانہ کی بات ہے عاجز پرائمری کا طالب علم تھاایک روزسکول سے دوپہر کوواپس آیاتو والدہ صاحبہ نے دوکان پرکھانا پہنچانے کے لئے دیادوکان پر پہنچاتو حیران رہ گیاساری الماریاں خالی پڑی ہیں اوروالد صاحب محترم بعض احمدی دوستوں کے ساتھ باتوں میں مصروف ہیں۔یہ دوکان کی آخری چوری تھی کیونکہ اس کے بعدآپ نے دکان ہی چھوڑدی۔اس کا کچھ سامان پکڑا بھی گیامگرغیراحمدی رشتہ داروں کے اثرورسوخ سے وہ ہمیں واپس نہ مل سکا۔اسی طرح ہم کرایہ کے ایک مکان میں رہتے تھے ایک روزحسب معمول ہم بچے عصر کے بعد باہرکھیلنے چلے گئے والدہ صاحبہ کودھاگے کی ضرورت پڑی تو مکان کوتالالگا کرقریب ہی بازار سے دھاگے کی نلکی لینے چلی گئیں تو واپس آکر دیکھا کہ تالاتوڑ کر چوراندرداخل ہوئے اورصندوقوں کے

کپڑے زمین پر بکھرے پڑے چھوڑ گئے اور قیمتی زیور اڑا لے گئے۔ گویا اس طرح سے آپ کے دشمن آپ کو تجارتی طور پر بھی اور گھریلو لحاظ سے بھی پوری طرح نقصان پہنچاتے رہے۔ وقتی طور پر تو آپ کو ضرور نقصان ہوا مگر احمدیت کی برکات آپ کی نسلوں میں جاری ہوگئیں۔ جن کے نظارے آج ہم دنیا کے ہر براعظم میں آباد انکی نسلوں پر ہونے والے انعامات الٰہیہ کی صورت میں دیکھ سکتے ہیں اور پہلی صدی میں ہی مخالفت کرنے والے سب تباہ و برباد ہو چکے ہیں۔ فسبحان الذی اخزی الاعادی۔

احمدیوں کا مرکز

محترم والد صاحب کی دوکان چوک چشمہ گوجرانوالہ میں تھی جس کے قریب ہی ریلوے سٹیشن اور اڈہ ٹانگہ ولاریاں تھا، یہی وجہ تھی کہ احمدی مہمانوں کی بکثرت آمدورفت دوکان پر رہتی تھی جس سے باہمی اخوت و مودت کا نظارہ نظر آتا تھا اور یوں لگتا جیسے احمدیوں کا مرکز ہو۔ والد صاحب سلسلہ کے اخبارات و رسائل خود اَن پڑھ ہونے کے باوجود منگواتے تھے جن سے تبلیغ و تربیت دونوں مقاصد حاصل ہوتے تھے۔ عاجز نے ان اخبارات و رسائل کو ترتیب دے کر باقاعدہ لائبریری کی شکل میں محفوظ کرلیا تھا اور 1945ء میں قادیان ہجرت کر کے گئے تو ان کو بھی ساتھ لے گیا تھا مگر 1947ء میں ہجرت کے وقت یہ قیمتی متاع وہاں ہی رہ گئی۔

محترم والد صاحب مقامی جماعت کے لئے کئی کاموں میں مدد فرماتے۔ مجھے خوب یاد ہے اپنی احمدیہ مسجد باغبانپورہ کے صحن کے لئے موٹے کھدر کے سائبان بنوا کر آپ نے بھجوائے جن سے ہر جمعہ کے دن استفادہ کیا جاتا تھا۔ نیز احمدیہ مسجد میں نئی دریوں کا انتظام کرنا بھی آپ کے سپرد ہی ہوتا تھا ان کاموں کے لئے لوکل فنڈ بھی آپ گھر بہ گھر پھر کر جمع کیا کرتے تھے۔ آپ کے ان دونوں کاموں کے عینی شاہد مکرم حاجی محمد شریف صاحب حال مقیم ناصر باغ جرمنی بھی ہیں۔

احباب جماعت میں رشتہ ناطہ کے سلسلہ میں دوسروں کی مدد کرنا ان کے پروگراموں کا ایک اہم حصہ ہوتا تھا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ہماری خالہ مریم صاحبہ کے رشتہ کے لئے محترم مختار محمود کے والدین کے ساتھ آپ ٹانگے میں بیٹھ کر ان کے گھر محلہ بختے والا گئے تھے۔ چنانچہ اس میں آپ کو کامیابی ہوئی اور یہ جوڑا اب

دنیا کی زندگی گزار کر بہشتی مقبرہ ربوہ میں آرام فرما ہے ۔ ان کی ایک بیٹی مربی سلسلہ مکرم مرزا نصیر احمد صاحب ابن مکرم مرزا محمد حسین صاحب (المعروف بہ چٹھی مسیح) کی اہلیہ ہیں۔

صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ آپ کی بہت دوستی تھی ان کے ساتھ باہمی محبت کا تعلق ہوتا تھا جس کی یاد تازہ کرنے کے لئے کئی مقامات سے وہ ملاقات کے لئے آپ کے پاس آتے رہتے ۔ انہی میں سے ایک کی یاد میرے ذہن میں اب بھی تازہ ہے جو حافظ صغیر احمد صاحب چیمہ آف ڈنگہ ضلع گجرات کی ہے ۔ آپ اکثر ہمارے ہاں آیا کرتے تھے اور ڈنگہ کی مشہور میٹھی سونف بھی ہم بچوں کے لئے ضرور لایا کرتے تھے ۔ ان کے بیٹے رسول احمد کا رشتہ بھی آپ نے اپنے داماد محمد بشیر صاحب کی ہمشیرہ سے کروایا تھا۔ اس طرح ان کے ساتھ رشتہ داری ہو جانے سے تعلق اور بھی بڑھتا گیا۔

والد صاحب کی وفات

میرے والد صاحب کی وفات 11 نومبر 1939 کو آبادی محمد بخش گوجرانوالہ میں ہوئی میرے دونوں بڑے بھائی ماسٹر عبدالسلام صاحب اور ماسٹر محمد ابراہیم صاحب صوبہ سرحد کے کیمپ رزمک میں محترم ماسٹر محمد اسماعیل صاحب ٹیلر ماسٹر سے کام سیکھنے کے بعد رانچی اور آسن سول (بہار) میں ماسٹر محمد دین صاحب پال اور ماسٹر فیروز دین صاحب پال کے پاس کام کرتے تھے ۔ گھر میں والد صاحب کے پاس ہم دونوں چھوٹے بھائی عاجز محمد اسماعیل منیر و محمد اسحاق صاحب انور ہی تھے ۔ رمضان المبارک کے دن تھے والد صاحب کو سردی لگی اور کمزوری کی وجہ سے نمونیا کی شکایت ہو گئی ۔ ڈاکٹروں نے پورا زور لگایا مگر خدا سے ملاقات کے لئے تیار ہو گئے اور اسی رات آپ اس جہان سے رخصت ہو گئے ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ اگلے دن احمدی احباب بکثرت حاضر تھے ۔ نماز جنازہ کے بعد مقامی قبرستان میں تدفین ہوئی ۔ ہم واپس گھر پہنچے تو عید کا چاند دیکھنا مجھے خوب یاد ہے ہماری والدہ نے ہمیں اگلے دن تیار کر کے عید کی نماز پر بھجوایا مجھے اور میرے چھوٹے بھائی کو بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ محترم والد صاحب نے قادیان سے وصیت کے کاغذات منگوا کر مکمل کر رکھے تھے مگر کسی وجہ سے وہ بروقت قادیان نہ پہنچائے جا سکے ۔ تاہم ہمیں یقین ہے کہ ان کی نیک نیتی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں جنت سے محروم نہیں رکھے گا جیسا کہ

حضرت مسیح موعودؑ کے رفقا کے لئے بالعموم یہی وعدہ ہے انما الاعمال بالنیات۔

اے خدا برتربت او رحمت ہاببار　　　داخلش کن ازفضل دربیت النعیم

میری والدہ

ہماری والدہ جن کا ذکر اوپر روایات صحابہ میں آیا ہے، ہماری بڑی والدہ تھیں وہ جلدی فوت ہوگئی تھیں اور اُن کے بطن سے ہماری صرف ایک بہن محترمہ فاطمہ بی بی تھیں۔ ہمارے والد محترم نے دوسری شادی ہماری والدہ محترمہ چراغ بی بی صاحبہ سے کی جو محترم میاں فضل الدین صاحب صحابی کی بیٹی تھیں یہ وہی میاں صاحب ہیں جن کا روایات صحابہ میں ذکر ہے اور پانچ کے گروپ میں جلسہ پر جانے والوں میں سے ایک تھے جن کو حضورؑ کی قمیض بطور تبرک ملی تھی۔ اس کا ایک ٹکڑا ان کے بیٹے میرے ماموں اور خسر محترم میاں عبدالغنی صاحب کے توسط سے ہمارے گھر میں بھی آیا جو انہوں نے اپنی بیٹی مبارکہ نسرین (اہلیہ ام) کو عطا فرمایا تھا۔

میری والدہ فرمایا کرتی تھیں کہ ان کی شادی اس زمانہ میں ہوئی جب گوجرانوالہ کے قریب نہر اپر چناب کی کھدائی ہورہی تھی یعنی 1912ء کے لگ بھگ اور 1939ء کو والد صاحب کی وفات ہوگئی اس طرح سے والدہ صاحبہ نے 46 سال بیوگی کے عالم میں گزارے۔ آپ نے ہماری پرورش ایسے دینی ماحول میں کی جس نے ہماری قسمت بنادی یعنی ہم سب بہن بھائیوں اور ان کی اولادوں کو کسی نہ کسی طور پر خدمت دین کی توفیق وسعادت ملتی چلی آرہی ہے۔ فالحمدللہ علی ذالک۔

خلافت کی اطاعت

ہماری والدہ کی کوئی بھی دنیاوی تعلیم نہ تھی۔ صرف قرآن کریم پڑھا ہوا تھا اور احمدیت کی برکت سے بنیادی دینی مسائل سے واقف تھیں۔ آپ نہ صرف باقاعدگی سے خود قرآن کریم کی تلاوت کرتیں بلکہ ہم سب بہن بھائیوں کے علاوہ محلہ کے بہت سے بچوں کو بھی آپ نے قرآن کریم پڑھایا آخری عمر میں نظر کمزور ہوگئی تھی مگر اس کے باوجود آپ باقاعدگی سے موٹے حروف والے قرآن کریم سے باقاعدگی سے تلاوت کررہی

ہوتیں اور گھر میں سب بچوں کو قرآن الفجر کی نصیحت فرماتیں۔ اطاعت خلافت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر آپ کے دل میں بھرا ہوا تھا ساری عمر اطاعت کا جو آپوری وفا اور صدق سے پہنے رکھا۔ خلیفۂ وقت کے ہر حکم بلکہ اشارہ پر دل وجان سے عمل کرنا فرض سمجھا۔ چنانچہ ہجرت کر کے قادیان محلہ دار الفضل میں آباد ہوئیں تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ہدایت فرمائی کہ قادیان کی ہر عورت کو خواندہ بنایا جائے تا وہ اگلے الیکشن میں ووٹر بن کر احمدی نمائندہ چوہدری فتح محمد صاحب کو کامیاب بنا سکیں (اس زمانہ میں ووٹر کے لئے خواندہ ہونا شرط ہوتی تھی) چنانچہ والدہ صاحبہ نے 50 سال کی عمر میں بیوگی کی حالت میں پڑھنا لکھنا سیکھا اور باقاعدہ خواندہ کی حیثیت سے ووٹ بنوایا اور محترم چوہدری صاحب کو ووٹ دیا۔ اور جب آپ کی کامیابی کی خبر آئی تو خوشی سے پھولے نہ سماتی تھیں۔ اس پڑھائی کا پھل آپ کو یہ بھی ملا کہ آپ نے قرآن مجید کا اردو ترجمہ بھی پڑھنا شروع کر دیا اور رمضان المبارک کے مرکزی درسوں میں باقاعدگی سے شامل ہو کر مزید استفادہ کرتیں یہاں تک کہ آخری عمر میں بوجہ بیماری ہمارے گھر سے مسجد مبارک ربوہ تک چل کر جانا مشکل ہوتا تو میرے ساتھ سائیکل پر سوار ہو کر جاتیں

۔

والدہ صاحبہ بہشتی مقبرہ میں

والدہ صاحبہ 1985ء میں بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہوئیں جبکہ ان کے والد میاں فضل الدین صاحب قادیان کے بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں۔ والدہ صاحبہ کی وفات جمعہ 5اپریل 1985ء کو ہوئی جبکہ میں اہلیہ اُم نجمہ منیر کے ہمراہ پنڈی اور آزاد کشمیر کے تربیتی دورہ پر تھا۔ دورہ کے لئے روانگی کے وقت آپ نے ہم دونوں کو خوشی خوشی رخصت کیا، ہم بھی ان کو اپنی چھوٹی بھابھی حمیدہ بیگم صاحبہ (جو سامنے والے کوارٹر تحریک جدید میں تھیں) کے سپرد کر کے اس جماعتی کام کے لئے روانہ ہوئے۔ ہم دورہ کے آخری حصہ میرپور میں تھے کہ آپ کی وفات کی خبر بذریعہ فون پنڈی سے ہوتے ہوئے ہمیں پہنچی، ہم نے نماز جمعہ کے بعد جلسہ کیا اور جہلم سے مولانا غلام باری صاحب سیف کو ساتھ لے کر ربوہ کی طرف روانہ ہوئے۔ گھر پہنچے تو اپنا اور بھابھی حمیدہ صاحبہ کا دروازہ بند دیکھ کر ناصر آباد اپنے بڑے بھائی جان عبد السلام صاحب کے

گھر گئے تو وہاں والدہ صاحبہ کی تجہیز و تکفین ہو چکی تھی اور آپ کے بڑے بیٹے جولنڈرن کے جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے گئے ہوئے تھے، کا انتظار ہو رہا تھا اور حیرت کی بات ہے کہ اس انتظار میں آپ نے تین دن اپریل کے گرم موسم میں گزارے، یہ اللہ تعالیٰ کا احسان تھا کہ گرمی کی شدت میں کمی ہو گئی تھی اور مکرمی ڈاکٹر عمرالدین صاحب دن میں دو تین مرتبہ آتے اور والدہ مرحومہ کی میت کا معائنہ فرماتے اور مزید انتظار کی اجازت دیتے آخر اتوار کے دن جبکہ بھائی جان کے پہنچنے کی اطلاع تھی ہم بوقت عصر جنازہ کے لئے والدہ صاحبہ کو مسجد مہدی لے گئے اور نماز عصر کے آخری حصہ میں ہمیں بھائی جان کی کار کی آمد کی آواز نے یقین دلا دیا کہ اب ماں بیٹے کی ملاقات ہو جائے گی اور ہمیں انہیں بہشتی مقبرہ میں دفن کرنے کی اجازت ہو گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ربوہ میں کسی میت کا اپریل کے موسم میں تین دن انتظار کرنا ایک غیر معمولی واقعہ تھا جس کا ہم نے مشاہدہ کیا اور زبان سے قرآنی دعا نکلی اور اب بھی نکلتی ہے۔

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ

صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○

ہم شکر گزار ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے والدین کو حضرت مسیح موعودؑ کی شناخت کرنے پھر ان پر ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائی اور ان کی دعاؤں سے ہمیں احمدیت کی کچھ خدمت کرنے کی توفیق ملی اللہ تعالیٰ ہمارا انجام بخیر کرے اور آپ دونوں کی دعائیں ہماری اگلی نسلوں کو بھی خدمت احمدیت پر تیار کرتی چلی جائیں حتی کہ یہ سلسلہ قیامت تک چلتا چلا جاوے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان خدمات کو قبول فرمائے اور اپنے وعدہ کے موافق اپنی جناب میں ہمارا مسکن بنا دے۔ آمین۔ حضرت المصلح الموعودؓ کی طرح ہماری تو یہی خواہش ہے:—

ہم تو جس طرح بنے کام کئے جاتے ہیں   آپ کے وقت میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو

محترمہ والدہ صاحبہ کی خدمات

محترمہ والدہ صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے کم و بیش 85 سال کی لمبی عمر عطا فرمائی وہ احمدیت کی نعمت پانے پر بے حد شکر گزار ہوا کرتی تھیں۔ پھر یہ کہ ان کی اولاد کو اللہ تعالیٰ دین کی خدمت کی توفیق دے رہا ہے تاہم وہ

خود بھی خلافت پر جاں نثار ہوتی تھیں اور خلیفۂ وقت کی خدمت کسی نہ کسی رنگ میں کرنے کے لئے کوشاں رہتی تھیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تو ان کا نام بھی سیلونی کی اماں رکھا ہوا تھا کہ عاجز ان دنوں سیلون میں مبلغ کے فرائض ادا کر رہا تھا۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے زمانہ میں وہ مولوی عبدالرحمن صاحب انور واقفِ زندگی کی بیگم کے ہمراہ حضور کی دربانی کے فرائض بھی بطور والنٹیئر سرانجام دینے میں فخر محسوس کیا کرتی تھیں۔وصیت کے نظام میں تو وہ قادیان سے ہی شامل ہو چکی تھیں۔تحریک جدید کے مالی جہاد میں وہ ضرور حصہ لیا کرتی تھیں خواہ قرض لے کر ہی چندہ ادا کرنا پڑے وہ وقت پر ادائیگی فرمادیا کرتی تھیں ان کی اس روایت کو جاری رکھنے کے لئے عاجز نے ان کی وفات پر 1985ء میں ان کی طرف سے چندہ تحریک جدید 2000ء تک ادا کر دیا تھا تا ان کا اس صدی کا چندہ مکمل ہو جائے اللہ تعالیٰ آئندہ بھی اس کارِ خیر کی توفیق دیتا رہے۔آمین۔

نمازوں کی ادائیگی کا اہتمام تو کرتی ہی تھیں، نماز تہجد ادا کرنے میں بھی باقاعدہ تھیں اور روزے تو انہوں نے بڑھاپے میں بھی رکھے اور اپنی اولاد کے لئے دعاؤں میں لگی رہتیں، عیادت کا اسلامی فرض انہوں نے اپنی وفات سے دو روز قبل بھی پورا کیا کہ گھر میں اکیلی تھیں۔ٹانگہ لیا اور اپنی مختلف سہیلیوں کو ملنے دارالرحمت کے علاوہ کوارٹرز تحریک جدید میں والدہ مرزا نصیر احمد صاحب کے پاس گئیں جو بیمار تھیں اور اسی بیماری میں وہ والدہ صاحبہ کی وفات کے اگلے روز وفات پاگئیں مگر ان سے پہلے بہشتی مقبرہ میں دفن ہوگئیں کہ یہ اپنے بیٹے کی لنڈن کے جلسہ سالانہ سے واپسی کا انتظار کر رہی تھیں۔اپنے ہاتھ سے کام کر کے کمانا آپ کو عمر کے آخری حصہ تک منظور رہا۔آپ کو رضائیاں تیار کرنے میں خاص مہارت حاصل تھی، چنانچہ اس فن میں نیک شہرت کی وجہ سے ربوہ میں آپ کی خدمات لی جاتی تھیں۔ہم سب کی طرف سے ہر طرح کی پیش کش کے باوجود آپ نے امحنت کا یہ سلسلہ س وقت تک جاری رکھا جب تک کہ آپ میں ہمت رہی۔

بہن بھائی

میری تین بہنیں اور تین ہی بھائی تھے۔جن میں سے دو بہنیں اور دو بھائی اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں اور

ایک بہن اور دو بھائی (برادرم محمد ابراہیم صاحب درویش اور خاکسار) حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے سبھی کے بچے سلسلہ سے وابستہ ہیں اور اپنے اپنے طور پر حسب توفیق مختلف رنگوں میں خدمات سلسلہ بجالا رہے ہیں۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔ ان کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے۔

☆ محترمہ زینب بیگم صاحبہ کی شادی بابو محمد بشیر صاحب (پوسٹل سروس) کے ساتھ ہوئی جو دو بچوں کو چھوڑ کر جلدی وفات پا گئیں ان کے دونوں بچے میاں محمد رفیق صاحب اور میاں محمد لئیق صاحب اب اپنے مخلص احمدی خاندانوں کے سربراہ ہیں میاں محمد لئیق صاحب کوتو ریٹائر ہو کر مع بیگم نسیم صاحبہ اپنے بچوں کے پاس ٹورانٹو (کینیڈا) کی جماعت میں مقیم ہیں اور میاں محمد رفیق صاحب ریٹائرمنٹ کی زندگی لاہور میں مع بیگم رشیدہ گزار رہے ہیں جب کہ ان کا بڑا بیٹا وسیم محمود انجینئر کینیڈا میں ہے اور دوسرا بیٹا علیم محمود مربی سلسلہ غانا میں ہے۔ اسی طرح لئیق صاحب کے مربی بیٹے خالد محمود صاحب آجکل نوشہرہ (پاکستان) کی جماعت میں مقیم ہیں۔ بھائی محمد بشیر صاحب کے باقی بچے عزیزان طاہرہ مسعود، محمد حنیف، محمد سلیم، محمد نعیم اپنی والدہ آپا رضیہ صاحبہ کے ہمراہ ٹورانٹو میں ہی مقیم ہیں اور خوب خدمات سلسلہ بجالا رہے ہیں۔

☆ ہماری دوسری بہن امۃ الرحیم صاحبہ اس وقت خاندان میں سب سے معمر ہیں۔ ان کے میاں محمد حنیف صاحب 24 اپریل 1999ء کو وفات پا کر بہشتی مقبرہ میں مدفون ہوئے، ان کے بچے پاکستان، کینیڈا، جرمنی، امریکہ میں پھیلے ہوئے ہیں ہیں۔ مرزا محمد امین صاحب کینیڈا جماعت کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں۔ وہ خود اپنی بیٹی بلقیس اختر صاحبہ کے پاس شاہدرہ میں مقیم ہیں اور موصیہ ہیں۔

☆ ہماری سب سے بڑی بہن غلام فاطمہ کی شادی بھی شاہدرہ کے میاں اللہ بخش صاحب سے ہوئی تھی۔ یہ بہن بھی بہت دعا گو اور خدمت گزار تھیں۔ 1976ء میں وفات پا کر بہشتی مقبرہ میں مدفون ہوئیں۔ ان کی دعاؤں کا ہی یہ پھل ہے کہ ان کے تینوں بیٹوں اور ایک بیٹی کی اولاد میں سے ایک ایک مربی سلسلہ ہیں بلکہ ان میں سے ایک عزیز عبدالماجد صاحب طاہر تو اس وقت ایڈیشنل وکیل التبشیر لنڈن ہیں اور دوسرے عبدالحلیم صاحب کو مسجد بشارت (سپین) کی امامت کی کئی سال تک توفیق ملی ہے اور نوید احمد صاحب دمشق سے عربی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے آئے ہیں۔ عزیزم عبدالرزاق ریٹائرڈ پی ٹی آئی جامعہ احمدیہ نے خود بھی

ساری عمر خدمت دین میں گزاری اب ان کا بیٹا عبدالحی جامعہ احمدیہ کا طالب علم ہے ۔ مجھے خوب یاد ہے عاجز اس بہن کو مع بیٹی نسیم اور چھوٹے بیٹے عبدالرزاق صاحب کے شاہدرہ سے ربوہ لے کر آیا اور اپنے کچے کواٹر میں ان کو جگہ دی اور ربوہ میں تعلیم حاصل کر کے میری خواہش کو انہوں نے بکمال پورا کر دیا جس کا شاندار پھل اگلی نسلوں میں اب ظاہر ہو رہا ہے ۔ عزیزم عبدالرزاق صاحب جلسہ سالانہ لنڈن 2000ء میں حاضر ہو کر اپنے امام اور آقا سے آخری ملاقات کر گئے، میری اُن سے آخری ملاقات دس دسمبر 2000ء کو اُن کے گھر افطاری پر ہوئی ۔ اور 27 رمضان المبارک کو وہ خدا تعالیٰ کے حضور حاضر بھی ہو گئے ۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ۔

درویشی کا اعزاز

☆ میرے بڑے بھائی ماسٹر محمد ابراہیم صاحب درویش قادیان اگست 1947ء میں کراچی سے عارضی طور پر حفاظت مرکز کے لئے گئے تھے اور قادیان میں ایسا دل لگا کہ وہاں کے ہی ہو کر رہ گئے ۔ کراچی سے قادیان جانے کی کہانی خود بھائی جان کی قلم سے پڑھیئے :-

14 اگست 1947ء کو پاکستان بنا میں اس وقت بھائی عبدالسلام صاحب کے ساتھ ماڑی پور کراچی میں کام کرتا تھا ۔ 17 اگست کو عیدالفطر تھی ہم سب عیدالفطر پڑھنے کراچی شہر آئے ۔ وہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے نمائندہ کے طور پر آنے والے مولوی عبدالرحیم صاحب درد نے نماز عید پڑھائی اور ساتھ ہی حضور کا نوجوانوں کو حفاظت مرکز کے لئے دو دو ماہ کے لئے وقف کرنے کا پیغام دیا جس پر کراچی کے 22 نوجوانوں نے اپنے آپ کو پیش کیا جن میں مکرم برادرم صدرالدین احمد صاحب اور مکرم یونس احمد صاحب اسلم اور خاکسار شامل تھے ہم 25 اگست کو بخیریت قادیان پہنچ گئے اور حفاظت قادیان میں دن رات مصروف رہے ۔ حسب وعدہ دو ماہ کا عرصہ گزار کر کراچی کے 20 نوجوان واپس چلے گئے صرف خاکسار اور یونس احمد قادیان میں رہ گئے تو والدہ صاحبہ محترمہ کا خط ملا کہ اکثر نوجوان آ گئے ہیں اب تم بھی آ جاؤ اس کے جواب میں خاکسار نے والدہ کو لکھا کہ آج تک ہم ہر جماعتی اجتماع کے موقعہ پر یہ عہد

دہراتے آئے ہیں کہ قومی اور ملی مفاد کی خاطر ہم اپنی جان، مال اور عزت قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہیں گے۔ پہلے تو صرف زبانی عہد تھا اب عمل کرنے کا وقت ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اس عہد کو پورا کئے بغیر واپس آ جاؤں۔ چنانچہ اس کے بعد والدہ نے کبھی آنے کے لئے نہیں کہا بلکہ خود میری دلداری کی خاطر قادیان بار بار آتی رہیں۔اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تین صد تیرہ افراد کو یہاں رکھنے کی ہدایت فرمائی اس طرح اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے دو ماہ کے وقف کو 52 سال لمبا کر دیا ہے۔دعا کریں کہ زندگی کے باقی ایام بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے دیارِ حبیب میں گزریں اور انجام بخیر ہو۔'' (خط محررہ 14 اکتوبر 1999ء از قادیان دارالامان)

بریلی (یوپی) کے خاندان میں محترمہ امۃ القیوم صاحبہ سے آپ نے شادی کی اور اب 8 بچے ہیں اور سات پوتے پوتیاں اور پانچ نواسے نواسیوں کا یہ خاندان قادیان دارلامان کی رونق بڑھا رہا ہے۔ ان درویشان کی قربانیوں کو پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 1991ء کے جلسہ سالانہ قادیان میں خود حاضر ہو کر جس شان سے سراہا اس کی مثال نہیں ملتی۔حضور بھائی جان کے گھر تشریف لائے اور خاندان کے ساتھ تصویر بھی بنوائی۔اُن کا ایک بیٹا نصیر احمد انور انجینئر دہلی میں کسی فرم کا مینیجر اور جماعت کا ایک اہم رکن ہے اور بڑا بیٹا محمد یعقوب جاوید لوکل انجمن احمدیہ قادیان کا سیکرٹری چلا آ رہا ہے اور بیٹیوں کو لجنہ کے کاموں کی توفیق مل رہی ہے۔ الحمدللہ علیٰ ذلک۔

☆ عزیزم محمد اسحاق صاحب انور مجھ سے چھوٹے تھے اور میٹرک پاس کرنے کے بعد انہوں نے بھی وقف کر دیا تھا۔حضرت المصلح الموعودؓ نے انہیں اکاؤنٹس کے کام میں لگایا کچھ عرصہ انہوں نے دفتر امانت صدر انجمن احمدیہ قادیان و ربوہ میں شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی کی نگرانی میں کام کیا پھر سندھ کی نورنگر سٹیٹ میں بطور اکاؤنٹنٹ بھجوا دیا جہاں آپ جماعت کی خدمات بجالاتے رہے اور مرکزی شوریٰ میں جماعت کی نمائندگی بھی کرتے رہے ان کے پانچوں بیٹے آج دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں اور جماعتی خدمات بھی مختلف رنگوں میں بجالا رہے ہیں۔آسٹریلیا میں ڈاکٹر محمد اسلم ناصر اور ڈاکٹر محمد امجد جماعتی کاموں میں نمایاں ہیں۔ یہ سب ان کے

دعائیں کرنے والے والدین کا پھل ہیں اللہ تعالیٰ ہماری بھابھی حمیدہ بیگم کو مزید خوشیاں دکھائے وہ آجکل اپنے منجھلے بیٹے محمد اکرم صاحب خالد کے پاس نیو جرسی USA میں مقیم ہیں۔گذشتہ دنوں 1999ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے اردو کلاس میں ان کے پوتوں کو دیکھ کران کی دادی اماں کے صبر واستقامت اور غیر معمولی ھمت کے ساتھ بچوں کی پرورش اوراعلیٰ تربیت کرنے کی تعریف فرمائی۔فالحمدللہ علی ذالک۔

میرے بڑے بھائی برادرم عبدالسلام صاحب

میرے سب سے بڑے بھائی ماسٹر عبدالسلام صاحب تھے جن کی دوکان ''ماڈرن ٹیلرز'' گول بازار ربوہ کو دنیا بھر کے احمدی جانتے ہیں۔ ہر ایک کی خدمت کرنا ان کا طرۂ امتیاز تھا ہم چھوٹے بھائیوں کی بھی انہوں نے ہر رنگ میں خدمت کی۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ خلفائے وقت سے ان کا رابطہ خوب رہتا تھا۔ ہجرت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات جمعہ کے کیسٹ لنڈن سے آنے شروع ہوئے تو وہ کوشش کر کے سب سے پہلے حاصل کرتے،خود سنتے اوراپنے محلے والوں کو بھی سناتے۔ ہجرت کے بعد برطانیہ کے پہلے جلسہ سالانہ میں حاضر ہوئے۔ پھر بیماری کے باوجود 1991ء کے جلسہ قادیان میں حاضر ہو کر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سے مع خاندان شرف ملاقات حاصل کیا تو بچوں کے متعلق دریافت فرمانے پر بتایا کہ حضور دس بچے ہیں اور وہ بھی ایک ہی بیوی بھابھی مسعودہ بیگم سے جو اس ملاقات میں حاضر تھیں۔

آپ کے بیٹوں میں سے ایک بیٹے مکرمی عبدالمومن صاحب عامر کو عرب ممالک میں کئی سال تک سیکرٹری مال کا کام منظم کرنے کا موقع ملا۔آجکل وہ جرمنی کی ایک اہم جماعت Mannheim (جہاں جلسہ سالانہ ہوتا ہے) کا صدر ہے۔علاوہ ازیں بیٹیوں کو بھی خدمت دین کی توفیق لجنہ اماء اللہ میں ملتی رہتی ہے۔سب سے چھوٹی ساجدہ تو سب سے آگے نکل گئی ہے۔

ہم چاروں بھائیوں کو اللہ تعالیٰ نے مختلف رنگ میں خدمتِ دین کی توفیق دی اور اب ہماری اگلی نسلوں کو بھی دے رہا ہے، جس کی مختصر تفصیل یوں ہے کہ عاجز نے حضرت المصلح الموعودؓ کی تحریک پر 1944ء میں زندگی وقف کی اور حضور کے ارشاد کی تعمیل میں جامعہ احمدیہ قادیان میں First Special Matric Class میں اپنے سات ساتھیوں کے ساتھ داخلہ لیا جس کی بے شمار برکتیں ہمارے خاندان کو بفضل اللہ تعالیٰ ملیں۔ پہلی برکت تو یہی ملی کہ میرے بعد یکے بعد دیگرے اس کثرت سے ہمارے خاندان کے نوجوانوں کو وقف زندگی کی توفیق ملی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 97ء میں ملاقات کے دوران ہمارے خاندان کو واقفین کے خاندان کا لقب عطا فرمایا۔ ان واقفین زندگی کے مختصر کوائف حسب ذیل ہیں۔

☆ میرے بعد مکرمی منیر الدین صاحب بی اے (میرے ماموں زاد کزن) نے وقف کیا اور مختلف ممالک میں مربی رہے ہیں۔ کینیا، سوئیڈن وغیرہ۔

☆ پھر ان کے بھتیجے عبدالحفیظ کھوکھر صاحب ابن عبدالرحیم صاحب جو آجکل لنڈن میں کمپیوٹر سیکشن کے انچارج ہیں۔ پہلے غانا، کینیڈا اور انگلینڈ میں مربی رہ چکے ہیں۔

☆ میرا بھتیجا عزیزم عبدالمنان صاحب طاہر ابن ماسٹر عبدالسلام صاحب افریقہ کے بعد آجکل وکالت تبشیر لنڈن میں متعین ہے۔

☆ مرزا نصیر احمد صاحب مبلغ غانا، سری لنکا (ہماری خالہ کے داماد)

☆ میرا بھتیجا عزیزم ڈاکٹر محمد اسلم صاحب ناصر وقف کرنے کے بعد نصرت جہاں کے ماتحت غانا میں مشنری ٹیچر تھے۔ پھر نیوزی لینڈ میں ان کو آنریری مربی مقرر کیا گیا تھا۔

☆ عزیزم محمد الیاس صاحب منیر (اسیرانِ راہ مولا ساہیوال کے سردار جو جیل میں سب سے لمبا عرصہ 10 سال بند رہے اور آجکل جرمنی میں مربی و انچارج شعبہ اشاعت ہیں)

☆ مکرمی عبدالماجد صاحب طاہر ابن عبدالستار صاحب ایڈیشنل وکیل التبشیر لنڈن

☆ مکرمی عبدالحلیم صاحب ابن عبدالقادر صاحب امام مسجد بشارت سپین رہے ہیں۔حال ربوہ

☆ عزیزم قمر داؤد صاحب ابن مولوی صدرالدین احمد صاحب آف کراچی مربی آسٹریلیا

☆ مکرمی حبیب اللہ باجوہ صاحب مربی یوگنڈا (ہمارے بھانجے عبدالقادر صاحب کے داماد)۔حال ربوہ

☆ مکرمی مبشر ضیاء صاحب مربی جاپان (ہماری بھانجی نسیم اختر کے داماد)

☆ مکرمی نوید احمد صاحب دمشق سے عربی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے آئے ہیں۔حال ربوہ

☆ عزیزم ظہیر احمد مربی ابن مولانا منیر الدین احمد صاحب مربی سلسلہ احمدیہ

☆ عزیزم خالد محمود صاحب ابن محمد لئیق صاحب مربی سلسلہ نوشہرہ

☆ عزیزم علیم محمود صاحب ابن محمد رفیق صاحب مربی سلسلہ غانا

☆ عزیزم مقبول احمد صاحب مربی میرے بڑے بھائی مکرم محمد ابراہیم صاحب درویش قادیان کے داماد

☆ عزیزم عبدالحئی صاحب متعلم جامعہ احمدیہ ابن عبدالرزاق صاحب PTI ریٹائرڈ

کیا خدا پر توکل نہیں ؟

اللہ تعالیٰ نے مجھے اور مبارکہ نسرین کو پانچ بچوں سے نوازا۔ پانچویں عابدہ تو جلدی ہی اللہ میاں کو پیاری ہوگئی تھی۔ باقی چاروں کو اللہ تعالیٰ نے پھلدار بنا دیا ہے۔الحمدللہ ہر ایک کے تین تین بچے ہیں۔

میرا بڑا بیٹا عزیزم محمد داؤد صاحب منیر MBA ہیوسٹن (امریکہ) کی جماعت کا فعال رکن ہے۔ اس نے تعلیم الاسلام ہائی سکول پاس کرنے کے بعد تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے .B.A میں عربی زبان میں بہت اچھے نمبر لئے جن کی وجہ سے صوفی بشارت الرحمان صاحب پرنسپل کالج نے اس کا داخلہ ایم اے عربی میں خود ہی کر دیا مگر عزیزم نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں راہنمائی کے لئے اپنا ریزلٹ کارڈ بھجوایا ہوا تھا جس پر حضور نے اکنامکس کے آگے نشان لگا دیا جس کے لئے عزیزم کو لاہور کے کسی کالج میں داخلہ لینا تھا اور میرے وسائل اس کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔مجلس نصرت جہاں کے سیکرٹری ہونے کی وجہ سے مجھے ڈاک پیش کر کے ہدایات حاصل کرنے کے لئے ہر روز ہی پیارے آقا کی خدمت میں حاضری

دینی ہوتی تھی ۔عزیزم کا نشان زدہ کارڈ لے کر میں نے سارا احوال عرض کیا تو حضور نے فرمایا ’’کیا خدا پر توکل نہیں‘‘ یہ خوش خبری سُن کر اگلے دن اسے لاہور لے گیا اور اسلامیہ کالج میں داخل کروا آیا اور رہائش کا انتظام اپنے بھانجے عزیزم محمد رفیق صاحب چوبرجی کے پاس کر آیا۔ چند ہفتے بعد عاجز حضور کے ارشاد کی تعمیل میں سیرالیون چلا گیا۔ 1976ء میں واپس آیا تو عزیزم ایم اے پاس کر کے تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں بطور والنٹیئر لیکچرار لگا ہوا تھا جس کے پرنسپل چوہدری محمد علی صاحب کوشاں تھے کہ عزیزم کی باقاعدہ تعیناتی ہو جائے ۔اپنی تعلیم کے دوران اس نے میری غیر حاضری میں اپنی والدہ سے اخراجات کے لئے کسی رقم کا مطالبہ نہ کیا بلکہ خود ہی ٹیوشن وغیرہ پڑھا کر گزارہ کیا اور اللہ توکل تعلیم کے سارے مرحلے بخیر وخوبی طے ہو گئے پھر مغربی افریقہ میں تین چار سال بلالی بھائیوں کی خدمت کر کے امریکہ پہنچ گیا جہاں اس نے محنت کر کے ہیوسٹن یونیورسٹی سے MBA پاس کر لیا اور جماعتی خدمات بھی خوب سرانجام دے رہا ہے۔ الحمدللہ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی راہنمائی میں اس کی شادی عزیزہ نصرت داؤد سے ہوگئی جن کے دادا ماسٹر چراغ محمد صاحب ڈوگر تعلیم الاسلام ہائی سکول کے قابل قدر صحابی اساتذہ میں تھے اور اس کی بارات ان کے ایک اور صحابی ساتھی صوفی غلام محمد صاحب ربوہ کی راہنمائی میں لاہور گئی تھی ۔محترم صوفی طبیعت کمزور ہونے کے باوجود اپنے ساتھی کی پوتی کے رخصتانہ میں شمولیت کے لئے تیار ہو گئے ۔جزاھم اللہ احسن الجزاء اب اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں سے انہیں تین پیارے بچے مصلحہ ، سلیمان اور دانیال بھی دیئے ہیں۔ بڑی بیٹی مصلحہ کو تو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی گود میں بیٹھنے کا شرف بھی حاصل ہوا جب حضور میکسیکو سٹی کے دورہ پر 1988 میں تشریف لے گئے اور عزیزم مع فیملی حضور کے قافلہ کی مہمانوازی کے لئے ہیوسٹن سے پہلے ہی وہاں پہنچ گئے تھے ۔1998ء میں جب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہیوسٹن میں احمدیہ مسجد کی بنیاد رکھی تو اس اہم موقع پر عزیزم محمد داؤد منیر نے ہی تلاوت قرآن مجید کی تھی ۔آجکل وہ اپنی جماعت ہیوسٹن کے سیکرٹری تبلیغ اور جنوبی علاقہ کے ناظم انصار اللہ ہیں اور حضور کے خطبات جمعہ کو مقامی ریڈیو سے ریلے کرواتے ہیں اور ان کی بیگم عزیزہ نصرت لجنہ کی عہدیدار ہے اور سب مل کو خوب جماعتی کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ دلی دعا ہے۔ اللّٰھم بارک وزد فزد۔

جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے

دوسرے بیٹے عزیزم ڈاکٹر محمد ادریس صاحب منیر نے BSc تک ربوہ میں ہی تعلیم حاصل کی پھر اسلام آباد کی قائداعظم یونیورسٹی سے MS c بیالوجی کیا، اس دوران اسلامی جماعت کے غنڈوں نے ایک رات انہیں مار مار کر بے حال کر دیا تو محض اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس کو زندگی بخشی۔ غصہ ان کو یہ تھا کہ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کو نوبل انعام کیسے مل گیا جس پر وہ یونیورسٹی انہیں آنریری اعزازی ڈگری دینا چاہتی تھی۔ اس دردناک واقعہ کا ذکر پنڈی اور اسلام آباد کی اخباروں میں آیا مگر ہمیں کئی دنوں بعد کسی نے بتایا جبکہ خدا تعالیٰ نے تو اسی رات بلکہ اسی وقت رات کے دو بجے اس عاجز کو اس واقعہ کی خبر دے دی تھی، وہ گرمی کے دن تھے ہم تحریک جدید کوارٹر نمبر 28 کے صحن میں سوئے ہوئے تھے اہلیہ اُم مبارکہ بھی ساتھ والی چارپائی پر تھی۔ میں رویا میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خونخوار شیر ہم پر حملہ کرنے کی نیت سے ہمارے صحن میں داخل ہوا ہے ہم نے اپنے برآمدے کو ایک قنات سے بند کیا ہوا ہے (جس طرح جلسہ سالانہ کے دنوں میں ہم کرتے تھے) تا اس شیر کے حملہ سے محفوظ رہ سکیں لیکن وہ اپنا منہ قنات کے اوپر سے اندر داخل کر کے ہمیں نقصان پہنچانا چاہتا ہے میں فوراً بے خوف ہو کر اس کے ماتھے پر اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی رکھ کر اسے روکتا ہوں اور ساتھ ہی **لاحول و لا قوۃ الا باللہ العظیم** پڑھتا جاتا ہوں اور آہستہ آہستہ شیر وہیں رُک جاتا ہے پھر بیٹھ جاتا ہے اور برف کی طرح پگھل جاتا ہے جس پر میں حیران ہوتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتا ہوں کہ اس نے محض اپنے فضل سے مجھے ایسی ہمت عطا فرمائی۔ **لاحول و لا قوۃ الا باللہ العظیم** اونچی آواز میں پڑھ رہا تھا جس سے اہلیہ کی آنکھ بھی کھل گئی اور اس نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے مگر میں نے اس کی علالت کی وجہ سے اسے اس خوفناک خواب کا سنانا اس وقت مناسب نہ سمجھا۔ صبح نماز فجر کے بعد ہم حسب سابق سیر کو نکلے تو محترم مولانا محمد صادق صاحب سماٹروی کو میں نے یہ خواب بتائی تو انہوں نے مجھے مبارکباد دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے خاندان کو ایک بڑے دشمن سے محفوظ رکھا ہے فوری طور پر تو مجھے ایسی کوئی بات معلوم نہ تھی تاہم چند دن کے بعد عزیزم ادریس منیر کے مار کھانے کے واقعہ نے اس کی صداقت ظاہر کر دی۔ میری رویا کا دن اور وقت وہی تھا جبکہ جماعت اسلامی کے دس بارہ

غنڈے میرے بیٹے کواس کے کمرہ ہوسٹل میں اکیلے پا کر ہاکیوں سے اس کو مار رہے تھے اور اس کو مردہ سمجھ کر واپس گئے تو باہر سے دروازہ کی کنڈی لگا گئے تھے تا یہ مار کھا کر سسکتا سسکتا اندر ہی ختم ہو جائے۔ مگر جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے عزیزم کو جب ہوش آئی تو اسے اپنے کمرہ میں سیاہی کی دوات نظر آئی جسے اس نے اُٹھا کر باہر کھڑکی سے نچلی منزل میں رہائش پذیر ایک احمدی ساتھی کی کھڑکی پر پھینکی خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ دوات صحیح نشانے پر لگی جس سے وہ ساتھی بیدار ہو کر اوپر ادریس سے دوات پھینکنے کی وجہ معلوم کرنے آیا تو آ گے کا حال دیکھ کر فکر مند ہوا فوراً ٹیکسی حاصل کر کے عزیزم کو ہولی فیملی ہسپتال لے گیا جہاں خدا تعالیٰ نے فوری امداد کا موقعہ بہم پہنچا دیا اللہ تعالیٰ بھلا کرے ان ڈاکٹروں کا جنکی فوری محنت کام آئی اور اللہ تعالیٰ نے عزیزم کو نئی زندگی سے نوازا اور مارنے والے دشمن خائب و خاسر رہے اور یہی ابتلاء اس کی ترقی کا باعث بن گیا۔ اس کے لئے اعلیٰ تعلیم کا دروازہ کھل گیا اور UK کی گلاسگو یونیورسٹی سے اسے Molecule Biology میں ڈاکٹریٹ (Phd) کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ نے دی اور اب وہ کیلیفورنیا میں خدمت خلق اور خدمت جماعت میں مصروف ہے اور تین بچوں خلت، لقمان اور سدرہ کا باپ ہے اس کی بیگم ثمر بھی جماعتی اور خاندانی خدمات میں خوب رواں دواں ہے ۔الحمدللہ۔

خوش قسمت بچہ

میرے چھوٹے بیٹے عزیزم محمد الیاس صاحب منیر کی پیدائش سخت مشکلات کے دور میں ہوئی جب کہ اس کی والدہ کو دیگر بہن بھائیوں کے ساتھ حفاظت کی خاطر بار بار اپنی رہائش کو بدلنا پڑتا تھا پیدائش کا مرحلہ تو ڈاکٹر A.C.M.Sulaiman کے نرسنگ ہوم میں بخیریت گزرا مگر اس کے بعد بھی چند ماہ تک ساری فیملی مختلف احمدی گھرانوں میں وقت گزارنے پر مجبور ہوئی پھر مرکز کے ارشاد کی تعمیل میں ہماری واپسی ہوئی تو ہندوستان کے جنوب سے لے کر شمال قادیان تک ریل میں سفر کیا جہاں علاج معالجے کی سہولتیں بھی میسر نہ تھیں پاکستان پہنچے تو شوریٰ کے بعد 4 ماہ کی رخصتیں وقف کر کے وقفِ جدید کے لئے نیا سنٹر مانسہرہ (ہزارہ) میں کھولنے چلے گئے بظاہر تو ہم اچھی آب و ہوا کے علاقہ میں تھے مگر بارشیں نہ ہونے کی وجہ سے پینے کے پانی کی وہاں کمی تھی اور جو پانی مل رہا تھا اس میں جراثیم بکثرت تھے جن کی وجہ سے الیاس کے ساتھ

ساتھ اس کی والدہ بھی پیٹ کی بیماریوں میں مبتلا ہوگئی ۔ بہر حال یہ وہاں کے مخلص بہن بھائیوں کی دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ ہم وہاں اپنا وقت تبلیغ وتربیت کے ماحول میں گزار کر واپس ربوہ پہنچے جہاں کا پانی پینے کے لئے اس زمانہ میں بالکل ہی نامناسب ہوا کرتا تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس کی والدہ کو علاج کے لئے میوہسپتال لاہور میں داخل کروانا پڑا جہاں ڈاکٹر قاضی مسعود احمد صاحب نے بڑی ہمدردی اور شفقت سے علاج کیا۔ ابھی علاج کے لئے ہم میوہسپتال میں ہی تھے کہ وکالت تبشیر ربوہ سے خط ملا کہ مجھے مشرقی افریقہ جانا ہے اور اگلے ہفتہ روانگی کے لئے سیٹ بک ہوگئی ہے چنانچہ شام کو ڈاکٹر مسعود صاحب آئے تو میں نے ان سے خط کا ذکر کیا تو اگلے دن ہمیں ہسپتال سے چھٹی دینے پر رضامند ہوگئے اور میں مبارکہ کو لے کر گوجرانوالہ میں اس کے والدین سے ملاقات کروا کر ربوہ پہنچا اور دعائیں کرتا ہوا افریقہ کے لئے ریل گاڑی پر سوار ہوگیا۔ مبارکہ کی طبیعت اچھی ہوئی تو میری نصیحت پر اس نے عمل کرتے ہوئے ربوہ میں بزرگان دین کے پاس دعا کی درخواست کے لئے جانا شروع کردیا۔ عزیزم الیاس بھی ساتھ ہی ہوتا کہ ابھی چھوٹا تھا اور سکول میں داخل نہیں ہوا تھا۔ ایک دن ماں بیٹے کو لے کر حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری کے پاس دعا کروانے کے لئے گئی۔ تو حافظ صاحب محترم نے بچے کو قریب کر کے بغور نظر ڈالی اور فرمایا بچے کی آنکھیں تو بتاتی ہیں کہ یہ بڑا آدمی بنے گا۔ میں دعا بھی کروں گا آپ بھی اس کی تربیت کی طرف خصوصی توجہ دیں۔ اسی طرح ایک دن حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے پاس ماں بیٹے کو لے کر گئی تو وہاں انہوں نے بچے کی صحت کے لئے دعا کی اور ساتھ ہی بچے کو کھانے کے لئے برفی دی جس سے بچہ خوش ہوا اور اس کی صحت پر اچھا اثر پڑنا شروع ہوگیا۔ ایسا ہی ایک نادر موقعہ ملا جب وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے پاس بچے کو لے کر گئیں تو حضور نے نہ صرف دعا کی بلکہ دعا کرتے وقت بچے کے پیٹ پر ہاتھ بھی پھیرا جس کا نمایاں اثر بچے نے لیا اور بچے نے سکول میں دلچسپی لینی شروع کردی۔ یہاں تک 1974ء میں وہ دسویں جماعت میں تھا تو مجھے سیرالیون جانے کا ارشاد ہوا۔ روانگی سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ازراہ شفقت ہماری فیملی کو شام کی چائے پر بلایا تو اہلیہ ام نے عرض کیا کہ حضور بڑے دو بیٹے تو کالجوں میں چلے گئے ہیں اس چھوٹے الیاس کو میں حضور کے جامعہ احمدیہ کے لئے پیش کرتی ہوں۔ حضور نے نظر بھر کر الیاس کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ اچھے نمبر لے گا

تولوں گا۔ اگلے دن میں تو افریقہ کے لئے روانہ ہو گیا اور الیاس اگلے ماہ دسویں کے امتحان میں غیر معمولی طور پر اچھے نمبر لئے اور اپنے سکول میں سوم آیا۔ الحمدللہ یہ خلیفۂ وقت کی محبت بھری نظروں اور توجہ کا نتیجہ تھا۔ نتیجہ نکلا اس پر حضور کی خدمت میں راہنمائی کے لئے لکھا تو جواب ملا کہ جامعہ احمدیہ میں داخلہ لے لو جہاں وہ پہلے ہی نتیجہ نکلنے پر داخلہ لے چکا تھا۔ اس کے جامعہ احمدیہ میں داخلہ پر مجھے ایک عزیز دوست کا خط سیرالیون گیا کہ عزیزم نے بہت اچھے نمبر لئے ہیں وظیفہ بھی مل جائے گا اسے میڈیکل میں داخلہ دلوائیں۔ ڈاکٹر بن کر بھی جماعت کی خدمت کر سکے گا میں نے دعا کے بعد جواب بھجوایا کہ بچے نے جو کچھ کیا ہے وہی ٹھیک ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی میں برکت ڈالے گا۔ اس کی والدہ کے پاس بھی محلہ کی کئی عورتیں آئیں اور کہا کہ گھر میں ایک مولوی تو پہلے ہی ہے دوسرا مولوی بنا کر کیا حاصل ہوگا تو میری بیوی مبارکہ نے انہیں بتایا کہ ابھی تو الیاس کو جامعہ میں داخل ہوئے دو تین ماہ ہی ہوئے ہیں اور میرا گھر برکتوں سے بھرنا بھی شروع ہو گیا ہے۔ اس نے جہاں داخلہ لیا ہے اس میں اس کا بھلا ہوگا خدا کی شان دیکھئے الیاس کو خدا نے مربی بھی بنا دیا اور پھر اس مربی کے ذریعہ اس کے سارے خاندان کو عزت دنیا بھر میں دی۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

جامعہ احمدیہ میں وہ ہر کلاس میں اکثر اوّل آتا رہا اور اسی زمانہ میں اسے خدام الاحمدیہ کے رسالہ ''خالد'' کی ادارت کا کام بھی صدر مجلس خدام الاحمدیہ مکرمی محمود احمد صاحب شاہد نے اس کے سپرد کیا۔ جامعہ احمدیہ کی آخری کلاس ''شاہد'' کا امتحان دسمبر 1980ء میں تھا جلسہ سالانہ کی آمد آمد تھی اس کے پیش نظر ''خالد'' کے خصوصی نمبر کی تیاری ہو رہی تھی جو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دورہ امریکہ کے حالات پر مشتمل تھا مجھے خوب یاد ہے کہ صبح اس نے امتحان کا پرچہ دینے جانا ہوتا تھا تو بھی رات گئے رسالہ کے کام سے فراغت حاصل کر کے آتا۔ بہرحال دونوں کام ہوتے رہے اور رسالہ طبع ہوا تو حضور بہت خوش ہوئے، جب شاہد کے امتحان کا نتیجہ نکلا تو اپنی کلاس میں سوم نمبر پر رہا۔

جامعہ احمدیہ سے 1981ء میں فارغ التحصیل ہوا تو اس کی ڈیوٹی تخت ہزارہ ضلع سرگودھا میں بطور مربی لگی۔ جہاں اس نے اپنے قریبی گاؤں میں احمدیہ مسجد کے سنگ بنیاد رکھنے کیلئے حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ناظم ارشاد، وقف جدید و صدر مجلس انصار اللہ کو دعوت دی جو آپ نے قبول فرمالی اس گاؤں میں

مخالفین نے شور ڈال دیا تاہم حضرت میاں صاحب نے تشریف لا کر حاضرین کے ساتھ اینٹ پر دعا کر کے ان کے سپرد کر دی اور جلسہ میں ایسی پر جوش تقریر فرمائی کہ ارد گرد کے دیہات میں اسکی دھوم پڑ گئی۔ الحمدللہ کہ اب وہاں اچھی جماعت بن چکی ہے اور مسجد بھی۔

اگلے دن 12 نومبر 1981ء کو عزیزم کی والدہ کا فضل عمر ہسپتال میں اپریشن تھا جس دوران وہ جان کی بازی ہار گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگلے دن حضرت مرزا طاہر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ نے باہر دورہ پر جانے سے قبل نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔ الحمدللہ کہ حسب وعدہ خدا تعالیٰ نے مجھے اپنی اہلیہ کو بہشتی مقبرہ میں پہنچانے کی توفیق دی اللہ تعالیٰ ہمارے نصیب میں بھی اس پاک زمین کا ایک ٹکڑہ رکھ دے تو کیا ہی ہماری خوش قسمتی ہوگی۔

قصہ ساہیوال کا

تخت ہزارہ کے بعد عزیزم کو چند ماہ الفضل میں بطور معاون مدیر کام کرنے کا موقع ملا اور پھر ساہیوال میں بطور مربی ضلع تعیناتی ہوئی۔ جہاں ایک سال میں بمشکل اپنا ڈیرہ ہی جمایا تھا کہ ہماری مسجد پر جامعہ رشیدیہ کے قاری بشیر کی راہنمائی میں 40-35 طلباء نے ہلہ بول دیا۔ باہر کے دروازہ کا کلمہ مٹا کر اندر مسجد میں داخل ہو گئے اور دو تین نمازیوں کے منع کرنے کے باوجود سیڑھی لے کر قرآنی آیات مٹانی شروع کر دیں جس پر خادم مسجد رانا نعیم الدین صاحب اپنی 12 بور کی گن تان کر کھڑے ہو گئے اور حملہ آوروں کو ڈرانے کی خاطر ایک ہوائی فائر کیا جس پر قاری بشیر صاحب نیا اپنے ساتھیوں سے کہا یہ تو پٹاخے ہیں ان سے مت ڈرو، اس پر رانا نعیم صاحب نے کلمہ اور قرآنی آیات مٹانے والوں کی طرف مجبوراً بندوق سیدھی کرنی پڑی، جس کے نتیجہ میں پہلے ایک نوجوان گولی کھا کر نیچے گرا۔ پھر دوسر فائر قاری صاحب کو لگا، وہ زخمی ہو کر باہر بھاگ کھڑے ہوئے اور مسجد کے دروازہ کے سامنے سڑک کے کنارے گر کر جان دے دی۔ ان کو دیکھ کر باقی طلبہ میں بھگڈر مچ گئی۔ عزیزم الیاس منیر صاحب اس وقت اپنے کوارٹر سے مسجد کے صحن میں آئے۔ ان کی بیگم طاہرہ الیاس صاحبہ نفل ادا کر رہی تھیں۔ عزیزم نے مسجد میں آ کر صورت حال کا جائزہ لیا اور ایک خادم کو محترم ڈاکٹر عطاء الرحمان صاحب امیر جماعت ساہیوال کے گھر اطلاع دینے کے لئے

بھجوایااور دیگر نزدیک رہائش رکھنے والے دوستوں کو بھی بلوایا جس پر بعض دوست مسجد پہنچ گئے ۔ڈیڑھ دو گھنٹے کے بعد پولیس بھی آئی اور اپنی رپورٹ بنائی، نعشیں اٹھوائیں اور مکرم رانا صاحب کو حراست مین لے کر چلی گئی۔ دن کے دس بجے کے قریب پولیس کی گاڑی آئی اور انہوں نے اس واقعہ کے گواہ مانگے چنانچہ امیر صاحب اور دیگر دوستوں نے مکرم قدیر صاحب، مکرم نثار صاحب اور مکرم حاذق صاحب کو گواہی دلوانے کے لئے مکرم مربی صاحب کی قیادت میں تھانے بھجوایا۔ رانا صاحب تو پہلے ہی تھانے جا چکے تھے اب یہ چاروں بھی پکڑے گئے ۔ پھر پولیس نے رات گئے چھاپہ مار کر ملک محمد الدین صاحب ریٹائرڈ تھانیدار اور چوہدری محمد اسحاق صاحب کو بھی پکڑ لیا۔ محترم امیر صاحب کا بیٹا لطف الرحمن، پروفیسر محمد طفیل صاحب اور دو وکیل مکرم چوہدری حفیظ الدین صاحب اور چوہدری شاہد نصیر صاحب ان کے قابو میں نہ آ سکے چنانچہ وہ مفرور قرار دیئے گئے اب رانا صاحب نے اقرار کیا کہ انہوں نے اپنی بندوق سے ایک ہوائی فائر اور دو فائر فسادیوں پر کئے اور اپنی بندوق بھی پیش کردی تھی مگر مخالفین نے سارے دن کے مشوروں کے بعد مقدمہ کی F.I.R میں یہ لکھوایا کہ یہ بندوق لئے مربی الیاس منیر صاحب مسجد کے باہر گیٹ پر کھڑے تھے کہ انہوں نے ہمارے دو آدمی مار دیئے جن کو رانا صاحب کی مدد سے مسجد کے اندر لے جایا گیا اور پھر باہر پھینک دیا گیا وغیرہ۔

پھانسی کی سزا اور BBC کی رپورٹ

ملٹری کورٹ نے جنرل ضیاء کے اشارے پر دو کے بدلے دو کو پھانسی کی سزا سنائی۔ رانا صاحب کو اسلئے کہ انہوں نے اقرار کیا تھا گولی انہوں نے چلائی تھی اور مربی الیاس منیر صاحب کو اس لئے کہ F.I.R نے ان کے ہاتھ میں بندوق دے دی تھی، حالانکہ یہ موقع پر موجود ہی نہ تھے۔ یہی بات BBC کے نمائیندوں کو بھلی لگی اور 1986ء میں BBC TV نے چینل 4 پر پاکستان میں احمدیوں کے مظالم کی جو تفصیلی خبر نشر کی، اسی ایک پوائنٹ کو میری طرف سے پیش کیا کہ پاکستان ایک ایسی اسلامی مملکت ہے جس میں ایک ایسے شخص کو قتل کے الزام میں پھانسی کی سزا سنائی گئی ہے جو موقع پر موجود ہی نہ تھا۔ جسے پیارے آقا نے بھی نوٹ فرمایا اور اسے پسند فرمایا۔ 26 اکتوبر 1984ء کو یہ واقعہ پیش آیا۔ مارشل لاء کے دسمبر 1985ء

میں ختم ہونے کے بھی ڈیڑھ ماہ بعد 14 فروری 1986ء کوملٹری کورٹ کا یہ فیصلہ ساہیوال جیل میں ملزمان کو باری باری بلا کرسنایا گیا۔جس کی توثیق 15 فروری 1987ء کوبھی جنرل ضیاء کی طرف سے ساہیوال جیل میں ہی سنائی گئی اورخفیہ خفیہ اس پرعمل درآمد کرنے کی کوشش بھی کی گئی مگر جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔ چند گھنٹوں کے اندر اندر اس سازش کی خبر لاہور، ربوہ بلکہ لنڈن تک پہنچ گئی اور دعاؤں کے ساتھ ساتھ تدبیریں کی گئیں جن کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے لاہور ہائی کورٹ کے جج مرزا محمود اور فضل کریم لون نے اس سزا پرعمل درآمد روک دیا، ہائیکورٹ کا یہ Stay Order بذریعہ فون سپرنٹنڈنٹ جیل ساہیوال کو اسی وقت پہنچا دیا گیا جو میاں خالد مسعود صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس نے، جواس دن عزیزم کی ملاقات کے لئے ساہیوال جیل میں تھے،سن کر اندر عزیزم کوبھی خوشی کی یہ خبر اسی وقت پہنچادی۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس کی یہ منظوم دعا بھی ایسی شان کے ساتھ سنی کہ ایک عالم اس کی قبولیت کا گواہ بنا

جو دَرد سسکتے ہوئے حَرفوں میں ڈَھلا ہے | شاید کہ یہ آغوشِ جُدائی میں پَلا ہے
غَم دے کے کسے فکر مریضِ شبِ غَم ہے | یہ کون ہے جو دَرد میں رَس گھول رہا ہے
یہ کِس نے مِرے دَرد کو جینے کی طَلَب دی | دِل کس کے لئے عُمرِ خِضَرؑ مانگ رہا ہے
ہر روز نئے فکر ہیں ، ہر شَب ہیں نئے غَم | یا رَبّ یہ مرا دِل ہے کہ مہمان سَرا ہے
ہیں کس کے بَدن دیس میں پابندِ سَلاسل | پَردیس میں اِک رُوح گرِفتارِ بَلا ہے
کیا تُم کو خبر ہے رَہِ مَولا کے اَسیرو! | تُم سے مُجھے اِک رِشتہ جَاں سب سے سوا ہے
آجاتے ہو کرتے ہو مُلاقات شب و روز | یہ سلسلۂ رَبطِ بَہَم صُبح و مَسا ہے
اَے تنگی زِنداں کے سَتائے ہوئے مہمان | وَا چَشم ہے ، دِل بَاز ، دَرِسینہ کُھلا ہے
تُم نے مِری جَلوَت میں نئے رَنگ بَھرے ہیں | تُم نے مِری تنہائیوں میں ساتھ دیا ہے
تُم چاندنی راتوں میں مِرے پاس رہے ہو | تُم سے ہی مرِی ثَقرَئی صُبحوں میں ضِیا ہے
کس دِن مُجھے تُم یاد نہیں آئے مگر آج | کیا روزِ قِیامت ہے! کہ اِک حَشر بَپا ہے

یادوں کے مُسافِر ہو تمنّاؤں کے پیکر بَھر دیتے ہو دِل، پھر بھی وہی ایک خَلا ہے
سینے سے لگا لینے کی حسرت نہیں مٹتی پہلو میں بٹھانے کی تڑپ حَد سے سوا ہے
یا رَبّ یہ گدا تیرے ہی دَر کا ہے سَوالی جو دَان مِلا تیری ہی چَوکھٹ سے مِلا ہے
گُم گشتہ اَسیرانِ رَہِ مَولا کی خاطِر مُدّت سے فقیر ایک دُعا مانگ رَہا ہے
جِس رَہ میں وہ کھوئے گئے اُس رَہ پہ گدا ایک کشکول لئے چلتا ہے لب پہ یہ صَدا ہے
خیرات کر اَب اِن کی رِہائی مِرے آقا! کشکول میں بَھر دے جو مِرے دِل میں بَھرا ہے
میں تُجھ سے نہ مانگوں تو نہ مانگوں گا کسی سے
میں تیرا ہوں ، تُو میرا خدا میرا خدا ہے

دس سال کے بعد رہائی

رہائی کی کہانی اس طرح ہے کہ 6 دسمبر 1988 کو پاکستان میں انتخابات کے نتیجہ میں بے نظیر بھٹو برسر اقتدار آئیں تو ان سے اللہ تعالیٰ نے ایک بالکل غیر متوقع اقدام کروایا اور وہ یہ کہ پاکستان بھر کی جیلوں میں موجود سزائے موت کے قیدیوں کی سزاؤں کو عمر قید میں تبدیل کر دیا گیا، اس طرح سے چار معصوم احمدیوں ؓ(ساہیوال کے مکرم رانا نعیم الدین صاحب، عزیزم الیاس منیر اور سکھر کے مکرم پروفیسر ناصر قریشی صاحب اور قریشی رفیع احمد صاحب) کے صدقے پاکستان کے 1800 قیدی کال کوٹھڑیوں سے نجات پا گئے۔ الحمدللہ۔ اب ہمارے یہ بھائی جیل سزائے عمر کے قیدی تھے اور ان کی طرف سے لاہور ہائی کورٹ میں اس مارشلائی فیصلہ کے خلاف رٹ پٹیشنز دائر تھیں جو سالہا سال تک سماعت کی منتظر رہیں۔ آخر کار 19 مارچ 1994 کو جسٹس ارشاد حسن صاحب والے لاہور ہائی کورٹ کے بنچ نے انہیں بری کر دیا (جنگ اخبار، لاہور)۔ اور 20 مارچ 1994ء کو ربوہ دارلضیافت میں ان کا فقید المثال استقبال ہوا۔ حضرت مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے ہزاروں احباب و خواتین کی موجودگی میں خوش آمدید کہا اور اُن کے گلے پھولوں سے بھر گئے۔ الحمدللہ۔ (یہی جج ارشاد حسن صاحب بعد میں معجزانہ طور پر چیف جسٹس آف پاکستان بن گئے) پیارے حضور

نے اگلے دن لنڈن سے فون پر رابطہ کر کے مبارکباد دی اور آنے والے بیٹے کا نام رَستگار احمد رکھنے کا ارشاد فرمایا جس کی تعمیل 1995 کے شروع میں ہی ہوگئی۔ الحمدللہ۔ پھر حضور کے ارشاد کی تعمیل میں اکتوبر 1994ء کو آپ فرینکفرٹ جرمنی پہنچ گئے اور آجکل فرینکفرٹ میں مقیم ہیں اور دو لوکل جماعتوں Dietzenbach اور Offenbach کے مربی اور جرمنی کے شعبہ اشاعت کے انچارج ہیں۔ اللّٰھم بارک لہ۔

کیسا قرض اور کیسی ادائیگی!!

عزیزم الیاس کے دیگر ساتھی تو 1994 کے جلسہ میں شامل ہو کر حضور اقدس سے ملاقات کا شرف حاصل کر چکے تھے مگر عزیزم الیاس 1996 میں لنڈن جا سکے۔ اس موقعہ پر جلسہ کے سٹیج پر حضور سے ملاقات کا نظارہ MTA کے ذریعہ ساری دنیائے احمدیت نے رشک بھری نگاہوں سے دیکھا۔ اس ملاقات سے پہلے عزیزم الیاس منیر جلسہ کے دوسرے روز کے دوسرے اجلاس کے آغاز میں تلاوت کی گئیں آیات قرآنیہ کا اردو ترجمہ پیش کر کے اپنی جگہ پر واپس جانے لگے تو اچانک حضور اقدس نے الیاس منیر کو فرمایا:-

"کہاں جارہے ہیں آپ! یہاں کھڑے ہو جائیں ۔ آپ کا ایک قرضہ چکانا ہے ۔ کھڑے ہو جائیں۔ وہ جو اسیران راہِ مولیٰ کے نام سے مشہور ہیں ان کے یہ سردار تھے خدا کے فضل سے اور جب ان پر ان کی گردنوں پر پھانسی کا شکنجا کس دیا گیا اور اطلاع ملی ۔ کہ اب کوئی نجات کی راہ دکھائی نہیں دیتی۔ اور حکومت تُلی بیٹھی ہے کہ ان کو ضرور پھانسی دے گی۔ اس وقت میں نے ایک رویا میں دیکھا کہ الیاس منیر کو میں ایک کھلی شاداب جگہ میں جہاں درختوں کے سائے ہیں بڑی محبت سے مل رہا ہوں۔ میں نے اس پر اس وقت یہ اعلان کیا کہ اللہ کے فضل سے اب یہ اسیران راہِ مولیٰ آزاد ہو کر ہمیں ملیں گے اور اس وقت کسی کے تصور میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی جب اسیران راہِ مولیٰ کا ایک گروہ جس میں چار اسیران تھے ۔ دو سال قبل یہاں مجھ سے ملے ۔ ان سب سے میں گلے لگا تھا اور الیاس منیر کی باری میں نے رکھ چھوڑی تھی ۔ اگرچہ بارہا جرمنی جانے کا مجھے موقع ملا مگر مجھے جو رویا میں تصور دکھایا گیا تھا وہ ایک ہی جگہ تھی اس لئے باوجود ان خبروں کے کہ ان کو یہاں

آنے کا ویزا نہیں مل سکتا ہر کوشش ناکام ہوگئی میں ان کا انتظار کرتا رہا کہ یہاں آئیں گے تو ان کا قرض اتاروں گا۔ اب میں ان کو گلے لگاتا ہوں اور اللہ کے اس انعام کا شکر ادا کرتا ہوں۔ شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے بہت پہلے مجھے یہ خوشخبری دی تھی۔ آج سارا زمانہ دیکھ رہا ہے کہ اللہ کی وہ بات پوری ہوئی۔''

آپ کا دس سال انتظار کرنے والی بیوی عزیزہ طاہرہ الیاس مع اپنے تین بچوں، طارق الیاس، خالد الیاس اور رَستگار احمد الیاس آپ کے لئے قرۃ العین بنی ہوئی ہے۔ عزیزہ طاہرہ الیاس نے کمال صبر و استقامت کا نمونہ دکھایا جس کو دیکھ کر اپنے تو اپنے غیر بھی عش عش کر اُٹھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قربانیوں کو قبول فرمائے اور دین و دنیا میں اپنے فضلوں سے نوازے اور نسل در نسل حسب وعدہ نوازتا چلا جائے۔ آمین۔ ان لوگوں کے بھی ہم شکر گزار ہیں جنہوں نے متواتر دس سال دعاؤں کے ساتھ ہماری مدد فرمائی اور اپنی خوابوں، کشوف اور الہامات کے ذریعہ ان اسیران کی رہائی کی خوش خبریاں سناتے رہے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

نوٹ:۔ عرصہ اسیری کم وبیش دس سال پر محیط تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے ہماری نصرت کئی ذرائع سے فرمائی مثلاً اس واقعہ سے چند ماہ قبل نجمہ منیر (اہلیہ ام) ہمارے گھر آئیں جنہوں نے کمال ہمت اور حوصلہ سے حالات پر قابو پانے میں مدد کی اور عزیزہ طاہرہ الیاس اور اس کے دونوں بچوں طارق اور خالد کی جی بھر کر خدمت کی اور تیرہ سال بعد عزیزان کی جرمنی کے لئے روانگی سے دو ماہ قبل اچانک اللہ کو پیاری ہوگئیں جس پر اکثر بہنوں کا تبصرہ یہی تھا کہ نجمہ تو اسیران کی خدمت کے لئے آئی تھی اپنا کام کر کے چلی گئی۔ اس عرصہ میں انہوں نے لجنہ اماء اللہ کی سیکرٹری مال کا کام بھی خوب کیا تعزیت کے موقعہ پر صدر لجنہ ربوہ محترمہ طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ نے ان کے کام پر خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

اوپر جس قرض کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس کی تفصیل 1994ء کے جلسہ سالانہ UK کے آخری دن یوں بیان فرمائی تھی:۔

''آخری دعا سے پہلے ایک اور بات آپ کو بتانی چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اسیران راہ مولیٰ جنہوں نے بہت لمبا عرصہ بڑے دُکھ اُٹھائے خدا نے ان کی رہائی فرما کر تمام دنیا کے احمدیوں پر عظیم احسان

فرمایا ہے۔ان میں سے چار بنفس نفیس آج یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ میں ان کا تعارف کرواؤں گا۔مگر ایک اسیر کا انتظار ہے (الیاس منیر، ناقل) کاش وہ جلسے سے پہلے پہنچ جائے تو پھر سب کا اکٹھا تعارف کراؤں۔مگر خدا کی تقدیر جو بھی چاہے ہم راضی ہیں ان کو توفیق نہیں ملی کہ وہ آج اس وقت تک پہنچ سکیں۔اس لئے آخری مدت تک انتظار کے بعد میرا فیصلہ تھا کہ میں تمام عالمگیر دنیا کی جماعت کی طرف سے آج ان کو آپ کی آنکھوں کے سامنے سینے سے لگاؤں گا۔اس کے بعد ہم اجتماعی دعا کریں گے۔(گلے ملنے کے بعد حضور نے فرمایا) جیسا کہ میں نے اعلان کیا تھا کہ میں ان اسیران راہ مولیٰ کو اپنے سینے سے لگایا آپ سب کے سینوں کی نمائیندگی میں، ان کی نمائیندگی میں جو یہاں موجود ہیں اور ان کی نمائیندگی میں بھی جو یہاں موجود نہیں اور میں یقین رکھتا ہوں جس طرح ان کو سینے سے لگا کر میرا سینہ ٹھنڈا ہوا ہے خدا آپ سب کے سینے ٹھنڈے کرے گا۔اللہ کرے کہ ہم دیکھیں ان پر رحمتوں کی بارشوں کا نزول دیکھیں اور ان پر اپنے فضلوں کو بڑھاتا چلا جائے۔ان کی آنے والی نسلوں پر بھی اپنے فضل نازل فرماتا چلا جائے۔ ...آپ ان اسیران راہ مولیٰ کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا جو اس وقت شدید گرمی اور سخت تکلیف کی حالت میں کال کوٹھڑیوں میں اپنے زندگی اور موت کے فیصلوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ان کے اوپر جو نحوست کی تلوار ان لوگوں نے لٹکانے کی کوشش کی ہے وہ سب سے بدبخت نحوست کی تلوار ہے یعنی حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہیں، مگر اللہ جانتا ہے اور خدا کی ساری کائنات گواہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حضرت محمد مصطفی ﷺ کے عشق میں سرتا پا ڈوبے ہوئے ہیں۔آپ کے خدام ہیں اور ان پر یہ ناپاک اور جھوٹا الزام ایک گندی تہمت لگائی گئی ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں اور جس رنگ میں یہ تہمت لگائی گئی ہے وہ خود گواہ ہے کہ یہ بدبخت لوگ جھوٹے ہیں اُنہیں یہ توفیق نہیں ملی کہ یہ کہہ سکیں کہ انہوں نے نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں کوئی بات کی ہے۔کچھ کہہ سکے تو اتنا کہہ سکے کہ پکڑے گئے جب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اعلان کر رہے تھے۔یہ ایسی حالات میں پکڑے گئے جب کہ ان کے قبضے سے بسم اللہ

الرحمن الرحیم دستیاب ہوئی۔جب ان کے گھروں کی تلاشی لی گئی توان کے گھروں سے قرآن کریم کے نسخے برآمد ہوئے اس لئے یہ لوگ محمد مصطفی ﷺ کے گستاخ ہیں۔پس اس الزام میں ہی الزام کے جھوٹے ہونے کا ثبوت شامل ہے۔پس جو بھی خدا کی تقدیر ظاہر ہو ہم اس پر راضی ہیں۔مگر دعا کریں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ان کے بدبخت چنگل سے نجات بخشے اوران کی رہائی سے بھی ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں جس طرح ان عزیزوں کی رہائی سے آج خدا نے ہماری آنکھیں ٹھنڈی کی ہیں ۔اللہ کرے کہ جلد وہ دن آئیں جب کہ ذہن کی راہیں تبدیل کی جائیں گی جبکہ حالات بدلنے شروع ہوں گے اوراس سمت میں سفر ہم شروع کر چکے ہیں اصل علاج ہے غلبے کا علاج۔جو مظلوم ہیں اور مغلوب ہیں کم تعداد میں ہیں انہیں بہر حال لازماً اپنی تعداد کو بڑھانا ہے اوران لوگوں پر غالب آنا ہےان کی اکثریت کو لازماً اقلیت میں تبدیل کرنا ہے۔

اے مسیح موعودؑ کے شیرو! اُٹھو اور یہ کر کے دکھاؤ خدا کی تائید تمہارے ساتھ ہے۔آج نہیں تو کل یہ ضرور ہوگا۔یہ تو آسمان کی تحریریں ہیں جو تبدیل نہیں کی جاسکتیں کل نہیں تو پرسوں میری خلافت میں نہیں تو آئندہ آنے والے خلیفہ کے دور میں یا اُس کے آئندہ آنے والے خلافت کے زمانے میں یہ تقدیر اٹل ہے کہ ان کی اکثریتیں اقلیتوں میں تبدیل کردی جائیں گی اور جماعت احمدیہ مسیح کے سچے غلاموں کی اقلیتیں اکثریتوں میں بدل جائیں گی اور ہمیشہ کے لئے قیامت تک پھر جماعت احمدیہ کو ان منکرین پر غلبہ عطا ہوگا۔یہ اٹل تقدیر ہے جس کو دنیا کی کوئی طاقت بدل نہیں سکتی۔''

(از وڈیو جلسہ سالانہ 1994ء)

جو بات کہے کہ کروں گا میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

نیز عزیزم محمد الیاس منیر کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے سفر ماریشس میں خطبہ جمعہ فرمودہ 23 ستمبر 1988ء میں عاجز کے ذکر کے بعد فرمایا:

''ہمارے اسیرانِ راہِ مولا میں ان کا بیٹا بھی شامل ہے۔الیاس منیر واقفِ زندگی ہے۔بہت نیک

صفات، مخلص، وقت کے تقاضوں کو پورا کرنے والا نوجوان ہے۔ ان میں اخلاص، ایمان اور استقامت کی ایسی روشنی پائی جاتی ہے کہ ان کے خطوط کو دیکھ کر انسان آنحضرت ﷺ درود بھیجنے لگتا ہے کہ کس طرح ان کو زندہ ایمان بخش دیا ہے کہ جس کو موت کے خطرات کی کوئی پرواہ نہیں بلکہ مزید چمکتا اور دمکتا نظر آتا ہے ''۔

(فرمودہ 23 ستمبر 1988ء بمقام ماریشس، منقول از ماہنامہ انصار اللہ، نومبر 1988)

وقف نو کی برکت

میری بیٹی ناصرہ بابر صاحبہ نے B.A جامعہ نصرت ربوہ سے کیا اس کی شادی میاں احسن دین صاحب باجوہ آف ضلع سیالکوٹ درویش دارالمسیح قادیان کے بیٹے عزیزم ظہور الدین صاحب بابر M.A پرنسپل گورنمنٹ کمرشل کالج کے ساتھ ہوئی اور شادی کے بعد اسے میانوالی منڈی بہاؤالدین اور گجرات میں لجنہ اماء اللہ کے لئے خوب کام کرنے کا موقعہ ملا۔ آجکل ربوہ میں مقیم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے وقف نو کی برکت سے دو بیٹے مباھل احمد، مبارز احمد اور ایک بیٹی قرۃ العین عطا فرمائی ہے۔ تینوں ماشاء اللہ ذہین وفطین ہیں اور اپنے سکولوں سے انعامات حاصل کرتے رہتے ہیں۔

میری اہلیہ

ان بچوں کی والدہ محترمہ مبارکہ نسرین بنت میاں عبدالغنی صاحب درویش ابن میاں فضل الدین صاحب صحابی کو میرے ہمراہ سری لنکا میں احمدی عورتوں کو منظم کر کے لجنہ اماء اللہ کے قیام کا موقعہ ملا۔ ربوہ میں وہ اپنے حلقہ کی لجنہ کی فعال رُکن بھی ہیں اور بہت سے بچوں اور بچیوں کو قرآن مجید پڑھانے کی توفیق انہیں ملی۔ میری غیر حاضری میں ربوہ میں جلسہ سالانہ، شوریٰ، اجتماعات پر مہمانوں کی خوب خدمت کر کے ان سے دعائیں لیتی رہیں۔ اس کی قربانی نے سب بچوں کے لئے اعلیٰ تعلیم کے حصول میں آسانی پیدا کر دی۔

مبارکہ کی قربانی

ماریشس سے میری واپسی اپریل 1969ء ہوئی تھی۔انہی دنوں حج کا موسم بھی تھا اور PIA کی فلائٹ جدہ کے راستہ کراچی آتی تھی اس لئے بھائی اسماعیل سجان صاحب کے ساتھ حج بیت اللہ کا پروگرام بنا کر تیاری کر رہے تھے کہ وکالت تبشیر سے اطلاع ملی کہ چونکہ میرا متبادل نہیں مل رہا اس لئے میرے بیوی بچوں کو ماریشس بھجوایا جا رہا ہے۔میری بیوی مبارکہ کو یہ ارشاد ملا تو اس نے حالات کا جائزہ لے کر تجویز دی کہ ہمارے بچے بڑی کلاسوں میں ہیں اور ماریشس جا کر ان کو فرانسیسی زبان سیکھنی ہوگی اس وجہ سے ان کے پڑھائی میں پیچھے رہ جانے کا امکان ہوگا، اس لئے بچوں کی خاطر قربانی کے لئے تیار ہوں۔وکالت تبشیر نے مبارکہ کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے حضور پیش کر دیا اس نے وہاں بھی یہی حالات پیش کئے تو حضور نے فرمایا پھر مولوی صاحب تین کی بجائے 4 سال بعد واپس آئیں گے۔مبارکہ نے فوراً عرض کیا حضور مولوی صاحب کو مزید ایک سال چھوڑ دو سال باہر رکھ لیں،اس کے لئے تیار ہوں تا بچوں کا مستقبل تو محفوظ ہو جائے اور وہ جماعت کے لئے مفید وجود بن سکیں۔ماشاء اللہ مبارکہ کی اس قربانی سے ہمارے چاروں بچوں کو اپنی تعلیم اچھے طور پر مکمل کرنے کی توفیق مل گئی اور سارے اپنے اپنے کاموں کے ساتھ خدمت دین کے کاموں میں بھی لگے ہوئے ہیں۔الحمد للہ۔

اللہ تعالیٰ ان سب بچوں کے حق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام والی ساری دعائیں قبول فرمائے بالخصوص یہ دعا

اہل وقار ہوویں فخر دیار ہوویں
حق پر نثار ہوویں مولیٰ کے یار ہوویں
بابرگ و بار ہوویں اِک سے ہزار ہوویں
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

جب میں نے زندگی وقف کی

1944ء میں عاجز نے اسلامیہ ہائی سکول گوجرانوالہ سے میٹرک کا امتحان دیا۔نتیجہ کے انتظار کے دنوں میں ہماری جماعت نے خالصہ ہائی سکول نزد گھنٹہ گھر میں جلسہ سیرۃ النبی ﷺ انتظام ہم چند نوجوانوں

کے سپرد کیا دن کے وقت ہم ہال میں کرسیاں اور سٹیج لگانے کا کام کر رہے تھے کہ قادیان سے اخبار الفضل ملا جس میں حضرت المصلح الموعودؓ کا خطبہ جمعہ شائع ہوا تھا جو حضور نے حضرت میر محمد اسحاق صاحب کی وفات پر دیا تھا اور وقفِ زندگی کی تحریک فرمائی تھی۔ عاجز نے جونہی وہ خطبہ پڑھا وقف کرنے کی نیت کی اور ایک پوسٹ کارڈ کے ذریعہ حضور کی خدمت میں اپنا وقف پیش کر دیا۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی اس جلسہ سیرۃ النبیؐ میں تقریر کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے ان کی خدمت میں بھی حاضر ہو کر وقف کا کارڈ لکھنے کا ذکر ہوا تو انہوں نے کامیابی کے لئے دعا فرمائی۔ امتحان کا نتیجہ نکلنے پر 713/850 نمبر حاصل کر کے سکول میں اوّل آیا تو ہمارے ہیڈ ماسٹر صوفی جمال اللہ صاحب نے میڈیکل میں داخلہ کی تحریک کی تا وظیفہ حاصل کر کے اپنے ہائی سکول کو کریڈٹ پہنچاؤں میرے ماموں صوبیدار محمد حسین صاحب نے مجھے رقم بھی بھجوادی تھی تا تعلیم الاسلام کالج قادیان کے پہلے طالب علموں میں شامل ہو جاؤں مگر میں تو وقف زندگی کر چکا تھا اس لئے حسب ارشاد قادیان حاضر ہوا، عاجز کے ساتھ سید عزیز احمد شاہ صاحب جہلم سے تشریف آئے ہوئے تھے۔ ہمارا انٹرویو خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لیا۔ مولانا عبدالرحمان صاحب انور انچارج تحریک جدید ہمیں قصر خلافت کی پہلی منزل پر لے گئے۔ حضور برآمدے میں سادہ کرسیوں پر تشریف فرما تھے، گرمی کا موسم تھا، آپ نے سفید لٹھے کی شلوار اور سفید ململ کی قمیض پہن رکھی تھی۔ ہم حاضر ہوئے تو حضور نے بڑی محبت اور شفقت سے ہمیں اپنے پاس بٹھایا اور چند باتیں پوچھیں پھر محترم انور صاحب کو ارشاد فرمایا کہ ان کو جامعہ احمدیہ میں داخل کروائیں۔ حضور کی ہدایت پر ہمارا طبی معائنہ محترم ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب انچارج نور ہسپتال نے کیا۔

جامعہ احمدیہ میں

تحریک جدید کے دفتر سے چند کاپیاں لے کر ہم جامعہ احمدیہ داخلے کے لئے پہنچے تو وہاں محترم مولانا ابوالعطاء صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ نے ہمارا استقبال کیا اور حضورؓ کی راہنمائی میں میٹرک پاس طلبہ کی پہلی سپیشل کلاس کھلنے پر خوشی کا اظہار فرمایا اور ہمیں تلقین کی کہ محنت کر کے اس کلاس کو کامیاب بنائیں۔ آپ کی اس تحریک پر ہم چند طلبہ نے گرمی کی چھٹیاں قادیان میں گزارنے کا فیصلہ کیا جہاں مسجد دارالفتوح میں حکیم محمد

اسماعیل صاحب فاضل سے ہم نے عربی گرائمر سیکھی جسے محترم حکیم صاحب نے مثالوں کے ذریعہ ہمیں ایسے آسان رنگ میں سمجھایا کہ بعد میں ہمیں کبھی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ 1948ء میں مولوی فاضل کے امتحان میں ہم مدرسہ احمدیہ سے سات سال عربی پڑھ کر آنے والے طلبہ سے بھی نمبر لے گئے اور 1950ء میں احمد نگر سے مجلس تعلیم کی مبلغین کلاس پاس کر کے دفاتر میں پہنچ گئے۔

جامعہ احمدیہ کی زندگی بڑی منظم ہوا کرتی تھی جامعہ میں ہمیں اپنے اساتذہ کرام کے علاوہ محترم پرنسپل صاحب کی شفقت ملتی تھی اور ہوسٹل میں آتے تو وہاں سپرنٹنڈنٹ مولانا ارجمند خان صاحب مہربان ہوتے تھے ۔مولانا ظفر محمد صاحب ظفر، مولانا ظہور حسین صاحب (بخارا) ، قریشی محمد نذیر صاحب ملتانی ، صاحبزادہ ابوالحسن قدسی صاحب، مولانا غلام احمد صاحب بدوملہوی ، میاں عبدالمنان صاحب عمر، ماسٹر عبدالرحمان صاحب بنگالی جیسے اکابر علما ہمارے اساتذہ میں شامل تھے ۔جنہوں نے ہر رنگ میں ہماری راہنمائی فرمائی، علمی اور عملی رنگ میں ہمیں آگے بڑھایا۔انہی دنوں ہمیں حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ چہل احادیث کو مکمل سند کے ساتھ حفظ کرنے کا نادر موقع ملا۔قادیان میں سند حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل مدینہ منورہ سے اپنے اُستاد شاہ عبدالغنی سے سُن کر لائے تھے۔ یہ سند ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم تک چالیس واسطوں سے پہنچتی ہے۔چہل احادیث میں پہلی حدیث انما الاعمال بالنیات ہے۔

کشمیر کی سیر اور قبر مسیح کی زیارت

1946ء کی موسمی تعطیلات میں ہم 8 طلبہ نے پرنسپل مولانا ابوالعطاء صاحب کی قیادت میں کشمیر کی سیر کا پروگرام بنایا۔قادیان سے روانہ ہو کر سیالکوٹ سے ہوتے ہوئے ہم جموں پہنچے۔ وہاں سے سرینگر جانے والی بس لی اور اکھنور کے موڑ پر روک کر آم خوب کھائے۔ یہی موڑ ہے جس پر جنرل اختر حسین نے 1965ء کی جنگ میں حملہ کیا اور انڈین آرمی اس کو خالی چھوڑ کر بھاگ گئی تھی مگر جب دیکھا کہ یہ میدان دو دن سے خالی پڑا ہے تو واپس آ کر دوبارہ اس پر قبضہ کر لیا آگے خوبصورت راستہ دیکھنے کے قابل تھا۔بٹوٹ کا علاقہ بہت ہی خوبصورت تھا اس سے اگلے پڑاؤ پر بس رات بھر سانس لینے کے لئے رک گئی اگلی صبح روانہ ہو کر ہم

دوپہر کے وقت سرینگر وارد ہوئے سرینگر ویلی میں داخل ہونے کے لئے بانہال کی چوٹی پر چڑھ کر نیچے اترنا پڑتا تھا یہاں کے منظر قابل دید تھے پھر سرینگر پہنچ کر ہم ہفتہ وار اخبار ''اصلاح'' کے دفتر پہنچے جہاں ''اصلاح'' کے مدیر عبدالغفار صاحب ڈار نے ہمارا استقبال کیا۔

اگلے دن ہم سرینگر شہر کی سیر کرتے محلہ خانیار پہنچے جہاں قبر مسیح کی زیارت کا موقعہ ملا۔ قبر ایک کمرہ میں ہے اور کمرہ سے باہر صحن میں بھی قبریں ہیں اور باہر ایک بورڈ پر ''مزار یوز آسف'' لکھا دیکھا ایک پہرہ دار نے بتایا کہ اسے شہزادہ نبی کی قبر بھی کہا جاتا ہے۔ جو دو ہزار سال قبل ادھر آیا تھا۔ ہمیں اطفال الاحمدیہ کے زمانہ کے وہ شعر یاد آ گئے جو ہم گوجرانوالہ میں عیسائی چرچوں میں تبلیغ کرنے جاتے تو بآواز بلند کورس میں پڑھا کرتے تھے جو یہ ہیں:۔

سن لو بھائیو سچ بیان عیسیٰ نہیں گیا آسمان
سن لو بھائیو سچ تحریر قبر عیسیٰ دی وچ کشمیر
خانیار دے وچ محلے پاس اس دے ایک چشمہ چلے

دریائے جہلم کا منبع

سرینگر سے ہم آسنور پہنچے جہاں حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ سے جماعت احمدیہ قائم ہے وہاں کے مخلصین سے مل کر ہم سب کو خوشی ہوئی اور انہیں بھی قادیان سے آمدہ دوستوں سے استفادہ کرنے کی خواہش تھی۔ وہاں کی خوبصورت مسجد میں پانچ وقت نماز باجماعت میں حاضر ہوتے جماعت نے ہمارے قیام کے لئے قریب ہی ایک ڈاک بنگلہ میں انتظام کیا جہاں ہم اپنا کھانا تیار کرنے اور دریائے جہلم کے اردگرد کی خوبصورت پہاڑیوں پر سیر کرنے میں وقت گزارتے۔ مکرم عبدالعزیز صاحب ڈار کی راہنمائی میں ہم جھیل کوثرناگ کی سیر کو نکلے جہاں سے دریائے جہلم نکلتا ہے۔ یہ بیس ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ پہلے 8 دس میل تو ہم جلدی جلدی سفر کر کے کنگ وٹن پہنچے جہاں ڈار صاحب نے اپنے ایک دوست کی شادی کی دعوت میں ہمیں شریک کیا رات کو ہم کھانے سے فارغ ہو کر میدان میں نکلے تو چودھویں کے چاند کی بہار کو

دیکھ کر ہم بہت خوش ہو گئے اور دو میل گراسی میدان میں پیدل سیر کرتے ہوئے ہم اپنی آرام گاہ پر پہنچے۔ وہاں کے وسیع سرسبز میدان کے ارد گرد اونچے درختوں کی قطار اور چاند کی چاندنی جو پورے جوبن پر تھا، کے نظارہ سے خوب لطف اندوز ہوئے۔ اس نظارے کو دیکھے ہوئے نصف صدی بیت چکی ہے مگر وہ پیارا نظارہ اب بھی آنکھوں کے سامنے ہے اور دل چاہتا ہے کہ اسی طرح کا اور نظارہ دیکھیں مگر کشمیر جنت نظیر کے مقابلہ کا نظارہ کہیں اور نظر نہیں آیا۔ اس سے ملتا جلتا ایک نظارہ پاکستان آنے کے بعد 1948ء میں اپنے ماموں صوبیدار محمد حسین صاحب کے ساتھ سندھ میں دیکھا جب ہم چھوٹی مال گاڑی میں سفر کر رہے تھے رات کا وقت تھا۔ گاڑی ایک نہر کے کنارے جا رہی تھی چاند پورے جوبن پر تھا اور مجھے نہر کے اندر اس کا عکس نظر آ رہا تھا۔ اس وقت حضرت مسیح موعودؑ کا یہ شعر زبان پر تھا۔

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بے کل ہوگیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمال یار کا

کنگ وٹن کے ایک کمرہ میں رات گزار کر اگلی صبح سویرے ہم آگے روانہ ہوئے 8 دس میل جانا اور شام کو اسی راستے واپس آ کر کنگ وٹن میں رات گزارنی تھی کم از کم یہ 16 میل کا راستہ تھا اس جیسا بھی تجربہ ہمیں دوبارہ زندگی میں نہیں ہوا۔ کنگ وٹن سے ذرا دور ہوئے تو بلند و بالا پہاڑوں نے ہمیں خوش آمدید کہنا شروع کر دیا جن کی برف پوش چوٹیوں کو دیکھ کر ہم خوش ہوئے مگر ذرا آگے بڑھے تو ان پہاڑوں پر چڑھنے کا مزہ ہی آ گیا ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں نے ہوشیار کر دیا کہ آگے برفپوش وادی میں سے گزرنا ہوگا چنانچہ آخری تین چار میل تو ہم برف پر ہی چلتے رہے اور چڑھائی بھی بعض مقامات پر ایسی تھی جیسے ہم کسی منارہ کی سیڑھیوں پر چل رہے ہیں۔ آخر دعا کرتے کرتے یہ مشکل مرحلہ طے ہوا اور اب ہمارے سامنے جھیل کوثرناگ تھی جس کے تقریباً چاروں طرف بلند و بالا برف پوش پہاڑ کھڑے تھے جھیل کا اکثر حصہ بھی برف کی چادر اوڑھے ہوا تھا اور پانی یخ بستہ جس کا تجربہ ہمیں مکئی کی موٹی روٹی کھاتے وقت ہوا کہ بڑی مشکل سے ایک آدھ گھونٹ ہی گلے سے اتارتے تو کپکپی طاری ہو جاتی تھی۔ خیر ہم سب نے جلدی جلدی کھانا کھایا اور نمازیں بخیریت واپسی کے لئے دعائیں ہی کر رہے تھے کہ زبردست بادلوں نے آن گھیرا جس پر ہمارے

گائیڈ نے فوری روانگی کا بگل بجا دیا کہ کہیں برفباری میں پھنس گئے تو واپسی مشکل ہو جائے گی اور واپسی برف پر چلنا ویسے بھی کافی مشکل تھا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کو دیکھتے اور اس کی حمد کرتے کرتے ہم واپس کنگ وڑن پہنچے اور الحمدللہ پڑھا۔ رات وہاں گزار کر ہم اگلے دن آسنور واپس پہنچے جہاں احباب ہماری خیریت کی دعائیں کر رہے تھے۔

رشی نگر میں جلسہ

ہماری آمد سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے کشمیر کی جماعتوں نے اپنا جلسہ سالانہ رکھ لیا جس کے لئے ہم آسنور سے پیدل چلے اور دریائے جہلم کا پل پار کر کے دوسری طرف رشی نگر پہنچے دو دن کا جلسہ خوب بارونق تھا اور ہمیں مختلف علاقوں سے آئے ہوئے احمدیوں سے مل کر بے حد خوشی ہوئی کہ یہ پہلے مسیح ناصری کے مریدوں کی اولاد ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں خبر دی ہے۔ وَاٰوَیْنٰھُمَاۤ اِلٰی رَبْوَةٍ ☐ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِیْنٍ (المومنون 51:) کہ جب یہودیوں نے انہیں جھوٹا سمجھ کر صلیب پر مار دینے کی کوشش کی تو ہم نے انہیں بچایا اور پھر انہیں ان کی ماں سمیت ایسی اونچی جگہ پر پناہ دی جو رہائش کے لئے بہت ہی موزوں ہے اور پانی کے چشموں سے پُر ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت مسیح ناصریؑ واقعہ صلیب کے بعد ہجرت کر کے کشمیر آئے تھے جو سطح سمندر سے 5000 فٹ اونچائی پر ہے اور لوگ بھی اسے کشمیر جنت نظر کہتے ہیں اور پھر گھر گھر چشمے ہم نے خود یاڑی پورہ میں بھی دیکھے ایک گھر میں ہم کھانے کے لئے گئے تو وسیع صحن میں تین چار چشمے دیکھے گھر والوں نے ہر ایک چشمہ کو ایک خاص کام کیلئے معین کر رکھا تھا، ایک وضو کے لئے ،ایک برتن دھونے کے لئے اور ایک پینے کے پانی کے لئے وغیرہ۔ گویا یہ جگہ مذکورہ بالا قرآنی بیان کی حقیقی مصداق ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت عیسیٰ کے کشمیر میں آنے اور وہاں وفات پا کر مدفون کی تحقیق اپنی کتاب "مسیح ہندوستان میں" بیان کی ہے۔ نیز فرمایا کہ وقت آئے گا کہ عیسائی محققین بھی اس سے اتفاق کریں گے چنانچہ آج درجنوں کتابیں یورپ اور امریکہ کے محققین نے اس مضمون پر لکھی ہیں بلکہ امریکہ میں ایک کتاب Jesus in India اور دوسری کا نام Jesus lived in India ہے والفضل ما شَھِدَتْ بِهِ الاَعدَاءُ۔ اس کی تفصیلی خبر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لیکچر لاہور میں 1904ء میں یوں دی تھی:۔

''میں دیکھتا ہوں کہ جب سے خدا نے مجھے دنیا میں مامور کر کے بھیجا ہے اسی وقت سے دنیا میں ایک انقلاب عظیم ہو رہا ہے۔ یورپ اور امریکہ میں جو لوگ حضرت عیسیٰؑ کی خدائی کے دلدادہ تھے اب ان کے محقق خود بخود اس عقیدہ سے علیحدہ ہوتے جاتے ہیں اور وہ قوم جو باپ دادوں سے بتوں اور دیوتوں پر فریفتہ تھی بہتوں کو ان میں سے یہ بات سمجھ آ گئی ہے کہ بُت کچھ چیز نہیں ہیں . . . میں اُمید کرتا ہوں کہ کچھ تھوڑے زمانہ کے بعد عنایت الٰہی اِن میں سے بہتوں کو اپنے ایک خاص ہاتھ سے دھکہ دے کر سچی اور کامل توحید کے اس دارالامان میں داخل کر دے گی جس کے ساتھ کامل محبت اور کامل خوف اور کامل معرفت عطا کی جاتی ہے۔ یہ اُمید میری محض خیالی نہیں بلکہ خدا کی پاک وحی سے یہ بشارت مجھے ملی ہے۔''

(لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد 20، صفحہ 181)

مقامی تبلیغ

حضرت مصلح موعودؓ نے مرکز احمدیت کو مضبوط کرنے کے لئے جو اقدامات کئے تھے ان میں ایک شعبہ مقامی تبلیغ کا قیام بھی تھا، جس کا مقصد صرف اور صرف یہی تھا کہ قادیان کے ضلع گورداسپور میں احمدیت کی اشاعت کی جائے اس کے لئے ایک الگ نظارت دعوۃ وتبلیغ مقامی قائم کی گئی تھی، اسکے ذمہ دار 1945-46ء میں چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے تھے جو ایک گاڑی میں متحرک نظر آتے تھے۔ قادیان کے دوست بھی چھوٹے چھوٹے گروپ بنا کر اردگرد کے دیہات میں پیغام حق پہنچانے جاتے تھے۔ ہم طلبہ جامعہ احمدیہ کی بھی اس کام کے لئے باقاعدہ ڈیوٹیاں لگتیں اور ہم ہر جمعہ کو میدان عمل میں نکلا کرتے تھے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ مولوی جلال الدین صاحب قمر کے ساتھ ہم جاتے اور وہ راستہ میں تبلیغی لطیفوں سے بھی محظوظ کیا کرتے تھے اسی طرح مولانا محمد منور صاحب کے ساتھ جانے کا موقع بھی ہمیں ملا۔ ان کے واقعات میں تو مزاح کا رنگ بھی ہوتا جو ہمیں خوب یاد رہ جاتے۔ تبلیغی میدان میں یہ تجارب بہت کام آئے۔ الحمدللہ۔

چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی فتح

1946ء کے آخر میں متحدہ ہندوستان میں آخری انتخاب ہوئے مسلم لیگ اور کانگرس کا زبردست مقابلہ تھا۔ ہمارے حلقہ بٹالہ میں ایک مسلمان پیر کانگرسی پٹھو آزاد کھڑا ہوا، جس کا مقابلہ کرنے کے لئے حضرت المصلح الموعودؓ نے چوہدری فتح محمد صاحب سیال کو .M.P.A کے لئے کھڑا کیا قادیان میں سب کو ووٹر بنانے کی خوب تیاری ہوئی حتیٰ کہ میری والدہ محترمہ چراغ بی بی صاحبہ نے بھی قرآن مجید کی مدد سے اردو سیکھی اور اپنے ووٹ کی درخواست پر اپنے ہاتھ سے دستخط کئے اور اس طرح چوہدری صاحب کو ووٹ دیا۔ ہم جامعہ احمدیہ کے طلبہ الیکشن مہم میں پیش پیش تھے۔ میری ڈیوٹی ایک لاری پر تھی اور ہمیں ہر رات کسی نہ کسی گاؤں میں جا کر ووٹروں کو تیار کرنا اور پھر سحری کے وقت انہیں سوار کر کے پولنگ سٹیشن پر لے جانا ہوتا تھا۔ گویا ہم مقرر بھی تھے منتظم بھی، پھر ٹرانسپورٹر بھی۔ غرض ہمیں کئی پاپڑ بیلنے پڑتے تب کہیں جا کر ووٹ ملتے تھے ایک رات ہم سفر کر رہے تھے تو لاری کا ایکسل ٹوٹ گیا اور ایک پہیہ نکل کر آگے بھاگ گیا تاہم لاری آرام سے کیکر کے ایک درخت سے جا لگی۔ لاری ووٹروں سے بھری ہوئی تھی اور سردی بھی خوب تھی، ووٹر احباب تو اِدھر اُدھر آرام کی جگہ کی تلاش میں چلے گئے ہم نے لکڑیاں اکٹھی کیں۔ ان پر موبل آئیل ڈالا اور آگ روشن کی اور اس کی روشنی میں لاری کی گمشدہ چیزوں کو تلاش کیا اور ٹھیک کیا اور جب لاری نے سٹارٹ لیا تو فجر کی اذانیں شروع ہو گئیں تھیں خیر ہم نے جلدی جلدی منزل مقصود پر پہنچنے کی سعی کی۔ میں نے اپنا نیا کمبل تلاش کیا تو ندارد، اسی طرح میرے نئے بوٹ بھی کسی کے کام آ چکے تھے اور میری رسٹ واچ کام کے دوران کہیں گر گئی جس کا مجھے پتہ ہی نہ چلا۔ لیکن ہمیں ان چیزوں کی یاد ہی بھول گئی جب ہم نے چوہدری صاحب کی کامیابی کی خبر سنی۔ چوہدری صاحب نے اسمبلی میں جا کر اپنا ووٹ مسلم لیگ کو دیا اور اس طرح مسلم لیگ کی کامیابی نے پاکستان بنایا۔ الحمدللہ کہ مسلمانوں کو لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی برکت سے سر چھپانے کی جگہ مل گئی اور پاکستان بن گیا مگر آج وہی پاکستانی اس پاک کلمہ کو پلید پانیوں اور ہاتھوں سے احمدیوں کی مسجدوں سے مٹا رہے ہیں اور اس کی سزا بھی پا رہے ہیں۔

ہجرت پر مجبور کر دیئے گئے

1947ء کے شروع میں پاک و ہند کی دو آزاد سلطنتوں کے قیام کے فیصلہ کے بعد ایک باؤنڈری کمیشن ترتیب دیا گیا جس کے صدر مسٹر ریڈکلف انگلستان سے آئے اور ان کی مدد کے لئے مقامی مسلمان اور ہندو جج صاحبان تھے ان کی ذمہ داری یہ تھی کہ طرفین سے حالات اور دلائل سن کر پاک و ہند میں باؤنڈری کا فیصلہ کریں۔ قادیان بھی متحدہ پنجاب میں تھا۔ اس لئے جماعت احمدیہ نے اس کمیشن میں اپنی معروضات مسلم لیگ کے مشورہ سے پیش کرنے کا فیصلہ کیا بلکہ مسلم لیگ کی مدد کے لئے انگلستان سے ایک ایکسپرٹ مسٹر Spat کو اپنے خرچ پر بلایا اور اس کی راہنمائی میں کام شروع کیا۔ کالج اور جامعہ احمدیہ کے طلبہ نے دن رات کام کر کے مختلف نقشے بنانے اور مردم شماری کے لحاظ سے مختلف اعداد و شمار تیار کرنے کی غیر معمولی خدمت سرانجام دی۔ مسلم لیگ کے صدر مسٹر جناح نے چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو اس کمیشن میں مسلم لیگ کا مؤقف پیش کرنے کا ارشاد فرمایا۔ چوہدری صاحب کی مدد کے لئے ہم نے خوب تیاری کی۔ مجھے خوب یاد ہے کہ حضرت المصلح الموعودؓ ہمارا رات کا تیار شدہ مواد لے کر روزانہ اپنی چھوٹی سی کار میں لاہور جاتے اور چوہدری صاحب کی مدد فرماتے۔ اس کام کا نتیجہ تھا کہ 14 اگست کو باؤنڈری کمیشن نے جو اعلان کیا اس کے مطابق ضلع گورداسپور پاکستان کے حصہ میں آیا مگر ہندو انگریز گٹھ جوڑ میں جو پہلے سے طے ہو چکا تھا اس کا اعلان 18 اگست کو ہوا تو اس میں تحصیل بٹالہ اور گورداسپور کو ہندوستان میں شامل کر دیا گیا اور اس طرح قادیان جو پہلے اعلان کے مطابق پاکستان میں تھا، اب ہندوستان میں آ گیا۔

تقسیم کے وقت ہندوؤں کی اشتعال انگیزی پر پنجاب کے سکھوں نے مسلمانوں پر اس قدر ظلم ڈھائے کہ وہ لاکھوں کی تعداد میں پاکستان کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ہم نے قادیان میں اردگرد کے مسلمانوں کی مدد کی۔ ان کو اپنے اداروں میں سر چھپانے کی جگہ دی اور لنگر خانہ سے کھانا کھلاتے رہے۔ پھر ان کی خواہش پر انہیں پاکستان کی طرف روانہ کرتے رہے اس وجہ سے سکھوں نے قادیان کے امن پسند لوگوں پر بھی حملے شروع کر دیئے ہم خدام دن رات قادیان کی حفاظت کی خاطر پہرے دیتے۔ اسی دوران رمضان المبارک آ گیا تو مجھے وہ راتیں نہیں بھولتیں جب ہم باری باری رات کے پہلے پہر نماز تراویح مسجد اقصیٰ ادا کرنے جاتے جو حافظ محمد رمضان صاحب پڑھاتے تھے اور سحری کے وقت مسجد مبارک میں تہجد

باجماعت پڑھتے اور خوب دعائیں کرتے۔ ان دعاؤں کو خدا تعالیٰ نے سنا اور ستمبر اکتوبر میں اہل قادیان مختلف کنواؤں میں روانہ ہوتے رہے اور بخیریت پہنچ کر رتن باغ لاہور میں حضرت المصلح الموعودؓ کو اطلاع دیتے رہے۔ ستمبر کے شروع میں قادیان پر سکھوں نے انڈین ملٹری کی راہنمائی میں حملے جاری رکھے اور اہل قادیان کو تعلیم الاسلام کالج، ہائی سکول اور بورڈنگ تحریک جدید میں پناہ لینی پڑی، وہاں ہمیں اُبلی ہوئی گندم سے کئی دن گزارہ کرنا پڑا اور جب اکثر دوست مع اہل وعیال قافلوں میں رخصت ہو گئے تو ہم ڈیوٹیوں والے خدام بھی قادیان کے حلقہ مسجد مبارک میں آ گئے۔ اس طرف بھی سکھوں نے پولیس اور ملٹری کی مدد سے حملے جاری رکھے جن میں بعض مخلصین کو شہادت نصیب ہوئی۔ ہم نے تو عزم کیا ہوا تھا کہ اس علاقہ کو ہم نے خالی نہیں کرنا کہ اس میں مقدس مقامات ہیں۔ حضرت المصلح الموعودؓ نے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے احمدیہ مسلم مشنوں کے ذریعہ پنڈت جواہر لعل نہرو وزیر اعظم ہندوستان پر قادیان کی حفاظت کے لئے دباؤ ڈالا ، بال آخر حکومت ہند نے مجبور ہو کر ہمیں قادیان کے مقدس مقامات کی حفاظت کے لئے 313 درویشان کرام کو قیام کی اجازت دی۔ جس پر زائد خدام کو ہدایت ہوئی کہ پاکستان پہنچ کر اپنی تعلیم جاری رکھیں۔ چنانچہ 12 نومبر 1947ء کے قافلے میں عاجز بھی لاہور (پاکستان) پہنچا اور جامعہ احمدیہ جو لاہور کے D.A.V. College کے ہوسٹل کے چند کمروں میں شروع ہو چکا تھا میں حاضر ہوا۔ وہاں سے ہمارا جامعہ چنیوٹ منتقل ہوا پھر وہاں سے 8 میل دور احمد نگر کی بستی میں کئی سال چلتا رہا۔

احمد نگر میں ہمارا قیام ہوا تو جامعہ احمدیہ اور مدرسہ احمدیہ کے دو تین سو طلبہ کے لئے کھانے کا انتظام کرنا مشکل ہوا۔ ملکی تقسیم کی وجہ سے فصلوں کو بہت نقصان ہوا تھا مجھے یاد ہے کہ ایک رات میں اپنے دوست اور کلاس فیلو مکرمی مولوی محمد اسماعیل صاحب اسلم کی معیت میں انکے گاؤں مانگٹ اونچے پہنچا اور وہاں کے احمدیوں سے ہم گندم گدھوں پر لے کر پیدل احمد نگر پہنچے مگر وہ بھی 8/10 دنوں میں ختم ہو گئی کسی وقت چاولوں میں گاجریں اور گڑ ڈال کر پکا لیتے اور گزارا کر لیتے مگر تا بکے۔ آخر 20 فروری 1948ء کو ہمارے پرنسپل مولانا ابوالعطاء صاحب نے ہمیں چھٹیاں دے دیں جو کئی ماہ تک جاری رہیں۔ مجھے اس سال 1948ء میں پنجاب یونیورسٹی میں مولوی فاضل کا امتحان دینا تھا۔ اب نہ ہمارے پاس کتب اور نہ ہی اساتذہ تھے اور امتحان بہت مشکل

تھا جومئی میں ہونا تھا، خیر میں نے اپنے بڑے بھائی ماسٹر محمد ابراہیم صاحب درویش کی مدد سے قادیان سے نصاب کی کتب منگوالیں اور ماڑی پور کراچی میں اپنے سب سے بڑے بھائی عبدالسلام صاحب کے پاس چلا گیا وہاں مجھے کتابیں پڑھنے کا خوب موقع مل گیا اور مئی میں واپس آ کر مولوی فاضل کا امتحان لاہور میں دیا تو اپنی کلاس میں اوّل آیا۔ الحمدللہ۔

فرقان فورس

امتحان کے فوراً بعد فرقان فورس میں بطور والنٹیر حاضر ہو گیا۔ یہ وہی فرقان فورس تھی جو حضرت مصلح موعودؓ نے آزاد کشمیر حکومت کی مدد کے لئے قائم کی تھی۔ لاہور آفس سے ہمیں سرائے عالمگیر کیمپ میں 15 دن رائفل ٹریننگ کے لئے لے گئے۔ یہ کیمپ اپر جہلم نہر کے کنارے پر تھا۔ ہم نے ذوق وشوق سے 3.3 رائفل کی ٹریننگ جلدی جلدی مکمل کی اور ہمیں پورے سامان سے لیس کر کے بھمبر کے راستے محاذ کے لئے پیدل روانہ کر دیا گیا، جہاں فرقان فورس انڈین آرمی کے سامنے کیمپ لگائے ہوئے تھی۔ میری کمپنی کا نام برکت تھا، جس کے انسٹرکٹر بھی برکت صاحب تھے انہوں نے نہایت محبت سے ہمیں محاذ پر کام کرنے کی تربیت دی۔ روزانہ صبح .P.T کے بعد مشین گن چلانے کی مشق ہوتی، رات کو ہم آگے پٹرول پر جانے کے شوقین بھی تھے۔ اندھیری راتوں میں اونچی نیچی پہاڑیوں پر گرتے پڑتے ہم دور دور تک اپنے علاقہ کی دشمن سے حفاظت کیلئے نکل جاتے تھے خطرہ بھی بہت ہوتا تھا کہ کہیں دشمن نے چھپ کر ہم پر فائرنگ کر دی تو کیا بنے گا۔ باری باری ہماری ڈیوٹی ایک ہفتہ کے لئے کچن میں بھی لگتی، جہاں دونوں وقت اکثر مسور کی دال ہی پکائی ہوتی تھی اور ناشتہ میں چائے کے ساتھ روٹی ملتی تھی۔ میری ڈیوٹی کچن میں لگی تو میں نے سٹور میں بھری ہوئی بوریاں دیکھیں۔ پوچھنے پر پتہ لگا کہ یہ خشک آلو ہیں جو جنگ میں سے بچے ہوئے آئے ہیں مگر کوئی ان کو استعمال کرنا نہیں جانتا تھا اس لئے بوریاں یوں اکٹھی ہوتی گئیں۔ میں نے انکو پکانے کا تجربہ کرنے کا سوچا، رات کو بھگو کر صبح ناشتہ کے لئے تیار کیا تو سب نے خوشی کے نعرے لگائے کہ چلو کچھ سبزی تو ملی ہے پھر کیا تھا ہر روز ناشتہ میں یہی آلو ملنے لگے اور یہ بوریاں دیکھتے ہی دیکھتے ختم ہو گئیں۔

ہمارے پاس ڈسپنسری کے انچارج دوالمیال کے عظیم آدمی قاضی عبدالرحمن صاحب تھے۔ ہم طالب علموں کا

جب لال دوائی (ہاضمون) پینے کو دل چاہتا تو قاضی صاحب کے پاس پہنچ جاتے اور پیٹ درد کا بہانہ لگا کر لال دوائی سے منہ کا ذائقہ بدل لیتے۔ چند ماہ کے تجربہ نے بتایا کہ توحید پرستوں کے سامنے بت پرستوں کا مقابلہ ہی کیا، انڈین سامنے کی اونچی پہاڑی سے بمباری کرتے رہتے تھے ادھر ہم چھوٹی سی پہاڑی پر ڈیرے لگائے ان کی پرواہ ہی نہیں کرتے تھے۔ اسی جرأت اور بہادری کو دیکھ کر پاکستانی کمانڈر انچیف نے ہمارے والنٹیئر ز کو عمدہ کارکردگی کے سرٹیفکیٹ بھی جاری کئے تھے۔

نور آتا ہے نور

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
جن کو خدا تعالیٰ نے پیشگوئی المصلح الموعود کا مصداق بنایا

برکات خلافت

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کے ساتھ برکات وابستہ کر رکھی ہیں ان کا اظہار مختلف رنگوں میں ہوتا نظر آتا ہے۔ درج ذیل چند واقعات سے ان کی تصدیق ہوتی ہے۔

1950ء میں جامعہ احمدیہ، احمد نگر سے آخری مبلغین کلاس میں اوّل رہا اور حسب ارشاد وکالت تبشیر ربوہ میں حاضر ہوا تو میری تقرری سری لنکا کے لئے کر دی گئی روانگی سے قبل حضرت المصلح الموعودؓ کی ملاقات کے لئے کچے کوارٹروں میں حاضر ہوا تو پیارے آقا نے سری لنکا جماعت کی مشکلات کا تفصیلی ذکر فرمایا جن کی وجہ سے مرکزی مبلغ بھجوانے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ عاجز مشکلات سنتا رہا اور دل ہی دل میں خائف کہ میری عمر ہی کیا صرف بائیس تئیس سال نہ وہاں کی زبان سے واقف اور نہ ہی وہاں کے حالات سے آشنا۔ ان مشکلات پر کیسے قابو پاؤں گا؟ ہماری باتیں ہوئیں حضور کھڑے ہو گئے۔ معانقہ ہوا اور پھر آخری مصافحہ۔ اس آخری مصافحہ میں یوں لگا جیسے بجلی کے کرنٹ کی ایک لہر حضور کے ہاتھ سے نکل کر میرے ہاتھ میں آئی اور بازو سے گزرتی ہوئی سیدھی دل تک جا پہنچی۔ اس سے میں تو گھبرا گیا مگر میرا ہاتھ حضور انور کے ہاتھ میں تھا اس لئے

جلدی کنٹرول ہوگیا۔ اس واقعہ پر آج نصف صدی گزرنے کو ہے مگر یہ نظارہ ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے ہے اور بھولتا نہیں اور اس کے نتائج بھی بڑے عظیم الشان ہوتے رہے ہیں کہ ملاقات میں مشکلات کا سن کر جو خوف مجھے محسوس ہو رہا تھا اس سے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے مجھے محفوظ کر دیا۔ وہ دن اور آج کا دن جماعت کے لئے اندرونی مشکلات درپیش ہوں یا بیرونی۔ کبھی گھبراہٹ نے مجھے خوف زدہ نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ کی نصرت سے مسائل حل ہوتے چلے آئے ہیں۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔ حضرت اقدس کی یہ دعا ہمیشہ ماٹو رہی ہے۔

اس دین کی شان وشوکت یارب مجھے دکھادے　　　سب جھوٹے دین مٹادے میری دعا یہی ہے

سری لنکا کا ویزا

سری لنکا میں جماعت احمدیہ تو 1915ء میں مکرم صوفی غلام محمد صاحب بی اے نے ماریشس جاتے ہوئے اپنے تین ماہ کے مختصر قیام میں منظم کر دی تھی اور کبھی کبھار جنوبی ہند/ مالابار سے ہمارے مربی مولوی بی عبداللہ صاحب بھی دو تین ماہ کے ویزا پر جاتے تھے۔ علاوہ ازیں ایک مرتبہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب ہالینڈ سے آنے والی مس ہدایت بڈ کو لینے کے لئے کولمبو آئے اور چند ہفتے قیام کے دوران بڑے مفید لیکچرز دیئے اسی طرح ماسٹر عبدالرحمان صاحب (مہر سنگھ) بھی پورٹ بلیر (عرف کالا پانی) میں بطور ٹیچر جاتے تو راستہ میں کولمبو میں تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھتے تھے اب وہاں کے دوستوں کے مطالبہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مستقل طور پر احمدیہ مشنری بھجوانے کا ارشاد فرمایا تو عاجز کو اس کا حکم ملا۔ ویزہ کے لئے سری لنکا کے ہائی کمیشن واقع کراچی میں درخواست بھجوائی گئی تو نفی میں جواب آ گیا۔ وکالت تبشیر والے اس جواب کے ساتھ مجھے بھی حضور کے پاس لے گئے تو حضورؓ نے فرمایا جاؤ کراچی کے امیر عبداللہ خاں کو کہو کہ ویزا لے کر دیں اور وہاں جا کر اگر مشکل ہو کچھ دیر کے لئے برما چلے جاؤ پھر واپس سری لنکا آ جانا اور اگلی بار سنگاپور چلے جانا پھر واپس آ جانا۔ اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد پر ہم چھ مربی باہر جا رہے تھے:

شیخ نور احمد منیر صاحب (بیروت)	محمد اسحاق ساقی صاحب (ٹرینیڈاڈ)
مولوی غلام احمد صاحب (عدن)	حافظ بشیر الدین عبید اللہ صاحب (ماریشس)

مولوی عطاء اللہ صاحب (مغربی افریقہ) اور عاجز محمد اسماعیل منیر (سری لنکا)

حضور نے یہ فیصلہ بھی فرمایا کہ ہم سب بیوی بچوں کو ساتھ لے جائیں اور دس سال بعد واپسی ہو گی نیز بحری جہاز میں Deck کلاس کا کرایہ ملے گا اس فیصلہ کی تعمیل میں چھ مربیان کی بیویوں کے پاسپورٹ بنوانے کی ڈیوٹی میرے سپرد ہوئی چنانچہ کاغذات سیکریٹیریٹ لاہور لے گیا، وہاں سے پولیس کی تصدیق کے لئے کاغذات خود لے کر جھنگ پہنچا جہاں اچانک محمد یامین صاحب تاجر کتب قادیان کے بیٹے یوسف صاحب سے ملاقات ہوگئی اور ان سے تعاون کی درخواست کی انہوں نے مدد کی حامی بھر لی مگر فرمایا پہلے ان کی مدد کروں ان کا اکلوتا بیٹا سخت بیمار ہے وہ کسی ڈاکٹر کی تلاش میں گھر سے نکلے ہیں اور بہت فکر مند ہیں، جس پر ہم نے تجویز کی کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں بچے کی صحت یابی کے لئے دعا کے لئے درخواست بذریعہ ٹیلیگرام کی جائے چنانچہ ہم نے پوسٹ آفس جا کر یہ کام مکمل کیا پھر گھر گئے تو حیران رہ گئے ان کا بیمار بچہ بیٹھا کھیل رہا تھا۔ پھر وہ میرے ساتھ ضلع کے پولیس آفیسر کے پاس گئے اور وہاں سے کام جلدی جلدی مکمل کروایا اور پھر وہی کاغذات لے کر عاجز چنیوٹ تحصیل میں آیا اور وہاں سے کاغذات مکمل کروا کر لالیاں تھانے سے رپورٹ مکمل کروائی اور واپس چنیوٹ اور جھنگ سے ہوتا ہوا کاغذات لاہور سیکریٹیریٹ گیا، جہاں سے چھ عدد پاسپورٹ حاصل کر کے ربوہ پہنچا۔ اس طرح نئے پاسپورٹ بنوانے پر چھ ماہ کی بجائے صرف پندرہ دن صرف ہوئے۔ ہم دونوں میاں بیوی پاسپورٹ تیار ہونے پر کراچی پہنچ گئے۔ ربوہ سے روانگی سے قبل وکیل التبشیر محترم چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ نے اپنے گھر ہم دونوں کو ڈنر پر بلایا۔ ان کی بیگم کلثوم صاحبہ نے بہت پُرتکلف دعوت کا انتظام کیا ہوا تھا۔ ربوہ سے چناب ایکسپریس پر روانگی کے وقت خوب نعرے لگے۔ کراچی میں بھائی عبدالسلام صاحب کے گھر مارٹی پور میں قیام کیا جہاں سے صبح سویرے سائیکل پر 7/8 میل سفر کر کے چوہدری عبداللہ خان صاحب کے دفتر پہنچ جاتا مکرم چوہدری صاحب بڑی عزت سے پیش آتے اور میرے ویزے کے لئے روزانہ کوشش کرتے آخر 5/6 دن کے بعد ان کے ایک دوست فیروز خاں پاسپورٹ آفیسر کی سفارش پر سری لنکا کے سفیر مسٹر ٹی۔ بی۔ جایا نے مجھے تین ماہ کا ویزا جاری کر دیا اور ہم دونوں Aronda جہاز جو کراچی سے چٹا کانگ جایا کرتا تھا میں Deck

کلاس کا ٹکٹ لے کر سوار ہو گئے۔ ہمارے ٹکٹ کھانے کے بغیر تھے اور ان پر کل خرچہ یکصد روپیہ آیا تھا۔ کھانے کے لئے ہماری بھابی مسعودہ بیگم نے مختلف چیزیں نمک پارے، خطایاں، کیک وغیرہ تیار کر دیئے تھے اور چائے بنانے کا سامان بھی ہم نے لے لیا تھا، یہ چیزیں ہم سے تین دن میں بھی ختم نہ ہو سکیں اور ہم کولمبو کی بندرگاہ میں داخل ہو گئے ۔ جہاں محترم حکیم فضل الٰہی صاحب سمیت بہت سے احمدی احباب ہمارے استقبال کے لئے موجود تھے۔

ہمارے عارضی قیام کا انتظام کولمبو سے 23 میل دور نیگومبو جماعت میں کیا گیا تھا جہاں ارد گرد احمدی احباب کے متعدد مکان تھے اور احمدیہ مسجد بھی قریب ہی تھی۔ ہم وہاں کی دونوں زبانوں تامل اور سنہلیز سے ناآشنا تھے انگریزی اور اردو سے کام چلانا شروع کیا۔ انگریزی سے ترجمہ بالعموم برادرم T.A احمد صاحب اور جمال الدین صاحب کرتے اور اردو سے بھائی بشیر احمد صاحب۔ چند پرانے احمدیوں کے نام میں نے ریویو آف ریلیجنز میں پرانی مطبوعہ رپورٹوں سے حاصل کر رکھے تھے۔ مثلاً مسٹر T. K. LYE، مسٹر Mantara، مسٹر Mussaffar وغیرہ۔ آہستہ آہستہ ان سے رابطہ کیا اور ان کے بچوں نے انگریزی زبان میں میرے خطبات جمعہ سن کر جماعتی کاموں میں دلچسپی لینی شروع کر دی۔ میرے لئے ان کے گھروں میں جا کر انگریزی میں بات چیت کرنے میں ترجمان کی ضرورت نہ تھی اس لئے اس سہولت سے میں نے بھی خوب فائدہ اُٹھایا۔ انگریزی بولنے والے پرانے خاندان مبلغ کی آمد سے زندہ ہو گئے اور ہماری باہمی دلچسپی بڑھتی گئی۔ میرا تین ماہ کا ویزا ختم ہونے کو آیا تو میں سب خاندانوں کو الوداعی سلام کہنے حاضر ہوا تو اسی دوران ہمارے دوست A.W. Mussaffer جو کولمبو بندرگاہ کے فائر برگیڈ آفیسر اور سری لنکا Soccer Ass. کے سیکرٹری تھے، کے ہاں الوداعی ملاقات کرنے گیا تو وہ بڑے حیران ہوئے کہ ابھی تو ہمارے بچوں کو نئی جماعتی زندگی ملنی شروع ہوئی اور آپ واپس جا رہے ہیں یہ کیا بات ہوئی۔ انہوں نے میرا پاسپورٹ مانگا جو اگلے دن میں نے لا کر اُنہیں دے دیا اور اس سے اگلے دن انہوں نے اس پر ایک سال کے Resident Visa کی مہر لگوا کر مجھے واپس کر دیا اور فرمایا کہ اب جلدی کی کیا ضرورت ہے۔ دراصل ایمگریشن آفیسران کا کلاس فیلو رہا تھا اس نے استثنائی طور پر ویزا اجاری کر دیا۔ پھر ہر سال سیلون مسلم لیگ کی سفارش پر میرے

ویزا میں حکومت توسیع کرتی رہی ۔ اس طرح سات سال تک مجھے وہاں جماعت کی خدمت کا موقع ملا اور 1958ء میں سری لنکا کے طالب علم عبدالرحمان قریشی شاہد بن کر واپس پہنچے تو انہیں چارج دے کر مجھے واپسی کا ارشاد ہوا۔

خلیفۂ وقت کی راہنمائی کامیابی کی ضمانت

سری لنکا میں لوگ دو مقامی زبانیں بولتے تھے، اکثریت کی زبان سنہلیز (Sinhaleese) اور باقی لوگوں کی تامل (Tamil) تھی مگر انگریزوں نے اپنے دورِ حکومت میں انگریزی کو خوب رواج دیا تھا ۔سکولوں میں انگریزی پڑھائی جاتی تھی ۔ دفتری زبان بھی یہی تھی، اہم اخبار یں بھی انگریزی زبان میں شائع ہوتی تھیں ۔ مجھے انگریزی سے کچھ شدھ بدھ تھی ۔ اس لئے عاجز نے دعائیں کرتے ہوئے انگریزی زبان میں کئی کام شروع کر دیئے، جن میں سب سے اہم کام ''قرآنی اسباق'' Quranic Lessons کا جاری کرنا تھا جس کے لئے انگریزی ٹائپ رائٹر "Torpedo" نامی کے علاوہ ایک سادہ سی سائیکلوسٹائل مشن خرید لی ۔ 1944ء میں میٹرک کے امتحان دینے کے بعد نتیجہ کے انتظار کرتے ہوئے میں نے پانچ روپے فیس ادا کر کے ایک ادارہ سے ٹائپنگ کی کچھ مشق ایک ماہ تک کی ہوئی تھی جو 8 سال بعد سری لنکا میں کام آئی چنانچہ قرآنی اسباق تیار کر کے خود ہی ٹائپ کرتا پھر سائیکلوسٹائل کر کے کاپیاں بذریعہ پوسٹ ان نوجوانوں کو بھجواتا جو اس کا اشتہار مقامی اخباروں میں دیکھ کر مطالبہ کرتے ۔ یہ اسباق کیمبرج یونیورسٹی (U.K) کے "O" لیول کے اسلامی دینیات کے نصاب کے مطابق تیار کرتا اور سری لنکا کے سکول طلبہ کو اسی امتحان کے لئے تیار کرتے تھے ۔ چنانچہ یہ اسباق مسلمانوں کے علاوہ ہندوؤں اور عیسائیوں میں بہت مقبول ہوئے کہ اسلامی نصاب آسان اور مختصر ہے جن کو تیار شدہ یہ اسباق گھر بیٹھے مفت مل جاتے تھے ان کی مدد سے امتحان کے اسلامی پرچہ میں ان کو اچھے نمبر مل جاتے تھے ۔ چند ہی ماہ میں قرآنی اسباق حاصل کرنے والوں کی تعداد 100 سے اوپر ہوگئی جو ملک کے ہر کونے میں پھیلے ہوئے تھے ۔ اس زمانہ میں ان اسباق کے لئے کاغذ سیاہی اور ڈاک کا خرچہ کم وبیش 20 روپیہ ماہوار آتا تھا جماعت کے بعض احباب جو انگریزی سے ناواقف تھے معترض ہوئے کہ جماعت کے ہر ماہ 20 روپے ضائع ہو رہے ہیں میں نے

یہ بات حضرت المصلح الموعودؓ کی خدمت میں پیش کر کے راہنمائی حاصل کرنی چاہیئے تو حضور کا ارشاد موصول ہوا کہ قرآنی اسباق کو ہرگز بند نہ کریں۔قرآن کی محبت اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں ڈال رکھی ہے یہ کامیاب ہوں گے۔حضور کی اس رہنمائی میں عاجز نے یہ اسباق مسلسل جاری رکھے اور بیس اسباق میں اسلامیات کے سارے نصاب کو مکمل کر دیا اور پھر عوام کے مطالبہ پر ان اسباق کو An Outline of Islam کے نام سے طبع کروا دیا۔عوام نے خود ہی اس کے ترجمے مقامی زبانوں میں شائع کئے اور ہر جگہ طلبہ نے اسے استعمال کرنا شروع کر دیا اور طلبہ کو یہ یقین ہو گیا کہ احمدیہ مشن جو قرآن/ اسلام سکھاتا ہے وہی صحیح اسلام ہے جسے عقل بھی تسلیم کرتی ہے آہستہ آہستہ ان طلبہ کا دائرہ تعارف بڑھتا گیا اور ان طلبہ کے ذریعہ کئی مقامات پر احمدیت کے پودے لگے جواب بارآور ہو رہے ہیں اور بعض مقامات پر تو احمدیہ مساجد بھی بن چکی ہیں۔الحمدللہ۔

حضرت المصلح الموعودؓ کا ایک کشف

سری لنکا کی اکثریت کی زبان سنہلیز ہے۔آزادی (1948) کے بعد اس زبان کو اور بھی اہمیت دی جانے لگی حتی کہ 1956 کے انتخابات میں سری لنکا فریڈم پارٹی کے لیڈر S.W.R.D. Bandara Naike (جن کی بیٹی بھی ملک کی وزیر اعظم رہی ہے) نے اپنے منشور میں پہلی شق یہی رکھی کہ "ملک کی سرکاری زبان صرف سنہلیز ہوگی" اس وجہ سے ملک کی اکثریت نے ان کا ساتھ دیا اور وہ انتخابات جیت کر وزیر اعظم بن گئے اور ایک ماہ کے اندر اندر انہوں نے پارلیمنٹ سے یہ قانون پاس کروا کر سنہلیز زبان کی اہمیت کو واضح کر دیا۔گویا اس مردہ زبان میں نئی زندگی پیدا کر دی گئی اور اس زبان کی کتب کو غیر معمولی اہمیت دی جانے لگی ہمارے لئے دلچسپ بات اس لئے ہوئی کہ ہمارے آقا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس واقعہ سے چار سال قبل اللہ تعالیٰ نے اس طرف راہنمائی فرمادی تھی اس بارہ میں حضور کا ایک کشف اخبار الفضل 14 دسمبر 1952ء میں یوں شائع شدہ ہے۔

"ہمارے سلسلہ کا لٹریچر سنہلیز زبان میں شائع ہونا شروع ہو گیا ہے۔اس کے نتائج اچھے نکلیں گے۔

میں خواب میں کہتا ہوں کہ سنگھالیز زبان تو ہے تو یہ سنہالیز کیوں لکھا ہے پھر میں سوچتا ہوں کہ سنہالیز زبان کونسی ہے‘‘ (الفضل 24 دسمبر 1952ء)

یَنۡصُرُک ☐ رِجَالٌ نُوۡحِیۡ اِلَیۡهِمۡ مِنَ السَّمَآءِ

حضور کے اس کشف کو پڑھ کر خوشی سے سجدہ شکر ادا کیا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری دلی خواہش کے مطابق یہاں کی اکثریتی زبان میں ہمیں کچھ کامیاب کوشش کرنے کی توفیق دے گا۔ جب سے میں نے سری لنکا میں قدم رکھا تھا میں کوشاں تھا کہ اس زبان میں کوئی کتاب یا پمفلٹ شائع کروں اور اس ملک کی اکثریت سے ان کی زبان میں ملوں مگر کوئی راستہ کھلتا ہی نہ تھا۔ اپنی جماعت میں اتنا پڑھا لکھا آدمی نہ ملا باہر کی دنیا میں جہاں کسی پرانے آدمی کا پتہ چلتا اس کے پاس پہنچتا تو وہ معذرت کر دیتا لیکن جونہی حضور کو اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ اس زبان میں اب لٹریچر شائع ہوگا اور پھر وہ مقبول بھی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے غیب سے دروازے کھولنے شروع کر دیئے اور ایسے لوگوں کے دلوں میں یہ خواہش ڈالی جن سے میرا کبھی رابطہ بھی نہ ہوا تھا ان میں ایک ہمارے ڈاکٹر A.C.M Sulaiman تھے جو ایک دن صبح سویرے ہمارے مشن ہاؤس میں آئے عاجز قرآنی اسباق سائیکلوسٹائل کررہا تھا۔ سیاہی سے ہاتھ بھرے ہوئے تھے اسی حال میں ان کو خوش آمدید کہا تو انہوں نے کہا کہ وہ مشنری انچارج سے ملنا چاہتے ہیں۔ عاجز نے انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا اور Pepsi پیش کی نیز بتایا کہ عاجز ہی مشنری انچارج ہے تو فرمانے لگے کہ ان کی خواہش ہے کہ وہ کوئی اسلامی کتاب سنہلیز زبان میں شائع کروائیں اور اس کے لئے اُنہیں کتاب کی تلاش ہے۔ عاجز نے فوراً اُنہیں الماری سے Life and Teachings of The Holy Prophet نکال کر دی۔ انہوں نے کتاب دیکھ کر فرمایا کہ یہ کتاب بہت مناسب رہے گی۔ کتاب لے کر وہ تو اپنی کار میں رخصت ہو گئے عاجز اس فرشتہ کے غیب سے ظاہر ہونے پر سجدہ شکر بجالایا اور دعاؤں میں مصروف ہو گیا۔ اچانک اگلے ہفتہ وہی ڈاکٹر صاحب پھر تشریف لائے اور کتاب کا ترجمہ کروا کر پریس سے پروف تیار کروا کر لائے

کہ انہیں چیک کروں کہ ترجمہ میں کوئی غلطی تو نہیں خاکسار نے ان کا شکریہ ادا کیا اور ان کے جانے کے بعد حیران ہو کر سوچنے لگا کہ اب پروف ریڈنگ کون کرے گا؟ دعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہی دماغ میں یہ ڈالا اور اپنی نزدیکی دیہاتی جماعت نیگومبو میں چلا گیا وہاں پرائمری سکول کے چند احمدی طلبہ کو جمع کیا جنہوں نے ہمیں وہ مسودہ پڑھ کر سنایا اور ہم تین چار پرانے احمدی اکٹھے ہو کر سننے لگ گئے (چونکہ ہم پڑھ نہیں سکتے تھے مگر اس زبان کو بولتے اور سنتے ضرور تھے) اور جہاں ہمیں مضمون میں کوئی غلطی سمجھ آئی ہم نے اس کو صحیح کروا کر ایک ہی رات میں یہ کام مکمل کر کے اگلے دن مسودہ محترم ڈاکٹر سلیمان صاحب کے سپرد کر دیا۔ خدا کی مدد ایک بار پھر چھپڑ پھاڑ کر آئی کہ اگلے ہفتہ سری لنکا کے سب سے اہم پبلشنگ ہاؤس Gonasena Publishing House کا ایک نمائندہ اپنی وین میں اس کتاب کی 5000 کاپیاں ہمیں دے گیا اور بل کا ہم نے پوچھا تو پتہ لگا کہ وہ تو ڈاکٹر صاحب نے ادا بھی کر دیا ہوا ہے۔ کتاب کی Get up عمدہ اور کاغذ بھی اچھا، دبیز اور سادے رنگ کے عمدہ کارڈ کور نے تو سب دیکھنے والوں کو خوش کر دیا کہ اس زبان میں سب سے پہلی اسلامی کتاب اس عمدگی سے شائع ہوئی۔ الحمدللہ۔

اسلامی اصول کی فلاسفی

اس کتاب ''محمد ﷺ'' کے دیباچہ میں عاجز نے ڈاکٹر سلیمان صاحب کی اعانت پر ان کا شکریہ ادا کیا تھا جسے پڑھ کر ہمارے مخالفین کو آگ لگ گئی اور انہوں نے ڈاکٹر صاحب کو خطوط کے علاوہ ٹیلیفون پر بھی دھمکیاں

احمدیہ مسلم مشن ہاؤس، سری لنکا میں، کتاب ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کے سنہلیز ایڈیشن کا تعارف محمد اسماعیل منیر مشنری انچارج پیش کر رہے ہیں۔ کتاب کی پہلی کاپی سینیٹر سر رازک فرید نے وزیر مواصلات مسٹر ستار ریکر کی خدمت میں پیش کی۔ سری لنکا کے سفیر مسٹر ٹی۔ بی جایا توجہ سے ایڈریس سن رہے ہیں

دینی شروع کر دیں اور پروگرام بننے شروع ہوئے کہ کسی طرح ڈاکٹر صاحب کو ختم ہی کر دیا جائے۔ مگر خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اس خدمت اسلام کے نتیجہ میں محترم ڈاکٹر صاحب کے گھر میں برکات الٰہی کا نزول ہوا جن کو دیکھ کر ان کی بیگم نے پیغام بھجوایا کہ وہ ایک اور اسلامی کتاب اپنی طرف سے شائع کروانی چاہتی

ہیں۔ چنانچہ ان کے مطالبہ پر انہیں The Philosophy of the Teachings of Islam کی ایک کاپی بھجوائی جو انہی دنوں امریکہ کے مبلغ انچارج محترم ڈاکٹر خلیل احمد صاحب ناصر نے ہمیں بطور نمونہ بھجوائی تھی۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب اور ان کی بیگم کو یہ کتاب بھی بہت پسند آئی اور اس کا ترجمہ مکمل کروا کر چند ہفتوں میں ہمیں بھجوا دیا اور فرمایا کہ اس کی بھی 5000 کاپیاں شائع کروا دیں اور بل انہیں بھجوا دیا جائے چنانچہ اس کتاب کو ایک نہایت ہی اچھے پریس سے بہت عمدہ چھپوایا۔ مضبوط جلد کروائی اور تین رنگوں میں اس کا کور سٹیٹ چھپوایا اور مزے کی بات یہ ہوئی کہ جونہی یہ کتاب تیار ہوئی 1956ء کے انتخابات میں پرانے اپوزیشن لیڈر وزیر اعظم بن چکے تھے انہوں نے اس کتاب کے لئے پیغام دیا جو کہ کتاب کے ابتدائی صفحات پر طبع کروا کر شامل کر دیا گیا جس نے حضور کے کشف کے آخری حصے کو اس رنگ میں پورا کر دیا کہ ملک کے وزیر اعظم نے اس کتاب کی ضرورت کو محسوس کیا اور اس کو متعارف کروانے کے لئے اپنا پیغام بھی دیا جس نے اس زبان کے بولنے والوں میں اس کتاب کی خوب تشہیر کی اور ثابت کر دیا کہ اس زبان میں اسلامی کتب کی ضرورت تھی جسے احمدیہ مسلم مشن نے پورا کر دیا ہے۔ وزیر اعظم صاحب کے پیغام کا ترجمہ یوں ہے:-

"بدھسٹ اور سنہالیز ہونے کے لحاظ سے میں اس کتاب Islam Dharmya کے لئے مختصر پیغام بھیجنے میں فخر محسوس کرتا ہوں اس ملک کی تاریخ کے اس اہم دور میں سنہالیز زبان میں اسلامی کتاب کا شائع ہونا باعث اطمینان ہے کیونکہ اس کے ذریعہ ایک دوسرے سے تعلقات بڑھیں گے

-

یہ کتاب جو عام فہم زبان میں تیار کی گئی ہے یقینا سنہالیز زبان میں اسلامی لٹریچر کی ضرورت کو پورا کرنے والی ہوگی اور مجھے اُمید ہے کہ یہ بہت سے لوگوں تک پہنچے گی۔"

اس کتاب کے مترجم پی۔ اچ۔ ویدیگے نے کتاب کی Launching Ceremony میں اپنی تقریر میں بتایا کہ جب وہ ترجمہ کر رہے تھے تو کئی غیر مسلموں نے ان کی شدید مخالفت کی مگر انہوں نے اس قومی

سری لنکا کے مشنری انچارج محمد اسماعیل منیر کے ساتھ نومسلم برٹش دوست رانلڈ روز، جن کو بدھسٹ مانک بن کر دو سال میں نروانہ نہ ملا اور اسلامی اصول کی فلاسفی پڑھ کر وہ مسلمان ہو گئے تھے۔

اور مذہبی خدمت کو تکمیل تک پہنچانا ضروری سمجھا اور اس کتاب کے مطالعہ کے بعد انہیں اس سے عقیدت

ہو گئی جس کی وجہ سے اس کا ترجمہ بہت کم وقت میں ختم ہوا۔

آنریبل ستار ماریکر وزیر مواصلات (جو مسلمان تھے اور سنہالیز زبان کے مشہور شاعر تھے) نے افتتاح کیا اور اس کتاب کی پہلی کاپی ہمارے حلقہ کے پارلیمنٹ ممبر سر رازک فرید صاحب نے وزیر موصوف کی خدمت میں پیش کی۔ اس تقریب میں پاکستان میں سیلون کے ہائی کمشنر مسٹر ٹی بی جایا (ایک عظیم مسلمان دوست) بھی شامل ہوئے اور سب نے جماعت احمدیہ کی اس اہم وقت میں ایک اہم قومی اور اسلامی خدمت پر خراج تحسین پیش کیا۔ اس کا تذکرہ تاریخ احمدیت، 1952 والی جلد، صفحہ 352-353 پر محفوظ ہے۔ سچ ہی تو ہے

وحی حق کی بات ہے ہو کر رہے گی بے خطا　　　کچھ دنوں کر صبر ہو کر متقی و بُردبار

دعوت الی اللہ میں تائید الٰہی

کولمبو میں عربی اسباق کی ترسیل کے نتیجہ میں کچھ دوستوں سے رابطہ ہوا تو دورے بھی شروع کر دیئے انہی دنوں وہاں کے ایک اہم شہر Nawalapitiya میں دو تین دوستوں کی درخواست پر دورے پر گیا رات دعاؤں میں گزاری اگلی صبح نماز اور ناشتہ کے بعد ایک قریبی گاؤں میں ایک عربی ٹیچر سے ملاقات کرنے پیدل ہی چلا گیا اور اپنے دوستوں سے کہہ گیا کہ واپسی پر 11 بجے پبلک لیکچر کے لئے پہنچ جاؤں گا۔ عربی ٹیچر سے گفتگو دلچسپ ہوتی گئی اور عاجز کو بس بھی واپسی کیلئے دیر سے ملی۔ جب ہم Nawalapitiya پہنچے تو بارہ بجنے والے تھے۔ میرے دوست بس کے اڈہ پر منتظر تھے تاہم باہمی مشورہ سے طے پایا کہ عاجز نماز جمعہ کے لئے اگلے شہر Gampola چلا جائے، جہاں احمدی دوست میرے منتظر ہوں گے۔ عاجز کو بھی افسوس ہوا اور میرے دوستوں کو بھی کہ پبلک لیکچر کا اچھا موقع ہاتھ سے نکل گیا ہے مگر جب میں کولمبو واپس پہنچا تو Nawalapitiya کے دوستوں کا خط ملا کہ اچھا ہوا آپ اس دن پبلک لیکچر کے لئے نہیں ٹھہرے۔ وہاں کے بعض شریروں نے آپ کو مارنے کا پروگرام بنا رکھا تھا۔ چند سال قبل بھی وہ ہمارے ایک مبلغ مولوی بی عبداللہ صاحب مالاباری (جو مولانا ابوالعطاء صاحب کے کلاس فیلو تھے) کے ساتھ مار پیٹ کر چکے تھے۔ اسی وجہ سے وہاں کے شریف النفس لوگ احمدیت میں شامل ہونے سے گھبراتے تھے۔

کولمبو کونسل میں ذبیحہ کا مسئلہ

سری لنکا میں بدھ ازم کا پرچار آزادی کے بعد ہونا شروع ہوا تو یہ مسئلہ بھی اُٹھ کھڑا ہوا کہ جانوروں کو ذبح کرتے وقت جو تکلیف ہوتی ہے اس کا ازالہ ہونا چاہیئے اور اس کے لئے انہیں پہلے بجلی کی رو لگا کر Stun کر لینا چاہیئے یا بجلی سے چلنے والے آلات کے ذریعہ جانور کی گردن کو فوراً کاٹ دینا چاہیئے۔ ان کے خیال میں اس طرح جانور کی جان لینے سے اسے کم تکلیف ہوگی۔ مگر یہ طریق اسلامی ذبح کرنے کے بالکل مخالف تھا اس لئے مسلمانوں نے اس کے خلاف احتجاج جاری رکھا، یہاں تک کہ یہ مسئلہ کولمبو (دارالخلافہ) کی ٹاؤن کونسل میں فیصلہ کے لئے پیش کر دیا گیا جس کے ماتحت جانوروں کو ذبح کر کے ان کا گوشت بازار میں فروخت ہوتا تھا۔ کولمبو کونسل کے مسلمان ممبران کو فکر دامنگیر ہوئی اور انہوں نے اپنے علماء سے رابطہ کیا مگر یہی جواب ملا کہ بدھ جو طریق استعمال کرنا چاہتے ہیں اس سے جانور کا گوشت حلال نہیں ہوگا بلکہ حرام ہو جائے گا مگر اس کے حق میں ان کے پاس دلائل نہیں تھے جو وہ بدھوں کی تسلی کے لئے پیش کرتے آخر اسی جستجو میں مسلمان کونسلر احمدیہ مسلم مشن ہاؤس پہنچے۔ عاجز نے ان کو خوش آمدید کہا اور بتایا کہ انشاء اللہ ہم ان کی پوری مدد کریں گے اور ایک دو دن کے اندر ہی اس مسئلہ پر تفصیلی مواد تیار کر کے انہیں پیش کر دیا جائے گا اور اس کے پڑھنے والے سبھی اسلامی ذبیحہ پر ہی اتفاق کر لیں گے۔ چنانچہ وہ مطمئن ہو کر تیسرے دن آنے کا وعدہ کر گئے۔ عاجز کو یاد تھا کہ ماہنامہ ریویو آف ریلیجنز میں اس مسئلہ پر شرعی نکتہ نگاہ کے علاوہ طبّی لحاظ سے بعض مضامین ڈاکٹر شاہنواز صاحب کے چھپے ہوئے ہیں۔ عاجز نے رسالہ کی کاپیاں اس کے اجراء 1902ء سے لے کر تادم آخر منگوا کر مجلد کر کے اپنی لائبریری میں سجائی ہوئی تھیں۔ چنانچہ میں نے ان کی ورق گردانی شروع کی تو جلدی ہی ڈاکٹر صاحب کا ایک شاندار تفصیلی مضمون مل گیا۔ جس کو عاجز نے فوراً ٹائپ کر لیا اور سائیکلوسٹائل پر کونسل ممبران کی تعداد (50) کے مطابق اس کی نقول تیار کر لیں۔ اس مضمون میں ڈاکٹر صاحب نے بڑی تفصیل سے بتایا تھا کہ صرف اسلامی طریق ذبح سے ہی جانور کے جسم سے اس کا خون خارج ہوتا ہے اور دوسرے ذرائع سے یہ ممکن ہی نہیں اور اگر جسم کے اندر خون رہ جائے تو وہ تھوڑے عرصہ

میں ہی زہر کی شکل اختیار کر جاتا ہے جو انسان کے لئے بے حد نقصان دہ ہوتا ہے۔ میڈیکل کتب کے حوالوں سے یہ مضمون مزین تھا۔ جب کونسلرز نے یہ مضمون دیکھا تو وہ اسے پڑھ کر بڑے خوش ہوئے اور پھر انہیں اس کی تیار شدہ نقول مل گئیں جو انہوں نے سب کونسلرز میں تقسیم کر دیں جس پر سب کونسلرز نے اسلامی طریق ذبح کے حق میں ووٹ دیا اور نئی تجویز رد کر دی گئی۔ مسلمان کونسلرز خوش ہو کر احمدیہ مسلم مشن کو خراج تحسین پیش کرنے لگے کہ ان کے ایک اہم دینی مسئلہ کو حل کرنے میں بیش بہا خدمت مشن نے سرانجام دی ہے۔ سچ ہے

اسلام کی سچائی ثابت ہے جیسے سورج　　　پر دیکھتے نہیں ہیں دشمن بلا یہی ہے

سری لنکا کی پارلیمنٹ میں اسلامی شادی وطلاق کا مسئلہ

قرآن مجید ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے تمام ضروری مسائل بیان فرما دیئے ہیں۔ شادی تو انسانی ضرورت ہے اس کے ساتھ طلاق بھی اس کا ایک جزو ہے۔ جس کی تمام تفصیلات قرآن مجید میں موجود ہیں اس پر عمل درآمد کے لئے سری لنکا کی پارلیمنٹ سے منظوری کی خواہش مسلمانوں میں پیدا ہوئی مگر مسلم Marriage & Divorce Bill کو ترتیب دینے میں ان کے علما ان کی کوئی مدد نہ کر سکے جس پر پارلیمنٹ کے ایک پرانے مسلمان ممبر مسٹر مصطفی Karriapper جو اس وقت وزیر تعلیم تھے نے اپنے ساتھیوں کو احمدیہ مسلم مشن کی طرف رجوع کرنے کے لئے تحریک کی پھر ایک دن جبکہ مشن ہاؤس کی ہمارے مخالفین نے پکٹنگ شروع کر رکھی تھی مسٹر مصطفی خود تین ساتھیوں کو لے کر کار میں احمدیہ مشن ہاؤس کے دروازے کے سامنے رکے اور مخالفین کے روکنے کے باوجود وہ ہمارے مشن ہاؤس میں آ گئے۔ عاجز سامنے ہی تھا انہیں خوش آمدید کہا اور ان کی خاطر تواضع کی۔ پھر انہوں نے اپنی آمد کی غرض بتائی تو عاجز نے ان کی مدد کرنے کی اسی وقت حامی بھر لی اور اپنی لائبریری سے ریویو آف ریلیجنز کے چند رسالے نکال کر دیئے، جن میں شادی وطلاق کے مسائل پر سیر حاصل بحث موجود تھی۔ ہم نے مل کر چند اہم مضامین کا انتخاب کیا اور انہی میں سے ایک دوست ٹائپ کرنا جانتے تھے انہوں نے مشن کے ٹائپ رائٹر پر

ان مضامین کی کاپیاں بنانی شروع کردیں۔غرض دو تین گھنٹے میں یہ سارا کام مکمل ہو گیا اور مسٹر مصطفی اور ان کے ساتھی خوشی خوشی مشن کا شکریہ ادا کرتے ہوئے رخصت ہوئے۔ ہمارے مخالفین ساتھ والے دروازے سے ہماری ساری کارروائی دیکھتے رہے اور دل ہی دل میں غصہ پیتے رہے کہ ان کی پکٹنگ کے باوجود مسلمان وزیر احمدیہ مشن میں بیٹھا اُن سے راہنمائی لے رہا ہے۔

چنانچہ انہی بنیادوں پر مسلم ممبران پارلیمنٹ نے ایک مسودہ قانون اسلامی شادی وطلاق پر تیار کر کے پارلیمنٹ میں پیش کیا جو سب نے بالاتفاق پاس کر دیا بلکہ غیر مسلموں نے اس کو بے حد سراہا اور طلاق سے پہلے میاں بیوی کے درمیان صلح کروانے کے لئے قرآنی حکم پر ایک کمیٹی کی تشکیل کے لئے بھی پارلیمنٹ نے خصوصی توجہ دی اور اس کے مطابق ایک مصالحانہ کمیٹی کا قیام بھی کر دیا جو میاں بیوی میں جھگڑا پیدا ہونے پر ان کے درمیان صلح کروانے کی سعی کرے۔اس پر عمل درآمد شروع ہوا تو پہلے سال ہی طلاقوں کی تعداد میں معتدبہ کمی کی رپورٹ اخباروں میں شائع ہوئی۔ سچ تو ہے قرآنی اصولوں میں ہی دنیا کی بھلائی ہے۔جس نے بھی ان پر عمل کیا اس نے فلاح پائی۔خواہ مسلمان ہو یا نہ ہو کیونکہ قرآنی صداقتیں تو سب انسانوں کے لئے ہیں خواہ وہ کسی رنگ ونسل سے تعلق رکھتے ہوں اور اپنا نام کچھ ہی رکھ لیں یعنی اپنے مذہب کا نام کچھ ہی ہو ان صداقتوں پر عمل کے نتیجہ میں ان کو بہرحال اپنے مسائل حل کرنے میں کامیابی ہو گی۔انشاءاللہ۔

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

قبولیت دعا کا نشان

قرآن مجید کے آخری پارے میں بے شمار پیشگوئیوں کا اعلان ہے جو اس آخری زمانہ میں پوری ہو رہی ہیں۔ انہی میں ایک پیش خبری یہ تھی وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ (82:4) جب سمندروں کو چیڑ پھاڑ کر ملا دیا جائے گا چنانچہ انیسویں صدی کا ایک عظیم شاہکار نہر سویز ہے جو بحیرۂ قلزم کو بحیرۂ روم سے ملاتی ہے کم وبیش یہ سو میل لمبی نہر گویا سمندر ہی ہے جو دونوں طرف کے سمندروں کو وسیع کرنے کا منصوبہ تھا جس کے ذریعہ

یورپ سے ایشیاء اور آسٹریلیا جانے والے بحری جہازوں کا ہزاروں میل کا سفر بچ جاتا ہے۔ یہ نہر انگریزوں کی عملداری میں بنی تھی وہی اس سے مالی استفادہ کررہے تھے۔ مصر نے آزادی کے بعد اس پر قبضہ کرنا چاہا تو انگریزوں نے اس پر جولائی 1956ء میں بمباری کردی اور یہ بڑا عظیم سانحہ بن گیا۔ اس وقت سری لنکا کے ایک احمدی دوست M.E.M. Hasan نے میری تحریک پر پہلی مرتبہ بنک سے قرض لے کر چائے مصر بھجوائی تھی۔ بحری جہاز جو چائے لے کر گیا تھا وہ اس جنگ کی وجہ سے لاپتہ ہو گیا۔ ادھر بنک والوں کی Due Date آ گئی اور وہ رقم کا اصرار کرنے لگے بھائی حسن صاحب اسی پریشانی کے عالم میں ایک دن دوپہر میرے پاس احمدیہ مشن ہاؤس پہنچے اور پریشانی کا اظہار کیا وہ ان دنوں جماعت کے سیکرٹری مال بھی تھے اور بہت عمدگی سے اپنا کام سرانجام دیتے تھے۔ میں نے ان کی ساری کہانی سنی اور تجویز دی کہ آؤ پہلے نماز باجماعت ادا کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں تا وہ ہماری راہنمائی کرے بظاہر تو ہم بے بس ہیں ،خیر وضو کر کے ہم نے نماز ادا کی پھر تین چیزیں میں نے ان کو بتائیں۔

(1) اپنے گھر میں نماز باجماعت میں دعاؤں کا سلسلہ جاری کریں اور نماز تہجد کے لئے بھی کوشاں ہوں۔

(2) صدقہ رد بلا کرتا ہے اس لئے صدقہ دیتے رہیں یہاں تک کہ یہ مسئلہ حل ہوجائے اور صدقہ میں اپنے تحریک جدید کے وعدہ کو پورا کریں باقی چندے تو وہ باقاعدگی سے ہر ماہ ادا کرتے ہی تھے حتی کہ ایک سال ان کا کاروبار بند رہا تو وہ -/250 روپے قرض لے کر گھر چلاتے رہے اور اس قرض پر بھی -/15 روپے ماہوار چندہ ادا کرتے رہے تھے۔ وہ فرمانے لگے کہ تحریک جدید کا وعدہ ہر سال وہ دسمبر میں پورا کردیا کرتے ہیں یہ جولائی کا مہینہ تھا میں نے بتایا کہ ابھی ادا کردیں۔

(3) پیارے آقا حضرت المصلح الموعودؓ کی خدمت میں دعا کی غرض سے ایک تار بھجوایا جائے اور پھر ہر ہفتہ وار بھجواتے رہیں یہاں تک کہ یہ مسئلہ حل ہوجائے۔ ہم نے اسی وقت تار لکھی اور انہوں نے مشن ہاؤس سے گھر جاتے ہوئے یہ تار بھی ارسال کردی۔

اللہ تعالیٰ کے اس مخلص بندے نے یہ تینوں کام باقاعدگی سے شروع کردیئے اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے وعدے کے مطابق دعاؤں کو سنا اور ہفتہ عشرہ بھی نہ گزرا تھا کہ وہ بھائی حسن صاحب مٹھائی لائے اور خوش

خبری سنائی کہ جس دن جنگ بند ہوئی ، اسی دن جہاز بندرگاہ پر پہنچا اور ملکی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے چائے عین وقت پر پہنچی بنک کے ذریعہ رقم بھی آ گئی اور سارے مسئلے حل ہو گئے ہیں ۔ الحمدللہ ۔

انہی بھائی حسن صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹے ظفر اللہ کو وقف کر کے قادیان بھجوانے کی توفیق دی جواب مربی بن کر ہندوستان میں کام کر رہا ہے ۔ ربوہ جلسہ پر آیا تھا تو مجھے اس سے مل کر بہت خوشی ہوئی تھی کہ اُس کے ذریعہ گذشتہ سال ایک لاکھ سے زائد بیعتیں ہوئی ہیں ۔ وہ میرے چھوٹے بیٹے الیاس منیر کا ہم عمر ہے اور اسے دیکھ کر ہی انہوں نے اسے وقف کیا تھا ۔ بعدۂ یہ بھائی حسن صاحب جماعت کے پریذیڈنٹ بھی منتخب ہوئے اور 1982ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے سری لنکا کا دورہ کیا تو بحیثیت صدر جماعت آپ نے ہی حضور کو خوش آمدید کہا تھا اور حضور کے دورہ سے خوب استفادہ کیا تھا جس پر حضور بھی بے حد خوش تھے اور اس خوشی میں وہاں کی جماعت کو ایک نیا مشن ہاؤس لے کر دیا اور اب نئے صدر مسٹر ظفر اللہ صاحب (جو ابتدائی احمدی عبدالمجید نانا کے پوتے ہیں) کی راہنمائی میں جماعت ترقی کی منازل طے کر رہی ہے اور ہمارے مربی مرزا نصیر احمد صاحب اور مولوی محمد عمر صاحب بھی ان کی مدد کے لئے وہاں کا دورہ کرتے رہتے ہیں ۔ حضرت اقدس نے کیا خوب کہا ہے ؎

کبھی نصرت نہیں ملتی در مولی سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

پردیسی بچے کی برکت

عاجز مع اہلیہ مبارکہ نسرین صاحبہ اگست 1951ء میں کولمبو پہنچا تھا اور ابتداء میں وہاں سے 22 میل دور دوسری جماعت نیگومبو میں ہمارا قیام رہا ۔ جہاں ہماری جماعت کی مرکزی مسجد ہے اور ایک محلہ میں احمدیوں کے چند گھر آباد ہیں ، انہی کے درمیان میں ایک مختصر سا مکان ہمارے لئے حاصل کیا گیا جو ناریل کے پتوں سے بنا ہوا تھا ، سادہ مگر ہوادار تھا ، لجنہ کے اجلاس اسی محلہ میں ہوا کرتے تھے جن کو دلچسپ بنانے میں میری بیوی نے خوب محنت کی ۔ اس کی مختصر اور واقعاتی تقریروں میں بہنوں کو بہت دلچسپی پیدا ہوئی اور

جماعتی کاموں میں انہوں نے شوق سے حصہ لینا شروع کر دیا۔ سب بہنوں سے ہماری بے تکلفی ہوگئی جس کا مظاہرہ انہوں نے ہمارے پہلے بچے کی ولادت پر گیا۔ پردیس میں ہونے کی وجہ سے ہم نے ایک میٹرنٹی ہوم میں کمرہ بک کروایا ہوا تھا مگر مقررہ دن آنے سے قبل ہی گھر پر بچے کی پیدائش ہوگئی اور ہماری ہمسائی بہن ام نفیرہ نے خوب مدد فرمائی کہ ہمیں کسی قسم کی پریشانی نہ ہوئی اللہ تعالیٰ نے ہماری دعائیں سنیں اور ہمیں چاند سا پہلا بیٹا دیا جس کا نام حضرت المصلح الموعودؓ نے محمد داؤد رکھا۔

عزیزم ابھی دو چار ماہ کا ہی تھا کہ ہمیں کولمبو میں مکان مل گیا ہم وہاں منتقل ہو گئے۔ ہمارے ہمسائے میں ایک مسلمان فیملی رہتی تھی جس کی شادی شدہ بیٹی ان کے ساتھ ہی مقیم تھی اس کے ہاں بچہ نہ تھا اس لئے وہ لوگ ہمارے بچے کو کئی کئی گھنٹے اپنے ہاں لے جاتے جس سے میری بیوی کو مشن کے کام کرنے کے لئے فرصت مل جاتی اور کچھ ہی عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمسائیوں کو بھی بچہ عطا فرما دیا جس سے وہ بہت خوش ہو گئے ہمارے مشن ہاؤس میں ہم نمازیں باجماعت ادا کرتے تھے عزیزم محمد داؤد بھی اپنی ٹوپی پہن کر نمازمیں شامل ہو جاتا جس سے احمدی دوست بہت خوش ہوتے اور پھر انہوں نے اپنے بچوں کو بھی نمازوں کے لئے لانا شروع کر دیا میرا کام جو عزیزم نے بچپن میں خوب کیا وہ ہمارے ماہوار اخبار The Message کی ترسیل میں ہماری مدد کرنے کا تھا ہم اخبار پیک کرتے تو وہ ان پر ڈاک کی ٹکٹ چسپاں کرتا اور کبھی کوئی اور کام کرتا جس سے ہماری مدد ہو جاتی اور یہ کام جلدی مکمل ہو جاتا اور اس طرح تین ہزار اخبارات ایک ہی شام پیک ہو کر حوالۂ ڈاک ہو جاتے۔ (اخبار تو ایک ہزار چھپتا تھا مگر اس کے تین زبانوں میں الگ الگ تین حصے ہوتے ایک انگریزی دوسرا تامل اور تیسرا حصہ سنہلیز زبان میں) اسی طرح مہمانوں کی آمد پر ان کی خدمت میں مشروب پیش کرنے کا کام عزیزم کے سپرد ہی ہوتا جسے وہ خوش اسلوبی سے ادا کرتا۔ سری لنکا سے ہماری واپسی بذریعہ ٹرین ہوئی تھی اور اسے مدراس، سکندر آباد دکن، آگرہ، دہلی اور قادیان کی سیر کرنے اور درویشان کے عدیم المثال خوش آمدید کو دیکھنے اور ان کی دعائیں لینے کا موقع مل گیا۔ ربوہ میں اطفال الاحمدیہ اور خدام الاحمدیہ کے علمی مقابلوں میں خوب حصہ لیتا اور انعامات حاصل کرتا۔

سری لنکا سے واپسی

وکالت تبشیر سے واپسی کا حکم ملنے پر مارچ 1958ء میں تھامس کک کے ذریعہ ٹرین کا ٹکٹ از کولمبو تالاہور براستہ ہندوستان لیا اور مدراس میں مولانا شریف احمد صاحب امینی اور محمد کریم اللہ صاحب مدیر ”آزاد نوجوان“ اور کمال الدین صاحب سابق متعلم مدرسہ احمدیہ سے مل کر سکندرآباد پہنچا جہاں سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب کی معیت میں چند دن گزارنے کی سعادت ملی ان کے اسلامی لٹریچر کے وسیع کارخانے کو مشاہدہ کیا ان کے بیٹے محمد یوسف اور ان کی اہلیہ نے ہمیں خوب سیر کروائی۔ جوبلی ہال حیدرآباد میں یوم مسیح موعود کے پہلے جلسہ میں مکرمی مولوی محمد الدین صاحب کی قیادت میں تقریر بھی کی وہاں سے ٹرین میں بیٹھے تو آگرہ اتر کر تاج محل دیکھا اور شام کو پھر ٹرین میں سوار ہو کر دہلی پہنچ گئے۔ جہاں مولوی بشیر احمد صاحب نے خوش آمدید کہا اور اگلے دن جماعت نے استقبالیہ پیش کیا اور امرتسر سے ہوتے ہوئے ہم قادیان پہنچے جہاں حضرت مولانا عبدالرحمان صاحب جٹ مع جملہ درویشان ہمارے استقبال کے لئے احمدیہ چوک میں کھڑے تھے اور ہجرت کے بعد آنے والے پہلے مبلغ اسلام کو مل کر خوش تھے۔ بہشتی مقبرہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار پر دعا کے لئے حاضری دینے کے علاوہ بیت الدعا میں دعاؤں کا موقع بھی خوب ملا۔ مسجد اقصیٰ میں نماز جمعہ اور مسجد مبارک میں باقی نمازوں میں خوب لطف آیا۔ ہمارے بھائی ماسٹر محمد ابراہیم صاحب اور ان کی اہلیہ امۃ القیوم صاحبہ آف بریلی نے ہمارے قیام کو پُرلطف بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ مدرسہ احمدیہ کی طرف سے مولانا محمد عمر صاحب مالاباری نے خوش آمدید کہا۔ اپنے استاد ملک صلاح الدین صاحب سے ملاقاتیں ہوئیں اور پرانی یادیں تازہ ہوئیں۔ وہاں سے رخصت کرنے ہمارے بھائی ہندوستان کے بارڈر تک آئے جہاں سے ہم لاہور پہنچے جہاں مسجد دارالذکر کی بنیادوں کی کھدائی ہو رہی تھی۔ ہم نے یہیں جمعہ پڑھا اور شام کی گاڑی سے ربوہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ جہاں لنگر خانہ میں ہمارا قیام رہا۔ اگلے دن وکالت تبشیر میں حاضری دی۔ سری لنکا کی مختصر رپورٹ لکھ کر دی جس کا خلاصہ تاریخ احمدیت میں شائع شدہ ہے۔ مارچ 1958ء کے آخر میں جماعتی شوریٰ میں تحریک جدید کے نمائندگان کے ساتھ شامل ہوا اور چار ماہ کی رخصت لے کر گوجرانوالہ ملاقاتوں کے لئے چلا گیا۔ وہاں سے مانسہرہ چلے گئے جہاں رخصتوں کے چار ماہ وقف جدید کے نئے مرکز کے قیام کی خاطر ہم نے وقف کر دیئے تھے۔ وہاں کے دوستوں کے تعاون سے

تربیتی اور تبلیغی کاموں کی خوب توفیق ملی اور دوستوں کے علاوہ ہمیں برادرم سید بشیر شاہ صاحب آف پھگلہ کا تعاون خوب حاصل رہا۔ ہمیں ایک دو بار ان کے گاؤں جانے کا بھی اتفاق ہوا جہاں ان کے بزرگ والد سید عبدالرحیم شاہ صاحب سے ملاقاتیں کر کے خوشی ہوئی ایک دن مانسہرہ میں سید بشیر شاہ صاحب کی دوکان میں بیٹھا تھا تو سامنے کھلے میدان میں حکومتی مسلم لیگ کا جلسہ عام ہو رہا تھا جس میں مولویوں کو بھی ہمارے خلاف بکواس کرنے کے لئے بلایا ہوا تھا۔ یہ نظارہ دیکھ کر مکرم بشیر صاحب کہنے لگے کہ 1953ء میں تو مولویوں کے خلاف مرکزی حکومت نے ہمیں بچا لیا تھا۔ اب یہ دونوں ہمارے خلاف اکٹھے ہو گئے ہیں اب ہمارا کیا بنے گا تو عاجز نے کہا جس خدا نے اس وقت ہمیں بچایا تھا وہ اب بھی زندہ ہے چنانچہ میں وہاں ہی تھا کہ جنرل ایوب نے مارشل لاء لگا دیا اور مولویوں کے منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ الحمدللہ۔

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے　　　جب آتی ہے تو اک عالم کو اک عالم دکھاتی ہے

خدا تعالیٰ ہی مددگار ہوتا ہے

1959ء میں بذریعہ بحری جہاز مشرقی افریقہ کی بندرگاہ ممباسہ پہنچا تو مولانا عبدالکریم صاحب شرما نے خوش آمدید کہا اور دو تین دن دوستوں سے ملاقاتیں کرا کے انہوں نے نیروبی کے لئے ٹرین میں سوار کروا دیا۔ سفر کافی لمبا اور دلچسپ تھا۔ نیروبی سٹیشن پر شیخ مبارک احمد صاحب نے استقبال کیا اور چند دن اپنے پاس مشن ہاؤس نیروبی میں رکھا جو Fort Hall Road پر احمدیہ مسجد کے ساتھ ہی تھا محترم شیخ صاحب سے ہم نے بہت کچھ سیکھا۔ تبلیغ کے میدان میں Rise to the opporunity ان کا طرہ امتیاز تھا۔ صحت کی بحالی کے لئے صبح کی سیر اور دوپہر کے کھانے کے بعد قیلولہ خواہ دس منٹ کا ہی ہو ان سے ہم نے سیکھا۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ چند دنوں کے بعد انہوں نے میری ڈیوٹی Tabora (Tanzania) مشن ہاؤس میں لگا دی تیاری کر کے براستہ عروشہ موشی ڈوڈومہ سفر کرتے ہوئے وہاں پہنچ گیا اور اپنے ساتھ ایک چھوٹا سا موٹر سائیکل جو مولانا نورالدین منیر صاحب ایڈیٹر East African Times نے پریس

آنے جانے کے لئے خریدا ہوا تھا اور اب ان کی واپسی کے بعد سٹور میں پڑا ہوا تھا، اس کو چالو کر کے لے گیا اور عروشہ میں جج مصطفی صاحب کی بیگم جو MPA تھی کی کار کے پیچھے پیچھے موٹر سائیکل پر ان کے گھر بخیریت پہنچ گیا۔ اس سواری کا مختصر سا خرچ تو تھا مگر ٹبورا میں گورنمنٹ سیکنڈری سکول کے طلبہ کو پڑھانے کے لئے آنے جانے میں بہت مددگار ثابت ہوا۔ ٹبورا شہر میں مختصر سی جماعت تھی مگر احمدیہ مسجد بہت بڑی جس کی تعمیر کے بعد سفیدی بھی نہ ہوئی تھی۔ عاجز نے اس نامکمل کام کی تکمیل کا بیڑا اُٹھایا اندازہ تھا کہ ایک دو بڑے ڈرموں (100 کلو) سے کام چل جائے گا مگر جب کام شروع کیا تو دو ڈرموں سے نصف کام بھی نہ ہوا آخر دوستوں کو مزید سامان لانے کے لئے تحریک کی دو ڈرم مزید مل گئے مگر وہ بھی ناکافی ثابت ہوئے جس پر لجنہ کو تحریک کی تو انہوں نے مزید دو ڈرم بھجوا دیئے اور آخری ساتواں ڈرم ہمارے ہندو دکاندار نے از خود بھجوا دیا اس طرح اس وسیع و عریض مسجد میں سفیدی کا کام مکمل ہوا اور اب مسجد کی شان نکلی۔ پھر اس کے سامنے کھلی جگہ تھی جو بیکار پڑی تھی اور ماحول کو خراب کرنے میں ہی مدد کرتی تھی اس کو باغیچہ کی شکل دینے کے لئے میں نے اپنے ایک آنریری معلم کے ہمراہ روزانہ وقارِ عمل کرنا شروع کیا مگر افریقی گھاس کی جڑیں جو ایک ایک فٹ نیچے زمین میں تھیں، کو نکالنا بھی آسان کام نہ تھا۔ ہم نے رمضان المبارک میں بھی اس کام کو جاری رکھا اور چند ہفتوں میں باغیچہ کی شکل نکل آئی درمیان میں ایک چھوٹی سی پہاڑی بنا کر اس پر ایک فوارہ لگا دیا جو اردگرد گل دوپہری کو سیراب کرتا اس کے سرخ پھول دوپہر کو خوب کھلتے تھے اور دور دور سے ناظرین کو دعوت نظارہ دیتے تھے اس پر ناظرین کے بیٹھنے کے لئے ہمیں سیمنٹ کے بنچ بنوانے پڑے اس طرح اہل ٹبورا کے لئے شام کی خنکی میں یہ ایک سیرگاہ بن گئی اور مسجد میں رونق بڑھنی شروع ہوگئی۔ ایک دن اچانک شیخ مبارک احمد صاحب تشریف لائے تو مسجد کو نئی شکل میں دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ ایک دن میں مسجد کے ساتھ لائبریری میں اپنے کام میں مصروف تھا کہ ایک گورا آدمی اجازت لے کر میرے پاس آ بیٹھا اور اپنا تعارف ڈسٹرکٹ کمشنر ٹبورا کروایا اور مدعا یہ بیان کہ وہ عربی پڑھنا چاہتا ہے۔ یہ سن کر میری خوشی کی انتہاء نہ رہی کہ گھر بیٹھے ضلع کا سب سے بڑا افسر میرا شاگرد بننے کے لئے آ گیا ہے۔ پھر وہ اپنے ساتھ عربی کتب بالخصوص عربی گرائمر کی ایک بہت اچھی کتاب بھی لایا، جس کی جلد نیلے رنگ کی تھی جو اس نے پڑھنے

کے بعد مجھے بطور تحفہ دے دی تھی جو اب تک میرے کام آتی ہے۔

یہاں میرے معاون برادرم نذیر احمد صاحب ڈار Supt. Police Mawanza تھے ان کے پاس دورہ پر ایک دن گیا تو ان کی بیگم صاحبہ نے بتایا کہ ڈار صاحب تو آجکل دفتر میں ہی زیادہ وقت گزارتے ہیں۔ چنانچہ وہاں پہنچا تو دیکھا کہ دفتر کے ساتھ والے کمرہ میں نماز کے لئے مصلیٰ بچھا ہوا ہے وضو کے لئے لوٹا بھی پاس پڑا ہے پوچھنے پر بتایا کہ سپرنٹنڈنٹ پولیس بن کر یہاں آیا تو آتے ہی Barclays Bank کا کنکریٹ چھت پھاڑ کر ڈاکو 20 لاکھ شلنگ لے اڑے، میں خدا تعالیٰ کے در پر آ گیا ہوں اور یہاں ہی کام اور دعا کے لئے ڈیرہ لگا دیا، خوشی ہے کہ آپ بھی دعاؤں میں مدد دینے کے لئے آ گئے ہیں۔ میں سارا دن ان کی کار کو تبلیغی کاموں میں مصروف رکھتا اور نماز کے لئے دفتر آ جاتا اور باجماعت نماز میں دعائیں کر کے پھر چلا جاتا۔ الحمدللہ کہ دو چار دنوں میں ہی ڈاکو پکڑے گئے اور ان کے پاس کثیر رقم بھی پکڑی گئی۔ پھر باقی کو بھی شناخت کر لیا گیا اور یہ اتنا عظیم کارنامہ محترم ڈار صاحب کا تھا جس پر برٹش گورنمنٹ نے انہیں Queens Police Medal پیش کیا اور اتنی چھوٹی عمر میں یہ اعلیٰ میڈل پانے والے وہ پہلے ہندوستانی تھے۔ آجکل وہ لنڈن وکالت تبشیر میں بطور واقف عارضی کام کرتے ہیں اور روزانہ دفتر آتے ہیں۔

انہی کاموں میں مصروف تھا کہ دسمبر 1960 میں محترم شیخ مبارک احمد صاحب کا فون ملا کہ جلدی کام سمیٹ کر نیروبی پہنچ جاؤں تفصیل یہ تھی کہ مرکز نے میرا تبادلہ ماریشس کر دیا تھا اور 8 دسمبر کو BOAC کے ذریعہ نیروبی سے ماریشس کے لئے روانگی ہوگی چنانچہ عاجز حسب ارشاد موانزہ کے راستہ روانہ ہوا اور جنجہ میں بھائی محمد حسین صاحب کی راہنمائی میں ان کی بنوائی ہوئی مسجد دیکھی اور دوپہر کو کمپالہ مولانا عنایت اللہ صاحب احمدی کو مل کر نیروبی پہنچ گیا۔ ٹبورا کے قیام میں مولانا احمدی صاحب کے بیوی اور بچوں نے میری میزبانی کی اور ان سے اب بھی لنڈن میں مل کر خوشی ہوتی ہے ان بچوں کے ایک ماموں نورالحق صاحب کولمبس USA میں ہوتے ہیں گذشتہ دنوں ان سے مل کر بے حد خوشی ہوئی۔

ٹبورا میں میرے معاونین خصوصی میں ڈاکٹر محمود احمد ظفر (حال لنڈن) تھے ان کے ساتھ ایک سکھ دوست کی برات میں Mwanza گئے تو لڑکی کے باپ سے ملے جن کی Tanganyka Bus

سارے ٹانگانیکا میں چلتی تھی انہوں نے اپنی بسوں میں مجھے فری سفر کا پاس پیش کیا جس سے سفر Service
کے لئے بہت ہی محدود بجٹ کا مسئلہ بھی حل ہوگیا۔ اس پاس سے عاجز نے خوب فائدہ اُٹھایا اور ٹانیکانیگا کے
دور دراز مقامات کے سفر شروع کردیئے، کتب سلسلہ میرے ساتھ ہوتیں جہاں جاتا چادر پر کتب کی نمائش
لگا دیتا۔ افریقن آزادی حاصل کرنے کے جوش میں پڑھنے کی خواہش رکھتے تھے اور پھر اسلامی کتب کے تو
وہ عاشق تھے، چنانچہ کتب مفت بھی دیتا اور فروخت سے میرے مشن کی آمد نے باقی سارے دس مشنوں کا
سالانہ بجٹ پورا کردیا، اس کا قدرتی نتیجہ یہ بھی تھا کہ کتب پڑھنے کے بعد لوگوں میں احمدیت سے دلچسپی
بڑھتی گئی اور جماعت میں ترقی ہونی شروع ہوئی مشرقی افریقہ مشن ان دنوں دو اخبار یں شائع کرتا تھا
انگریزی میں E.A.Times نیروبی سے اور سواحیلی میں Mapenziya Mungu دارالسلام سے۔ میں
نے ان دونوں کے سینکڑوں خریدار بنادیئے جن سے بھی تبلیغ میں مدد ملی۔ سواحیلی ترجمہ قرآن مجید میں عوام و
خواص کو بہت دلچسپی تھی اس کو پڑھنے کے بعد عیسائی مسلمان نہ بھی ہو تاہم وہ عیسائی بھی نہ رہتا اور ہمارے
مشن کا گرویدہ ہوجاتا۔

اسی طرح تبلیغ میں میرے معاون مکرم ناظم غوری صاحب تھے جو ان دنوں A.S.Police تھے اور
Shianga میں متعین تھے اس زمانہ کی یاد وہ آج بھی تازہ رکھتے ہیں۔ لنڈن میں وہ احمدیوں کے علاوہ
دوسروں کی بھی سوشل سروس میں خوب مصروف رہتے ہیں۔ ابھی حال ہی میں انہیں OBE کا خطاب بھی ملا
ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے۔ آمین۔

رحمت کا نشان

مشرقی افریقہ سے میرا تبادلہ ماریشس ہوگیا جہاں 8 دسمبر 1960ء کو BOAC کے ہوائی جہاز کے
ذریعہ پہنچا۔ راستہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا نشان دکھایا۔ نیروبی سے ہوائی جہاز مرمت کی وجہ سے چند
گھنٹے لیٹ ہوگیا تھا۔ مڈغاسکر تک بخیریت پہنچے وہاں ایک گھنٹہ کا Stop تھا اس کے بعد جب ہم اُڑے تو
چند منٹوں کے بعد ہی ہوائی جہاز میں پھر خرابی پیدا ہوگئی اس کا اعلان ہوتے ہی سب مسافروں کو فکر لاحق ہوا اور
بعض کے رنگ فق ہونے شروع ہوگئے اس وقت مجھے حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی دعا یاد آئی جو

انہوں نے امریکہ جاتے ہوئے بحری جہاز کے طوفان میں گر جانے کے وقت کی تھی کہ اے خدا میں تو تیرے مسیح اور مہدی کے پیغام کو پہنچانے جارہا ہوں پس تو ہی میری حفاظت فرما تا تیرے مسیح اور مہدی کے کام کو میں مکمل کرسکوں۔ اس دعا کے بعد جس طرح وہاں بحری جہاز حضرت مفتی صاحب سمیت بخیریت رہا تھا اس طرح ہمارا جہاز بھی دوبارہ مڈغاسکر کے اڈہ پر بخیریت اُتر گیا جہاں اس کی مرمت کا کام مکمل ہونے پر ہم اُڑے اور بخیریت ماریشس پہنچ گئے جہاں ہزاروں کی تعداد میں احمدی احباب استقبال کے لئے ہوائی اڈہ پر آئے ہوئے تھے اور کئی گھنٹے انتظار کرنے کے باوجود وہاں موجود تھے۔ اُن کے جوش و خروش نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ بار بار دل سے صدا نکلی ؎

قادر ہے وہ بارگاہ ٹوٹا کام بناوے بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے

ناقابل فراموش

قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے بیٹے کے ساتھ وقارِعمل کا ذکر ملتا ہے جو خانہ کعبہ کی تعمیر کے سلسلہ میں انہوں نے مل کر کیا تھا آج چار ہزار سال بعد اسی گھر میں خدا تعالیٰ کے عاشقوں کا دنیا کا سب سے بڑا ہجوم اسلامی حج کے دنوں میں ہوتا ہے۔ ایک اور یادگاری وقارِعمل ہمارے پیارے آقا حضرت خاتم النبیین محمد مصطفی ﷺ نے مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرنے پر مسجد نبویؐ کی تعمیر کے لئے اپنے صحابہ سمیت کیا تھا۔ آج چودہ سو سال بعد اسی مسجد میں آپؐ سے محبت کرنے والے نمازیوں کی تعداد دنیا بھر میں اوّل نمبر پر آتی ہے۔ پھر جنگ خندق/ احزاب کے موقع پر حضرت سلمان فارسیؓ کی تجویز پر مدینہ کی حفاظت کے لئے خندق کھودنے کے لئے وقارِعمل ہوا۔ جس میں حضرت رسول مقبول ﷺ نے بنفس نفیس اس حالت میں حصہ لیا کہ بھوک کی وجہ سے خالی پیٹ پر آپ نے دو پتھر باندھ رکھے تھے۔ پھر آپ کا تیسرا اور اہم وقارِعمل فتح مکہ کے دن ریکارڈ ہوا جب کہ آپؐ خانہ کعبہ کے 313 بتوں کو اپنے ہاتھ سے گراتے جاتے تھے اور اس قرآنی آیت کا اعلان کرتے جاتے تھے۔

قل جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا (بنی اسرائیل)

مجھے خوب یاد ہے کہ گوجرانوالہ کی احمدیہ مسجد (باغبانپورہ) کو 1940ء میں ہم اطفال نے مل کر سفیدی

کی تھی یہ تھا میرا پہلا وقارِعمل اور ہماری خوش قسمتی اسی سال ہماری مجلس خدام الاحمدیہ کو خلافت جوبلی علم انعامی بھی ملا تھا۔ پھر قادیان کے ایک یادگاری وقارعمل میں شامل ہونے کا موقع ملا جوریتی چھلا سے ریلوے سٹیشن کی طرف جانے والی کچی سڑک پر ہوا تھا۔ جس میں حضرت المصلح الموعودؓ کو میں نے اپنی ان آنکھوں سے مٹی بھر کرٹوکریاں اُٹھاتے دیکھا۔ اسی طرح ماریشس کی مرکزی مسجد دارالسلام کو دومنزلہ سیمنٹ اور بجری سے بنانے کے سلسلہ میں ایک ناقابل فراموش وقارِعمل کروانے کا موقع ملا جس کی حسن کارکردگی کی مثال وہاں کے وزیراعظم سرسیوساگر رام غلام صاحب بھی ہندوؤں اور عیسائیوں کو سنایا کرتے تھے جواُن سے مندر/چرچ کے لئے مالی مدد مانگنے آیا کرتے تھے۔

عاجز 8دسمبر 1960ء کو مشرقی افریقہ سے ٹرانسفر ہو کر BOAC کے ذریعہ ماریشس کے ہوائی اڈہ Plaisance پہنچا۔ اسی ہفتہ ماریشس کی سپریم کورٹ نے خلیفۃ المسیح اور ان کی جماعت کے حق میں جماعت کے باغیوں کے قائم کردہ مقدمہ کا فیصلہ چھ سال بعد سنایا تھا۔ جس کے مطابق سرکاری رجسٹرار نے اپنی موجودگی میں جماعت کے عہدیداروں کے لئے نئے انتخاب کروائے، جس میں خلیفۂ وقت کے نامزد عہدیدار بلامقابلہ منتخب ہوگئے۔ اس عظیم الشان فتح کی خوشی میں ہم نے ایک رسالہ Victory for Khilafat شائع کیا جس کا ٹائیٹل سبز رنگ کا مجھے اب بھی یاد ہے۔ ساتھ ساتھ دعاؤں میں مصروف رہا تااللہ تعالیٰ کی راہنمائی سے وہاں کوئی ایسا کام کیا جائے جس سے جماعت میں محبت و پیار سے اتحاد و اتفاق پیدا ہوجائے سوخدا تعالیٰ نے ہی دل میں ڈالا کہ وہاں کی مرکزی مسجد دارالسلام جولکڑی اور ٹین کی بنی ہوئی تھی اور ہر دو چار سال بعد ملکی طوفان (Cyclone) میں ٹوٹ جایا کرتی تھی، کو سیمنٹ اور بجری سے پختہ بنادیا جائے تا یہ مسجد احباب جماعت اور ان کی اگلی نسلوں کو یاد کرواتی رہے کہ خلافت کے خلاف بغاوت بہرحال ناکام ہوتی ہے۔ قرآنی وعدہ کے مطابق خدا اوراس کے خلیفۃ کی جماعت ہی غالب آیا کرتی ہے۔ الحمدللہ 1960ء سے اب تک خدا تعالیٰ نے اس عظیم مقصد کو پوری شان سے پورا کر دکھایا اور آئندہ بھی خدائے قادر سے یہی اُمید ہے۔ مسجد پختہ کرنے کی سکیم بن گئی ایک چینی آرکیٹکٹ نے عمدہ نقشہ ´66x´66 دومنزلہ مسجد کا بھی بنادیا جس کے لئے پانچ سے سات لاکھ روپے کی ضرورت تھی اب سوال یہ تھا کہ یہ روپیہ کہاں سے آئے گا

چھ ماہ میں مسجد فنڈ میں بڑی مشکل سے -/1400 روپے جمع ہوئے جس میں سے آدھی رقم نقشہ منظور کروانے کے لئے میونسپلٹی کو فیس ادا کر دی گئی جماعت چندوں میں بڑی مشکل سے صرف ایک ہزار روپیہ ماہانہ جمع کرتی تھی اس لئے اتنی بڑی رقم کا انتظام کرنا واقعی بظاہر ایک ناممکن امر تھا مگر ؎

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے میرے فلسفیو! زور دعا دیکھو تو

آخری فیصلہ کرنے کے لئے جماعت کا جنرل اجلاس بلایا جس میں بعض بزرگوں نے موجودہ ٹین کی مسجد برقرار رکھنے کے حق میں دلائل دیئے اور سب سے بڑی دلیل کہ اتنی بڑی رقم ہم سے جمع نہ ہو سکے گی اور موجودہ مسجد توڑ کر ہم بیٹھ جائیں گے اور غیروں کے سامنے شرمندگی اُٹھانا پڑے گی مگر خدام اور اطفال جو ایک ہفتہ احمدیہ یوتھ کیمپ میں دعائیں کر کے آئے تھے انہوں نے مسجد کو وقار عمل Self Help Programme کے ذریعہ مکمل کرنے کی پیشکش کی جو اکثریت نے قبول کر لی اور اجلاس کے معاً بعد اجتماعی دعا سے مسجد کا کام شروع کر دیا گیا۔ نوجوانوں نے چند گھنٹوں میں لکڑی کا ڈھانچہ ہموار کر کے نئی مسجد کی بنیادیں کھودنی شروع کر دیں اور باقاعدہ سنگ بنیاد رکھنے میں ہمارے ایک دوست V. Govinden M.L.A بھی شامل تھے۔ برادرم احمد یداللہ بھنوں اپنے دفتر سے فارغ ہو کر آتے تو نقشہ کے مطابق ہماری رہنمائی کرتے اور ان کی راہنمائی میں عاجز مع خدام و اطفال تعمیر کا کام ہر روز عصر سے عشاء تک کرتا، صبح تا عصر مشن کے دیگر کام ہوتے اور عشاء کے بعد مکرمی حمید مستن صاحب کی قیادت میں ہم ممبران مالی کمیٹی مسجد فنڈ جمع کرنے نکلتے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا مشاہدہ کرتے۔ ایک دن ہم دورہ پر نکلے تو بارش ہو رہی تھی ہم بیوہ رجب علی صاحبہ کے گھر پہنچے اس کا کمرہ وسیع صحن کے بعد دور نظر آیا تو ہم نے سوچا کہ اب دیر ہو گئی ہے وہ تو سو گئی ہو گی۔ ویسے ہر جمعہ کے دن وہ مسجد آتی اور دس روپے مسجد فنڈ میں جمع کرواتی تھی۔ یہ سوچ کر ہم آگے چلنے کا مشورہ کر ہی رہے تھے کہ اس کے بیٹے ابراہیم نے دروازہ کھول کر ہمیں اندر آنے کی دعوت دی۔ ہم برآمدہ میں بیٹھے کچھ دیر انتظار کے بعد 70 سالہ بوڑھی بیوہ اپنے کمرہ سے نکلی تو ہاتھ میں ایک تھیلی تھی جو اس نے میری جھولی میں ڈال دی اور کہنے لگی کہ اتنی رات پڑنے پر مولوی صاحب کا میرے گھر آنا یقینا کسی

ضرورت کے لئے ہوگا اس لئے گھر میں جو نقدی تھی وہ لے کر میں حاضر ہوں۔ یہ نقدی اپنے بیٹے کی شادی کے لئے وہ جمع کر رہی تھی جو اس نے مسجد فنڈ کے لئے پیش کر دی۔ جب ہم نے رقم گنی تو کئی سو روپے تھی۔ اس ایمان افروز نظارے نے ہم سب کو حیران کر دیا اور ہم بوڑھی خالہ کو دعائیں دیتے اور اس کی دعائیں لیتے ہوئے رخصت ہوئے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ ہم یہ مسجد خدا تعالیٰ کے لئے بنا رہے تھے اور خدا تعالیٰ ہی نے ہر قدم پر ہماری نصرت فرمائی مثلاً دسمبر 1961ء میں ہم نے پہلا چھت کنکریٹ سے بھر دیا اس کے نچلے ہال میں ہم نے 12 جنوری 1962ء کو تعلیم الاسلام احمدیہ کالج کھولنے کے لئے حکومت کو درخواست دی ہوئی تھی جس کے معائنہ کے لئے ایک انگریز آفیسر آ گیا اور عمارت کو نامکمل دیکھ کر حیران ہو گیا عاجز نے اسے بتایا کہ ہمارے پروگرام کے مطابق کالج کی عمارت 10 جنوری کو مکمل ہو جائے گی آپ اس دن آ کر بے شک معائنہ کر کے اجازت دینا۔ ہمارے Self Help پروگرام کو دیکھ کر وہ بہت متاثر ہوا اور اس نے کالج کھولنے کی اجازت بھجوا دی۔ جس کے ابتدائی طلبہ میں عزیزم محمد امین صاحب آج کل امیر جماعت ماریشس ہیں، جب کہ دیگر طلبہ میں سے عزیزم موسیٰ تیجو صاحب اور ظفر اللہ صاحب بھی امیر جماعت کے طور پر کام کر چکے ہیں۔ دوسری منزل پر مسجد کا چھت کنکریٹ سے مکمل کرنے کے لئے ہمارا وقارِ عمل 36 گھنٹے متواتر چلتا رہا جس کی روئیداد الفضل ربوہ میں شائع شدہ ہے اور اسی کے حوالہ سے پڑھیئے۔

ماریشس کے احمدی احباب کی طرف سے قربانی وایثار کی شاندار مثال

(مکرم مولوی محمد اسماعیل صاحب منیر مبلغ ماریشس، بتوسط وکالت تبشیر ربوہ)

14 اور 15 اپریل 1962ء کے دن میری زندگی کے بہترین دن تھے۔ جب کہ ماریشس کے 225 احمدیوں کے ہمراہ جن میں بوڑھے، نوجوان اور بچے سبھی شامل تھے۔ ''دارالسلام'' بلڈنگ کی دوسری چھت پر تقریباً 2000 مکعب فٹ کنکریٹ بچھایا گیا اس موقع پر احمدیوں نے جو تنظیم، اتحاد، تعاون اور محبت کا نمونہ دکھایا اس نے اپنوں اور غیروں پر یکساں اثر کیا اور بتا دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو اسلام کی صحیح

روح آج دنیا کے سامنے پیش کی ہے وہ آپ کے ماننے والوں سے ایسا کام بھی کرواسکتی ہے جس کی مثال ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے اور یہ کام محض خدا تعالیٰ اور اس کے دین اسلام کی خاطر ہو اور اس میں کسی کا ذاتی مفاد بھی نہ تھا۔

اجتماعی وقارِ عمل

14 اپریل کو احمدیوں کے سب سے بڑے اجتماعی وقارِ عمل کا دن تھا۔لوکل اخبارات میں بھی اعلان کروادیا گیا تھا۔ گو وقت دو بجے دوپہر کا مقرر تھا مگر احباب کی آمد صبح کی نماز سے ہی شروع ہوگئی اور ہر ایک نے ہدایت لے کر مختلف کاموں کو سرانجام دینا شروع کردیا۔مثلاً ریت دھونے کا کام تا کہ سمندری ریت سے سمندری نمک کو دور کردیا جائے ۔ چھت پر لوہے کے باندھنے کا کام بہت سا باقی تھا جس کو ختم کرنے کے لئے ایک گروپ نے کام شروع کردیا۔جوں جوں وقت مقررہ قریب آتا گیا احمدی کلرکوں ، ٹیچروں ، دکانداروں ، زمینداروں اور طلبہ کا ہجوم بڑھتا گیا۔ جو دارالسلام پہنچتے ہی عام مزدوروں میں تبدیل ہوجاتے اور ایک تنظیم کے تحت اپنی اپنی ڈیوٹی کو سنبھال لیتے اس عجیب وغریب منظر کو دیکھنے کے لئے سڑک پر راہگیروں کا تانتا لگا ہوا تھا اور وہ حیران تھے کہ یہ نیا نظارہ وہ کیا دیکھ رہے ہیں۔جس سے ان کی آنکھیں مانوس نہیں ہیں وہ دل ہی دل میں احمدیوں کی ہمت اور جوش ایمانی کی داد دے رہے تھے۔

خدا خدا کرکے کام کے ابتدائی مراحل طے ہوئے تو فوراً سب دوستوں کو مختلف آفیسرز کی نگرانی میں مختلف ڈیوٹیوں پر لگایا گیا۔تین کنکریٹ کا مصالحہ بنانے والی مشینیں حرکت میں آ گئیں۔ریت والوں نے ریت دھودھو کر ریت کی سپلائی شروع کردی۔سیمنٹ والوں نے فوراً سیمنٹ کی بوریاں کھول کر سیمنٹ مشینوں کو سپلائی کردیا اور پتھر والوں نے ٹوکریاں بھر کر پتھر سپلائی کئے آن کی آن میں مشینوں نے تیارہ شدہ مصالحہ اُگلنا شروع کردیا اور مضبوط اور تنومند خدام نے بالٹیوں میں بھر کر 25 فٹ کی اونچائی پر پہنچانا شروع کردیا۔لائن کی لمبائی 100 فٹ سے زیادہ تھی اور ادھر تازہ دم خدام کی تیز رفتاری سے بالٹیاں باوجود کثیر التعداد ہونے کے کم محسوس ہونے لگیں تو فوراً Lifting

دارالسلام کے دوسرے چھت پر کنکریٹ ڈالنے کے لئے 37 گھنٹے لگاتار وقارِ عمل کا منظر

مشین نے کام شروع کر دیا جس پر Hand Trolly ہاتھ کی گاڑیاں بھر بھر کر اوپر جانی شروع ہوگئیں اور ہاتھ سے بالٹی اوپر لے جانے والے والوں کے کام میں مدد ملنی شروع ہوگئی۔

رحمت خداوندی

صبح سے موسم خوشگوار تھا، گو دھوپ زیادہ تیز نہ تھی مگر بادل گہرا بھی نہ تھا۔ مگر جونہی چھت پر سیمنٹ بھرنے کا کام اجتماعی دعا سے شروع کیا گیا۔ بارش کے قطرے بھی پڑنے شروع ہو گئے اور یہ بارش اور بادل کام کے خاتمہ تک ایسے ہی رہے جس سے خدام اور انصار کے کپڑے تو بھیگ گئے مگر اس نے کنکریٹ کے کام پر ایسا اثر کیا کہ جیسے سونے پر سہاگے کا اثر ہوتا ہے۔ ہمارے انجینئروں نے اس وقت بتایا کہ ایسا موسم کنکریٹ بچھانے کے لئے بہترین موسم ہے۔ الحمدللہ علیٰ کل حال۔ اس بیان سے احباب کے حوصلے اور بڑھ گئے اور انہوں نے کام کو اور زیادہ تیز کر دیا تا ایسے موسم سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھایا جا سکے۔

غروب آفتاب

گو سورج عام طور پر ساڑھے چھ بجے شام کو غروب ہوتا ہے۔ مگر اس دن بارش اور بادلوں کی وجہ سے جلدی اندھیرا چھا گیا اور بجلی کے کام کرنے والے خدام اور انصار نے وقت مقررہ سے پہلے ہی بجلی کے اتنے قمقمے لگا دیئے کہ رات کو دن ہی بنا دیا اس کا ثبوت لیجئے جب میں ذرا نیچے گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ہمارا ایک نابینا بھائی مناف ہلاس بھی اندھیری رات میں پتھروں سے ٹوکریاں بھر رہا تھا۔ اب نابینے کو تو دن کو بھی نظر نہیں آتا مگر یہ احمدیت کا متوالا رات کو اتنی تیزی سے کام کر رہا تھا کہ ہر دیکھنے والے کو متاثر کئے بغیر نہ چھوڑتا۔

نمازیں اور کھانا

سات بجے شام کا وقت نمازوں اور کھانے کے لئے مقرر تھا۔ دوستوں کو تحریک کی گئی کہ وہ حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہم السلام والی دعائیں نہ بھولیں جو انہوں نے خانۂ کعبہ کی تعمیر کے وقت کی تھیں۔ ہمارا یہ ''دارالسلام'' بھی نام کے لحاظ سے اس گھر سے مناسبت رکھتا ہے اور اس کا ظل ہے۔ اس لئے یقیناً اللہ تعالیٰ ہماری آج کی دعاؤں کو ضائع نہ کرے گا۔ دوستوں نے نمازیں پڑھیں اور کھانا کھایا۔ کھانا بھی خوب مزیدار

تھااور ماریشس کی مرغوب ''بریانی''، جس کے لئے بہت سے دوستوں نے پیسہ اور اشیاء بھی مہیا کی تھیں۔ خدا تعالیٰ پکانے والے بھائی ابوبکر خاں صاحب کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اچھی بریانی پکائی جس نے دوستوں کو اتنی طاقت دی کہ اس کے بعد 26 گھنٹے متواتر کام ہوتا رہا۔

اس وقت انصار خدام اور اطفال کی مجموعی تعداد 225 سے کم نہ تھی اور اتنی زیادہ تعداد ہونے کے باوجود کسی کو دم بھر سانس لینے کا موقع مشکل سے ہی ملتا تھا۔ کیونکہ ہر گروپ کمانڈر کوشش کر رہا تھا کہ اس کا گروپ دوسروں سے کام میں سبقت لے جائے اور کہیں بھی سستی پیدا نہ ہو کیونکہ سب ایسے کام کر رہے تھے جیسے ایک انجن کے مختلف پرزے کام کر رہے ہوتے ہیں ایک پرزے کی خرابی سے سارا انجن بند ہو جاتا ہے۔اس لئے ان کو اس اتحاد اور تعاون کا پورا پورا احساس تھا۔ اور یہی چیز راہگیروں کے لئے اچنبھا کا باعث تھی کہ یہ لوگ جو اس فن کے ماہر نہیں بلکہ اس کام سے بالکل ناآشنا ہیں وہ کیسے پھرتی سے اپنے کام کو سرانجام دے رہے ہیں مثلاً Mixer مشین پر کام کرنے والے بھائی مقبول، عزیز، غفور یوسف، امان اللہ وغیرہ گو اس کام سے بالکل ناواقف تھے مگر اس جان ماری سے کام کر رہے تھے کہ پیشہ ور بھی ان کے سامنے مات تھے۔

نصرت الٰہی

رات کے 9 بج چکے تھے اور فرزندان احمدیت کام میں خوشی محسوس کر رہے تھے اور اکثر ایک دوسرے سے باتیں کرتے سنائی دیتے تھے کہ آج ہم کتنے خوش قسمت ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہونے سے ہمیں یہ موقع نصیب آیا جس طرح رسول مقبول حضرت محمد مصطفی ﷺ نے مسجد نبوی کو صحابہ کے ساتھ مل کر اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا۔ اسی طرح ہمیں ثواب کا موقع مل رہا ہے جو آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق اس آخری زمانہ میں 73 فرقوں میں سے سچے فرقہ کی نشاندہی کر رہا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود کا یہ مصرعہ پورا ہو رہا ہے ؎ صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

اس وقت جبکہ سارے جہان پر نیند کا غلبہ طاری ہو رہا تھا اور جب بوڑھے لوگ تھک جائیں تو ان پر

اس کا جلدی اثر ہوتا ہے مگر یہاں کی دنیا ہی نرالی تھی اس وقت بوڑھوں نے نہایت ثابت قدمی سے اپنے کام کو جاری رکھا جن میں بھائی عمر علی صاحب، یونس شمشیر، عباس رحمن، رحمان خدا بخش صاحب، ہاشم خان صاحب مخدوم وغیرہ شامل تھے۔ ادھر کام جاری تھا اور میں جرمن انجینئر سے باتوں میں مصروف تھا جو کہہ رہا تھا کہ کل دس بجے دن کام ختم ہو سکے گا۔ میری نظر اچانک پتھر اور ریت کے سٹاک پر پڑی تو دیکھتا ہوں کہ گو اوپر تو کام کا بہت کم حصہ ختم ہوا ہے مگر سٹاک کا حصہ نسبتاً زیادہ خالی ہو گیا ہے۔ تو فکر پڑی کہ کہیں سامان کی کمی احمدیوں کی ہمت کے لئے روک نہ بن جاوے۔ گو سامان ہم نے اندازہ سے 25 فیصد زیادہ لیا ہوا تھا مگر پھر بھی ہم نے اُس کے حصول کیلئے کوشش شروع کی۔ رات کے دس گیارہ بجے تھے دکانیں بند تھیں گاڑیوں والے مزدور دن بھر کام کر کے مزے سے سو رہے تھے اس موقعہ پر کوئی راستہ نظر نہ آتا تھا۔ بھائی اسماعیل سبحان صاحب جنہوں نے اس بلڈنگ کے سامان کی تعمیر کی فراہمی میں دل کھول کر حصہ لیا ہے اور ابھی تک ایک پیسہ کا بھی مطالبہ نہیں کیا نے مجھ سے چھٹی مانگی تا کہ وہ سیمنٹ اور پتھر کا بندوبست کریں اور ایک دو گھنٹے کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ واقعی ایک لاری پتھر لے کر پہنچ گئی ہے۔ ڈرائیور کو بھائی اسماعیل نے جگایا۔ جس نے روز ہل سے تین چار میل باہر کی ایک مشین کے مالک کو جگایا اور پھر مالک نے اپنے مینجر سے سفارش کی اور اس نے اپنے ورکرز کو مہیا کر کے پتھروں کی سپلائی کا کام کیا۔ سیمنٹ ملنے کا کوئی راستہ نہ تھا مگر وہ بھی ایک ایسے شخص کے ذریعہ ملا جو ہمیشہ سے ہی احمدیت کی مخالفت میں اوّل نمبر پر ہوتا تھا۔ ان مخالفانہ حالات میں سامان کی فراہمی اور پھر رات کے وقت اور پھر جن ذرائع سے ملا واقعی نصرت الٰہی کا ایک نظارہ تھا جس نے احمدیوں کے لئے مہمیز کا کام دیا اور حوصلے پہلے سے بھی بڑھ گئے گو رات بھی بڑھ گئی مگر کسی کو سونا یاد ہی نہ تھا۔ خصوصاً آٹھ دس سال کے بچے تو ایسے کام کر رہے تھے گویا ان کے لئے دن ابھی چڑھا ہے۔

تہجد اور صبح کا نظارہ

نماز تہجد بھی بعض ورکرز نے ادا کی یعنی جن کو چند منٹ فرصت ملتی وہ کمرہ میں جا کر دو چار نفل ادا کر آتے

اوران میں سے بعض کا بیان ہے کہ اس دن نماز تہجد کا بہت ہی مزہ آیا۔ دعائیں کرنے کے لئے دل چاہتا تھا گو ہر ایک کی زبان پر یہی تھا کہ خدایا جلدی ہمارے کام کو ختم فرما۔

نماز فجر باجماعت ٹولیوں کی صورت میں ادا ہوتی رہی۔ نماز کے بعد صبح کا موسم بہت ہی سہانا تھا۔ ذرا سورج اوپر ہوا تو ''دارالسلام'' کے سامنے بڑی مارکیٹ کو جانے والے لوگ سینکڑوں کی تعداد میں حیران و ششدر کھڑے تھے ان میں سے اکثر ایسے تھے جو پہلی شام یعنی 14 اپریل بروز ہفتہ کو وہاں سے گزرے تھے اور 9 دسمبر 1961 کو بھی گزرے تھے جب کہ ہم نے دارالسلام کی پہلی چھت پر کنکریٹ بچھائی تھی اور کام ہفتہ کی شام کو شروع ہو کر اتوار کی نماز فجر کے وقت ختم ہو گیا تھا اور جب یہ لوگ صبح مارکیٹ کے لئے آئے تو ہمارے کام کو ختم ہوا پایا مگر اب کی دفعہ وہ بھی حیران کہ ہفتہ کو کام چلتا رہا ساری رات چلتا رہا اور اب بھی چل رہا ہے۔ ورکرز کی آنکھیں نیند کا مطالبہ کر رہی ہیں مگر ان کی ہمت اور ذوق وشوق نیند کے خمار پر بھی غالب آ گیا ہوا تھا کام کے ساتھ ساتھ ورکرز ناشتہ بھی کرتے جاتے تھے۔

قابل تحسین انتظام

اس دن دوپہر سے تھوڑا پہلے ہی ریت والوں کا سٹاک ختم ہو گیا تھا۔ نیا سٹاک 20 میل دور سمندر سے آن پہنچا جس کو ڈھو کر سپلائی جاری رکھنا تھا، یہ کام نہایت ہی مشکل تھا اور پھر ریت کے اکثر ورکرز ہفتہ کی صبح سے لے کر اب تک پانی کے حوض میں کھڑے ہو کر متواتر کام کر رہے تھے یہاں تک کہ اب ان کی ٹانگیں پانی سے متاثر ہو کر سُن ہو گئی تھیں مگر ہمارے جواں ہمت پریذیڈنٹ برادرم عبدالستار صاحب اور محمود احمد صاحب نے اپنا بہترین نمونہ قائم رکھتے ہوئے اپنے ساتھیوں کی حوصلہ افزائی کی اور رات کے دس بجے تک ریت کی سپلائی کو جاری رکھا۔

زخمی ہونے کا فخر

کام کے دوران ایک اہم مقام کے ورکرز کی مدد کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے میں نے ایک نظر دوڑائی اور برادرم بشیر سعد اللہ کو بلایا اور اپنے ساتھ لے کر اس جگہ پہنچا تو اچانک 22-23 فٹ کی بلندی سے دو تین لوہے کی بالٹیاں لڑھکتی ہوئی نیچے آئیں جن میں سے ایک کا کونہ میرے ساتھی بشیر کے سر پر آن لگا اور وہ بے چارہ اچانک نیچے گر گیا میں نے اسے پکڑا ہوا تھا اس لئے مجھے بھی ساتھ لے گیا۔ فوراً اسے اپنی چھاتی سے لگا کر اندر لایا خون بند کرنے کی بہتری کوشش کی مگر وہ تو فوارہ کی طرح بہہ رہا تھا بشیر بھی تقریباً نیم بے ہوشی کی حالت میں تھا اسے فوراً بذریعہ کار سرکاری ہسپتال میں بھجوایا۔ ضروری مرہم پڑی کروانے اور ہوش میں لانے کے لئے کافی دیر لگ گئی تو دل میں خوف تھا کہ کہیں مغز کی ہڈی کو ضرب نہ لگ گئی ہو جس کا علاج کوئی نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے بال بال بچالیا تاہم بھائی بشیر زخمی ہونے کا فخر حاصل کر گیا۔

قابل قدر قربانی

ماریشس میں آج کل فٹ بال کھیل بہت ہی مقبول ہے اور اچھے میچوں کی قدردانی بہت کی جاتی ہے اتوار کے دن 15 اپریل کو مسلم سکاؤٹس اور فائر برگیڈ کا خاص لیگ میچ تھا جو سال میں صرف ایک ہی دفعہ ہوتا ہے، جس کے دیکھنے کے لئے سارے ماریشس کے لوگ دور دراز سے آتے ہیں اس دفعہ تو اس کے ٹکٹ ایک دن قبل ہی ختم ہو گئے تھے۔ احمدی نوجوان بھی کھیلوں کے شوقین ہیں اس لئے ان کے لئے یہ میچ دیکھنا بہت ہی اہم تھا جس کا اندازہ باہر کے لوگ نہیں لگا سکتے۔ اکثر نوجوانوں نے ٹکٹ ایک دو دن قبل ہی خرید کر رکھا ہوا تھا اور سب کو اُمید بھی تھی کہ دارالسلام کا وقارِ عمل ہفتہ سے شروع ہو کر اتوار کی دوپہر تک تو ضرور ہی ختم ہو جائے گا مگر دوپہر بھی گزر گئی۔ نوجوانوں نے اس اُمید پر کہ کام جلدی ختم ہونے پر میچ دیکھنے کی چھٹی مل جائے گی تیزی سے کام کرنا شروع کیا مگر چار بج گئے اور کام پھر بھی باقی تھا۔ مرحبا ان خدام اور انصار کو جن کی روح تو فٹ بال کے لئے تڑپ رہی تھی مگر کام کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے انہوں نے آج کے دن میچ کو نہ دیکھنے کی ٹھان لی اور اس غیر معمولی ارادہ نے ان کی قربانی کو چار چاند لگا دیئے اور انہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد پورا کر دیا۔ الحمدللہ۔

تماشائیوں کی جرأت

اتوار کے دن صبح سے راہگیروں کا دارالسلام کے سامنے تانتا لگا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بعض لوگ اپنے کاموں کو بھول گئے ہیں اور یہاں سے ہلنا ہی نہیں چاہتے مگر ان میں بعض نے جرأت کی یا ورکرز کی بے لوث قربانی کا ان پر اتنا اثر ہوا کہ انہوں نے خود بخود آگے آ کر کام میں ہاتھ بٹانا شروع کر دیا۔ جن میں سے ایک اٹالین نسل کا سفید فام نوجوان بھی تھا۔ جس نے دس بارہ گھنٹے متواتر ایک اہم اور بھاری کام کو سنبھالے رکھا اور کام ختم ہونے کے بعد اس نے اسلامی لٹریچر پڑھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ چنانچہ اس کو فرنچ زبان میں چند کتب دی گئیں۔ 24 سے 36 گھنٹے تک کام کرتے کرتے ہم میں سے ہر ایک کے ہاتھ جواب دے چکے تھے جسم کے ہر حصہ سے غیر معمولی تھکاوٹ کے اثرات نمایاں تھے۔ ہم تقریباً 400 بوری سیمنٹ اور کئی لاریاں ریت اور پتھر کی ختم کر چکے تھے مگر کام ختم ہونے میں ہی نہ آتا تھا اچانک دوسری رات کے لئے بجلی کی روشنی کا انتظام بہتر بنانا پڑا۔ اس وقت کئی ایسے بھی تھے کہ ان کے جسم تھکاوٹ کی وجہ سے جواب دے چکے تھے مگر وہ کام کو جاری رکھے ہوئے تھے اور اس کا نتیجہ بعض دفعہ یہ ہوا کہ وہ چکر کھا کر گر گئے مگر پھر ہوش آتے ہی کام جاری کر دیتے۔ مختصر یہ کہ کام ختم ہونے سے قبل دو گھنٹے کا عرصہ نہایت ہی ایمان افروز نظارے پیش کر رہا تھا۔

ماریشس میں وقارِ عمل کے ذریعہ بننے والی دومنزلہ مرکزی احمدیہ مسجد "دارالسلام" روزہل

بعض کاموں پر جہاں نوجوان ہار گئے دیکھتے دیکھتے بوڑھوں نے کام سنبھال لیا۔ یا بعض شوقین لوگ بھی اپنے عمدہ لباس کا خیال نہ رکھتے ہوئے آگے آ گئے اور انہوں نے کام کی رفتار کو مدہم ہونے کی بجائے تیز تر کر دیا۔

احمدیت کا پرچم

تقریباً رات کے دس بجے کام ختم ہوا تو احباب کی خواہش کے مطابق احمدیت کا سفید منارۃ المسیح والا پرچم بلڈنگ کے اوپر نمایاں طور پر لہرایا گیا اور جونہی پرچم نے ہوا کے جھونکوں سے لہرانا شروع کیا نعرہ تکبیر اور اللہ اکبر کی صدا ایسے زور سے گونج اُٹھی کہ زائرین اور راہگیر ایک بار پھر حیران رہ گئے ۔ بالآخر اجتماعی دعا کی گئی اور شکریہ ادا کرنے کے بعد ماریشس کے احمدیوں کا اجتماعی وقارِ عمل ختم ہوا۔ جس میں اکثر

احباب نے 30 سے 40 گھنٹے تک متواتر کام کر کے ماریشس میں ایک بے نظیر مثال قائم کر دی جس کی تعریف میں یہاں کے ایک روزنامہ "Le Mauricien" میں بہت ہی اچھا مضمون شائع ہوا اور آج ہر مذہب وملت کے لوگ احمدیوں کی اس قربانی کا برملا ذکر کرنے سے بالکل نہیں جھجکتے۔ اللھم زدفزد۔ ؎

آسمان سے فرشتے بھی مدد کرتے ہیں
کوئی ہوجائے اگر بندہ فرماں تیرا

دعا کی قبولیت

جنوری 1966ء کی بات ہے کہ عاجز کو دوسری مرتبہ ماریشس جانے کا ارشاد ہوا۔ عاجز پہلا مبلغ تھا جو خلافت ثالثہ میں باہر جا رہا تھا۔ مجھے وہاں دوبارہ جانے پر خوشی تھی کہ وہاں کے حالات سے واقف تھا۔ پہلے دور میں دارالسلام مسجد روز ہل کو وقارِ عمل کے ذریعہ دومنزلہ بنوا کر آیا تھا۔ خوبصورت چھوٹا سا جزیرہ (صرف 30/25 میل لمبا چوڑا اور آبادی بھی صرف سات آٹھ لاکھ) مگر UNO کے لئے ایک ملک شمار ہوتا ہے۔ احباب جماعت تعاون کرنے والے اور احمدیت کے فدائی بالخصوص خدام اور اطفال تو ہر پروگرام پر دل و جان سے عمل کرنے کے لئے ہر دم تیار ہوتے تھے جس کی تربیت انہیں احمدیہ یوتھ تربیتی کیمپوں میں دی جاتی تھی۔ مگر بعض وجوہ کی بناء پر مجھے ڈر تھا کہ میرا وہاں جانا شاید جماعت کے لئے نقصان دہ نہ ہو۔ یہ حالات عاجز نے مکرم مرزا مبارک احمد صاحب وکیل الاعلیٰ والتبشیر کے سامنے پیش کئے انہوں نے غور اور دعا کے بعد فیصلہ کرنا مناسب سمجھا، چنانچہ پورے ایک ماہ کے بعد محترمی میاں صاحب نے بلایا اور فرمایا کہ ماریشس آپ کو ہی جانا ہوگا، عاجز نے سرِ تسلیم خم کیا اور دعا کی درخواست کر کے واپس آ گیا۔ ان دنوں عاجز نماز عصر کے لئے مسجد مبارک میں حاضر ہوا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے یاد فرمایا اور پوچھا کہ ماریشس جانے کا کیا بنا؟ عاجز نے عرض کیا کہ حضور میرے خلاف فیصلہ ہو گیا۔ حضور نے میرے کندھے پر تھپتھپایا اور فرمایا آپ جائیں میں دعا کروں گا۔ آپ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کو خوشخبریاں دیں جو حضور نے مجھے بذریعہ خط لکھیں اور اللہ تعالیٰ نے ماریشس کے حالات کو جماعت کے حق میں حیرت انگیز رنگ میں

بدل دیا۔اس انقلاب کی ایک وجہ حضور کی راہنمائی تھی جو آزادی کے آنے پر حضور نے دی تھی کہ آزادی حاصل کرنا اور جشن آزادی منانا ہر فرد اور قوم کا حق ہے جب کہ ماریشس کے عیسائی اور مسلمان مل کر ملک کی آزادی کے خلاف تھے کہ ہندو اکثریت کی وجہ سے ان پر غالب آجائیں گے،مگر ہماری تو دعا تھی ؂

اے خدا کمزور ہیں ہم، اپنے ہاتھوں سے اُٹھا
ناتواں ہیں ہمارا خود اُٹھا لے سارا بار

ماریشس کی آزادی

ماریشس دوسری مرتبہ 14 اپریل 1966ء کو پہنچا اس وقت مقامی لوگوں کا آزادی کے حصول کے لئے جوش پورے جوبن پر تھا۔ستمبر 1967ء کو برطانیہ کے Mr. Jhon Stone House وزارت خارجہ کے انڈر سیکرٹری نے ماریشس میں ایک بھرپور پریس کانفرنس میں ماریشس کی آزادی کے لئے 12 مارچ 1968 کا اعلان کر دیا۔جس پر اپوزیشن نے بھرپور احتجاج کیا۔اپوزیشن میں عیسائی اور مسلمانوں کی اکثریت تھی وہ خائف تھے کہ آزادی کے بعد ہندو اکثریت ان پر غالب آجائے گی اور انڈیا کے تعاون سے ان کو نقصان پہنچائے گی۔ان کی طرف سے یہ بات بھی مشہور ہوگئی کہ وہ بڑے بموں سے ماریشس کے جزیرہ کو تباہ کر دیں گے جو صرف 720 مربع میل ہی تو ہے ان کا مطالبہ تھا کہ جس طرح ماریشس کا ہمسایہ جزیرہ Reunion کو فرانس نے اپنے ملک کا حصہ بنالیا ہے اور وہاں کے نمائیندے فرانسیسی پارلیمنٹ میں بطور رکن بیٹھتے ہیں اسی طرح ماریشس بھی انگریزی حکومت کا حصہ بن جائے مگر انگریزوں کی اپنی پالیسی تھی جس کا انہوں نے اعلان کر دیا اور عوام میں بے چینی بڑھنے لگی۔عاجز نے ان حالات کی تفصیل سے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو آگاہ کر کے رہنمائی کی درخواست کی حضور کی طرف سے فوری جواب ملا کہ ''آزادی تو ہر قوم کا حق ہے اس پر خوشی بھی ہر ایک کو منانی چاہیئے۔''

دسمبر 1967ء کے آخری عشرہ میں حضور کے اس خط ملنے پر عاجز نے فوری طور پر ایک پریس ریلیز تیار کی اور Ten Points Ahmadiyya Independence Celebration

Programme کے عنوان سے سارے اخبارات کو پوسٹ کردی جو اگلے دن ہی نمایاں سرخیوں کے ساتھ کئی اخباروں میں شائع ہوگئی، ایک اخبار نے تو اداریہ لکھ مارا کہ گورنمنٹ کی طرف سے سرکاری پروگراموں کا اعلان نہیں ہوا اور احمدیہ پروگرام آ بھی گیا ہے سرکاری حلقے اپوزیشن کے احتجاج کی وجہ سے بڑے محتاط رنگ میں پروگرام تجویز کررہے تھے۔ بہر حال ہمارے پروگرام بڑے واضح اور سادہ تھے۔ مثلاً

:1– نماز تہجد باجماعت سب احمدیہ مساجد میں ہوگی جس میں ملک اور اس کے عوام کی دینی اور دنیوی ترقیات کے لئے دعائیں ہوں گی۔

:2– نماز فجر کے بعد ہر مسجد میں درس ہوگا جس کا عنوان ''آزادی کا پھل اور اس کی ذمہ داریاں'' ہوگا۔

:3– احمدیہ مکتبوں کے بچوں میں مٹھائی تقسیم ہوگی تا وہ جشن آزادی کو یاد رکھیں۔

:4– تعلیم الاسلام احمدیہ کالج کے طلبہ کے تقریری مقابلے ہوں گے کہ ہم آزادی کو کیسے منائیں؟

:5– تعلیم الاسلام احمدیہ کالج کے طلبہ کے کھیلوں کے مقابلے بھی ہوں گے۔

:6– ناصرات الاحمدیہ کے نظموں اور قومی گیتوں کے مقابلے بھی ہوں گے۔

:7– لجنہ اماء اللہ بھی خوشی کے اجلاس کریں گی۔

:8– Notre Avenue (ہمارا مستقبل) کے عنوان پر ایک کتاب شائع کی جائے گی جس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے ماریشس کے احباب کو ان مقاصد کی طرف توجہ دلائی جائے گی جن کو پورا

ماریشن ٹی وی پر مشنری انچارج اسلامی رواداری کی تعلیم پر ہفتہ واری لیکچر دے رہے ہیں کر کے وہ اپنے ملک کو دنیا کی باوقار قوموں میں اہم مقام دلاسکیں۔ یہ کتب 5000 کی تعداد میں شائع ہو کر مفت تقسیم ہوئی اور بہت پسند کی گئی۔

:9– ریڈیو اور ٹی وی پر آزاد قوموں کی ذمہ داریوں پر ہفتہ وار تقریریں ہوں گی کہ وہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی مادی نعمتوں سے کماحقہ استفادہ کر کے اپنی اخلاقی اور روحانی ترقیات کی طرف گامزن ہوسکیں گی۔

:10– 12 مارچ کو صبح دس بجے احمدیہ مرکزی مسجد دارالسلام روز ہل میں جشن آزادی کا جلسہ عظیم منایا جائے گا، اس میں حکومت نے اپنے وزیر خزانہ آنریبل Ringado (جو بعد میں گورنر جنرل بنے) کو بطور

نمائیندہ بھجوایا۔ ساری جماعت نے ان کی ہدایات سے خوب استفادہ کیا۔ آزاد ملک کی خدمت کے لئے کمر بستہ ہو گئے اور ہر محکمہ میں احمدیوں نے پُروقار اور پراعتماد طریق پر خدمات سرانجام دیں۔

ہمارے اس پروگرام نے حکومت کے سامنے جماعت احمدیہ کو ایک نہایت قابل اعتماد جماعت بنا دیا اور جماعت کی اس ملی خدمت کا اعتراف کرتے ہوئے ماریشس کے وزیر اعظم سر سیوسا گر رام غلام نے اپنے خط محررہ 14 مارچ 1968ء میں لکھا:

''جماعت احمدیہ کے ممبران نے ماریشس کی ترقی اور بہتری کے لئے بہت کچھ کیا ہے''

ہماری ان مخلصانہ کوششوں کے شاندار نتائج بھی کئی رنگوں میں ظاہر ہوئے۔ مثلاً جب بھی کسی اہم پوسٹ کے لئے کسی احمدی نے درخواست دی اس کو ترجیح دی گئی مثلاً فارن آفس میں ایک اسامی Asst. Sec. کی خالی تھی اس کے لئے میں نے عزیزم پرویز قاسم تصدق حسین (B.Sc. Pakistan) کو سر سیوسا گر رام غلام وزیر اعظم کے پاس لے گیا تو انہوں نے اسی وقت فرمایا کہ کل آ کر کام شروع کر دیں اب وہ ملک کے اہم ترین سفیر ہیں اور یورپین کامن مارکیٹ کے ہیڈ کوارٹر برسلز میں متعین ہیں، جہاں وہ 1982 میں ماریشس کے کونسلر ہوا کرتے تھے اور عاجز مسجد بشارت (سپین) کے افتتاح میں شمولیت کے بعد بیلجیئم گیا تو ان کے مکان میں ہی جماعت احمدیہ کے افراد کو نماز جمعہ عاجز نے پڑھائی تھی۔ وہ UNO میں بھی اپنے ملک کی نمائندگی کرتے رہے ہیں۔ اسی طرح ساردو کے لئے پہلی مرتبہ ایک انسپکٹر مقرر کرنے کی ضرورت پڑی تو ہمارے احمدی بھائی حمید پیر بخش صاحب پر نظر شفقت پڑ گئی اسی طرح ملک کے آڈیٹر جنرل کی پوسٹ پر ہمارے ایک احمدی عزیز موسیٰ تیجو صاحب کو کئی سال سے کام کرنے کا موقعہ مل رہا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ ہماری اس خصوصی پوزیشن کو ہمارے مخالفین بھی خوب جانتے ہیں بعض حسد کرتے ہیں اور اکثر سمجھدار رشک کرتے ہیں کہ احمدیوں نے ایک مشکل وقت (جشن آزادی) میں جرأت مندانہ اقدام کر کے اپنی پوزیشن خوب مضبوط بنالی ہے اور اسلامی تعلیم بھی یہی ہے کہ حکومتِ وقت کے ساتھ تعاون کرو اور اسی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے دلائی جس پر عمل کر کے احمدیہ جماعت نے دنیا کے ہر ایک ملک میں ایک امتیازی قابل اعتماد پوزیشن حاصل کر لی ہے جو اس کی ترقی کی رفتار کو دن دوگنی اور رات چوگنی تیز کر رہی

ہے۔الحمدللہ علیٰ ذلک۔

سب سے اچھا تاثر

یہ سب حضرت خلیفۃ المسیح کی راہنمائی اور دعاؤں کا پھل تھا کہ جماعت نے ماریشس کے ہر طبقہ میں عزت کا مقام حاصل کرلیا اور ہر طبقہ کے لوگ احمدی مشنری سے رابطہ کر کے راہنمائی حاصل کرنا اعزاز سمجھتے تھے اور انہی لوگوں کی جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ سے 1988ء کے دورہ ماریشس میں ملاقاتیں ہوئیں (میری واپسی کے 18 سال بعد) تو ان لوگوں نے حضور کے ساتھ ماریشس میں میری خدمات عامہ کا ذکر خیر بھی فرمایا جس کا ذکر حضور نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ستمبر 1988ء میں فرمایا:—

''یہاں مدبّرین اور مفکّرین سے ملاقات کے نتیجہ میں معلوم ہوا کہ سب سے اچھا تاثر اسماعیل منیر صاحب نے چھوڑا ہے۔کوئی نہیں ملا جوان کے وقت میں تھا اور اس نے محبت سے ان کا ذکر نہ کیا ہو۔عیسائیوں اور ہندوؤں نے بھی ان کا ذکر کیا۔سیاسی لیڈروں،عدلیہ کے ججوں نے بھی ذکر کیا۔معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہر قسم کے ماحول میں کوشش کرتے رہے اور اچھے تاثرات چھوڑ گئے ہیں اس لئے خصوصیت سے مولانا اسماعیل منیر صاحب کو دیگر مخلصین کے ساتھ یاد رکھنا چاہیئے۔''

(فرمودہ 23 ستمبر 1988ء بمقام ماریشس،منقول از ماہنامہ انصاراللہ،نومبر 1988)

لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول
میں تو نالائق بھی ہو کر پا گیا درگہ میں بار

ماریشس میں نشان فتح نمایاں کا ظہور

ماریشس کی آزادی کی مہم کے دوران خاکسار ہر قدم پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں دعا اور رہنمائی کے لئے لکھتا رہا،جسکے نتیجہ میں حضرت اقدس اپنی خداداد بصیرت سے جماعت کی راہنمائی فرماتے رہے۔اسی دوران آپ کو ایک الہام ''نشان فتح نمایاں۔۔۔برائے ماباشد'' 30 جنوری 1968ء کو

ہوا۔ اس کا تفصیلی ذکر 7اپریل 1968ء کو حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مجلس مشاورت کے ولولہ انگیز اختتامی خطاب میں یوں فرمایا:—

''جہاں جہاں احمدی ہیں انہیں چاہیئے کہ ایک تو وہ حکومت وقت اور قانون ملک کی پابندی کریں اور وفاداری کی ذہنیت اپنے اندر پیدا کریں۔ ابھی ماریشس کو 12 مارچ کو آزادی ملی۔ یہ چھوٹا سا ملک ہے غالباً تین لاکھ (سات لاکھ تھی، ناقل) کی آبادی ہے اور مسلمان 20-21 فیصد ہیں، 52 فیصد ہندو ہیں اور باقی جو لوگ ہیں وہ کریول فرانسیسی بولنے والے عیسائی ہیں۔ کچھ چینی اور کچھ دوسرے لوگ ہیں یعنی بُدھ مذہب وغیرہ۔ اس موقع پر مسلمان بھی آپس میں پھٹ گئے تھے اور غالباً عیسائی بھی۔ کچھ ہندو اکثریت کے ساتھ تعاون کرنا چاہتے تھے اور کچھ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ جب تک میری ہدایت نہیں گئی تھی اپنے احمدیوں کو بھی سمجھ نہیں آئی تھی اور ان میں بھی اختلاف رائے تھا۔ میں نے اپنے مربی کو لکھا کہ حکومت سے پورا تعاون کرو کیونکہ ہمارا تو آرٹیکل آف فیتھ اور اعتقاد ہی یہ ہے اور ملک کو غیر حکومت سے آزادی مل رہی ہے۔ اس خوشی میں ضرور شامل ہونا چاہیئے۔ جشن مناؤ۔ کل ہی مجھے خط ملا ہے جو کچھ دیر سے ملا (اس کے بعد والے خط مجھے پہلے مل گئے تھے) میں وہ ساتھ نہیں لایا۔ (یہ ایک پرانا خط ہے جو رپورٹ کی شکل میں ہے) اس خط میں مکرم محمد اسماعیل منیر صاحب نے لکھا ہے کہ آپ نے کہا تھا جشن مناؤ اور ہم نے جب اس قسم کا انتظام کرنا شروع کیا تو بعض احمدیوں نے بھی ہمیں طعنے دیئے۔ وہ اس بات کو سمجھ نہیں سکے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے حالات پیدا کر دیئے کہ وہاں لڑائی ہوگئی۔ آزادی سے پہلے وہاں کے رہنے والوں میں اختلاف ہوگیا۔ بہت سارے مسلمان مارے گئے۔ کریول عیسائیوں نے ان پر حملہ کیا اور ان کی حفاظت کرنے والا کوئی نہ تھا سوائے خدا کے اور خدا کسی کے پاس نہیں تھا سوائے احمدیوں کے۔ چنانچہ وہی جو ہمارے خلاف شور مچا رہے تھے اور جماعت خطرہ محسوس کر رہی تھی کہ شاید بعض ناسمجھ لوگ ہم پر حملہ کر دیں اور قتل و غارت کی راہ اختیار کریں وہ احمدیوں کے پاس پناہ لینے کے لئے مجبور ہوئے۔ جہاں ہمارا بڑا مرکز تھا وہاں پانچ سو کے قریب ہمارے مسلمان اور عیسائی جمع ہوگئے۔ جماعت کو

ان کی خدمت کی توفیق ملی۔ پھر جس دن سیلی بریٹ (Celebrate) کیا گیا یعنی دس تاریخ کو (دو دن پہلے سیلی بریٹ کیا گیا تھا) تو اس تقریب میں دو وزیر بھی شامل ہوئے اور جتنے ملکوں کے نمائندے بھی اس تقریب پر وہاں آئے ہوئے تھے ان سے ملنے کا اتفاق بھی ہو گیا کیونکہ جماعت حکومت سے تعاون کر رہی تھی اور حکومت ہر دعوت میں اور ہر فنکشن میں ہمارے احمدیوں کو کثرت سے بلاتی تھی اور ہمارے مربی کو بھی بلاتی تھی اور جتنے ڈیلی گیٹ اور نمائندے باہر سے آئے ہوئے تھے جن میں بعض کیمونسٹ ممالک کے نمائندے بھی تھے قریباً سب کو اپنی کتابیں دینے کا انہیں موقع ملا اور اللہ تعالیٰ نے ایک رنگ میں ایک نشان اس لئے بھی دکھایا کہ اس وقت وہ بہت پریشان تھے اور اسماعیل منیر صاحب مجھے لکھ رہے تھے دعا کے لئے اور دوسرے دوست بھی مجھے دعا کے لئے لکھ رہے تھے کہ کوئی پتہ نہیں کہ کیا حالات پیدا ہوں۔ فتنہ پھیل رہا ہے اور قتل وغارت ہو رہی ہے ۔ چنانچہ 25,20 آدمی تو وہاں مارے گئے تھے اور کئی سو زخمی ہوئے تھے، سینکڑوں مکان اور دکانیں لوٹی گئیں، بہت خراب حالت ہو رہی تھی اور یہ حالت کوئی ایک مہینہ آزادی سے پہلے تھی۔ دوست خود بھی دعائیں کر رہے تھے، بڑی دعا کرنے والی یہ قوم ہے، مجھے بھی دعا کے لئے لکھ رہے تھے۔ چنانچہ میں نے بھی ان کے لئے دعا کی لیکن میری دعا کسی علاقے کے لئے محدود تو نہیں ہوتی۔ ساری جماعت کے لئے اس رات بڑی کثرت سے دعا کرنے کی خدا نے مجھے توفیق دی اور صبح میری زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے ''نشان فتح نمایاں''۔ صبح سحری کے وقت جب میں بیدار ہوا ہوں تو نیم بیداری میں یا بیدار ہونے کے بعد مجھے غنودگی کا ایک جھونکا آیا اور یہ الفاظ زبان پر جاری ہوئے۔ بیدار ہونے کے بعد میں نے مصرعہ کو مکمل کیا۔

''نشان فتح نمایاں بنام ما باشد''

یہ مصرعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فارسی منظوم کلام کا تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا مصرعہ یہ ہے ؎ ''ندائے فتح نمایاں برائے ما باشد''

لیکن اس وقت میری زبان پر غنودگی میں آدھا مصرعہ ''نشان فتح نمایاں'' تھا۔ جس وقت میں بیدار ہوا

تو زبان خود بخود آ گے چلتی گئی اور ''بنام ما باشد'' کے ساتھ وہ مصرعہ مکمل ہو گیا۔ چونکہ ان دنوں ان کے خطوط بھی آ رہے تھے اس لئے میں نے مولوی محمد اسماعیل صاحب منیر کو لکھا کہ اس طرح اللہ تعالیٰ نے رحمت کا اظہار کیا ہے۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ تمہارے لئے یا صرف تمہارے لئے ہے لیکن بہر حال اللہ تعالیٰ فتح کے نمایاں نشان کہیں نہ کہیں تو ظاہر کرے گا ہی اور کل ہی جو ان کا خط آیا اس میں انہوں نے ساری تفصیل لکھ کر لکھا ہے کہ ہمارے لئے تو ''نشاں فتح نمایاں'' ظاہر ہو گیا ہے۔ غرض اس قسم کے نشان دور دراز ممالک کے متعلق ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ بتا تا ہے اور چونکہ ہر چیز اس کے تصرف میں ہے جیسا وہ کہتا ہے وہ ہو جا تا ہے اس کو دنیا کی کون سی طاقت روک سکتی ہے؟

(روزنامہ الفضل ربوہ 9 ستمبر 1999ء)

جشن آزادی میں شمولیت کے ثمرات

جشن آ زادی کا پروگرام پیشگی شائع کرنے کے کئی فوائد جماعت کو ہوئے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ حکومت کے جتنے بھی جشن آ زادی کے پروگرام تھے ان سب میں احمدیہ جماعت کے مشنری اور وفد کو باقاعدہ دعوت نامے دیئے گئے جو عاجز محمد اسماعیل منیر، مکرم عزیز تیجو صاحب اور مکرم احمد علی بخش صاحب پر مشتمل تھا اور یہ وفد ہر فنکشن میں پُروقار طریق سے شامل ہوا۔ جس کا خوشکن اثر ہمارے دوستوں پر ہوتا اور وہ ہر جگہ ہمارے احمدیہ پروگراموں کا ذکر خیر کرتے بلکہ شکریہ کے جذبات کا اظہار ہوتا کہ احمدیہ نے اس اہم موقعہ پر Lead لی ہے اور ملک کے مخالفین کی آنکھیں کھول دی ہیں ان مخالفین آزادی کو بھی مارکھا کر جشن آزادی میں حصہ لینا پڑا بلکہ مسلمانوں نے تو پھر ہندوؤں سے بڑھ کر اپنی خوشی کا اظہار کیا اور عیسائی مجبور ہو کر حصہ لیتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے ماریشس کے پہلے وزیر اعظم سر سیوسا گر رام غلام صاحب کو عقل اور فہم سے حکومت

ماریشس کے مشہور کیتھولک پادری شوشوں احمدیہ مسلم مشن ہاؤس میں مشنری انچارج محمد اسماعیل منیر کے ساتھ

چلانے کی توفیق دی کہ انہوں نے پاکستان میں اپنا سفیر مکرم امین قاسم علی کو بنا کر بھجوایا جو احمدیوں کے پرانے دوست اور خیر خواہ تھے۔ پاکستان آ کر بھی انہوں نے ہماری جماعت سے رابطہ رکھا بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح

الثالثؒ کے اچھے دوست بن گئے تھے اور اپنی آخری الوداعی دعوت میں 12 مارچ 1978ء کو میرا تعارف جنرل ضیاء الحق سے بھی بطور احمدیہ مسلم مشنری کے کروایا اور فرمایا کہ ان کو بہت عمدہ کام کرنے کی توفیق ملی ہے میں نے جنرل صاحب سے اپنے چار ساتھیوں کا تعارف یوں کروایا۔

1. Mr. Khalifa Sabaahuddin,
   Ahmadiyya Muslim Missionary in Islamabad.
2. Mr. Farooqe,
   President of Ahmadiyya Muslim Jamaat Multan.
3. Mr. Yousuf Nasir, Inspector Ahmadiyya Muslim Jamaat
4. Mr. Saleh A.,   Ahmadiyya Muslim Missionary
   Learning French in Islamabad

ایک پادری سے مقابلہ

ماریشس میں کیتھولک عیسائیوں کے علاوہ پروٹسٹنٹ اور ایڈوینٹسٹ وغیرہ کئی فرقے کام کر رہے ہیں یورپ سے ایک اور فرقے کے نئے پادری Mr. Ciseron 1967ء میں پہنچے اور انہوں نے اپنے فرقے کی شہرت کی خاطر ایک نیا طریق جاری کیا۔ Prayer for Healing کا اعلان کرتے اور کسی پبلک جگہ پر سٹیج لگا کر آنے جانے والوں کو اکٹھا کر کے انہیں عیسائیت کی خوب تبلیغ کرتے اور اپنا لٹریچر فری تقسیم کرنے کے علاوہ فروخت بھی کرتے اور پھر چند مخصوص بیماروں کو پبلک کے سامنے پیش کرتے اور Hypnotism کے ذریعہ ان کی بیماریوں کو دور کرتے مریض عارضی طور پر افاقہ کا اقرار کرتے مگر گھر جاتے جاتے پھر بیماری کے عود کر آنے کا اظہار کرتے۔ لیکن پھر بھی سادہ لوح ماریشن لوگ بڑی کثرت سے پادری صاحب کے گرد جمع ہونے شروع ہو گئے جن کی تعداد چند دنوں میں ہی دس پندرہ ہزار تک جا پہنچی، جس سے پڑھے لکھے مسلمانوں کے علاوہ ہندو اور عیسائی بھی بہت فکر مند ہوئے مگر کچھ نہ کر سکتے تھے کہ وہاں سرکاری طور پر مذہبی آزادی کا دور دورہ تھا۔ کئی لوگوں نے احمدیہ مشن سے درخواست کی کہ آپ ہی اس کا علاج کریں چنانچہ عاجز نے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں سارے حالات لکھ کر پادری صاحب کو

دعا کے مقابلہ کا چیلنج دینے کی اجازت چاہی جس کی حضور نے بخوشی اجازت عطا فرمائی نیز دعا کرنے کا وعدہ فرمایا مقامی طور پر میں نے بھائیوں اور بہنوں سے اس مقابلہ میں کامیابی کے لئے درخواست دعا کی جس پر بیشتر احباب نے خصوصی طور پر دعاؤں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ دعاؤں کے بعد ہم نے احمدیہ مسلم مشن کی طرف سے پادری صاحب کو مخاطب کر کے ایک دو ورقہ پمفلٹ فرنچ زبان میں شائع کیا جس میں پادری صاحب سے درخواست کی گئی کہ آپ ہر روز اپنی دعا سے بیماروں کو اچھا کرتے ہیں۔ آیئے دعا کے میدان میں مقابلہ کر لیں ہسپتال سے دس مریض ایسے لیں جن کے متعلق ڈاکٹروں کی رائے ہو کہ ان کے لئے کوئی علاج کارگر نہیں ہو رہا پانچ مریض آپ لے لیں اور ان کے لئے آپ دعا کریں، باقی پانچ میں لے لوں گا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کی شفا کے لئے دعا کروں گا پھر نتیجہ کا انتظار کریں گے کہ ہمارا اسلام کا خدا۔ اللہ۔ ہماری مدد کرتا ہے یا آپ عیسائیوں کا خدا۔ یسوع۔ آپ کی مدد کرتا ہے۔

پانچ ہزار پمفلٹ عوام میں تقسیم ہو گئے۔ اخباروں کو بھی بھجوائے پادری کو رجسٹری کر کے بھجوایا مگر پادری صاحب نے کوئی جواب نہ دیا تو ہمارے نوجوان ان کی شام کی عوامی مجلس میں پہنچ گئے اور وہاں پادری کے ہاتھ میں یہ اشتہار دے کر پوچھا کہ پادری صاحب اگر آپ سچے ہیں اور آپ کی دعاؤں سے بیمار اچھے ہوتے ہیں تو یہ چیلنج کیوں قبول نہیں کرتے اب پادری کو پبلک کے سامنے جواب دیتے ہی بنی مگر جواب کیا دیا کہ میرا کام تو دعا کرنا ہے اور تبلیغ کرنا ہے مقابلے کرنا نہیں۔ اس جواب پر عوام بہت مایوس ہوئے ویسے بھی جن بیماروں کو چنگا کر چکے تھے ان کی باتیں بھی شہرت پا گئیں کہ بیماری سے افاقہ عارضی طور پر ہوا بعد میں بیماری عود کر آئی ان دونوں باتوں سے عوام نے ان کی تبلیغی مجلس میں آنا ترک کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے دس پندرہ ہزار کا مجمع دس پندرہ لوگوں پر آ گیا جو پادری صاحب کے اپنے آدمی ہوتے تھے اور پبلک جگہ پر آنے کی بجائے وہ ایک معمولی سے مکان میں یہ کام کرنے لگے اور اس طرح عوام ہی نہیں عیسائی پادریوں اور مسلمان ملانوں کی جان بھی پادری صاحب سے چھوٹی اور یہ سبھی احمدیہ مسلم مشن کے شکر گزار ہوئے۔ وزیر صحت نے بھی اس مقابلہ میں دلچسپی کا اظہار کیا کہ کم از کم کچھ لاعلاج مریض تو اچھے ہو جائیں گے مگر پادری صاحب مقابلہ سے ہی بھاگ گئے اور اسلام اور احمدیت کو حضور کی رہنمائی کی وجہ سے نمایاں کامیابی ہوئی اور ہر حلقہ

میں عزت سے ہم یاد کئے جانے لگے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی یہ دعا قبول ہوئی۔

تجھ کو سب قدرت ہے اے رب الوریٰ	اِک کرشمہ اپنی قدرت کا دکھا
اِک نشان دکھلا کہ ہو حجت تمام	حق پرستی کا مٹا جاتا ہے نام

خدا کی ہستی کا ثبوت

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ وہ اپنے بندوں کو اپنی ہستی کی خبر ایسے رنگ میں دیتا ہے جس سے ان کا ایمان بڑھتا ہے جیسا کہ حضرت امام بخاریؒ اپنی کتاب صحیح میں ایک باب باندھتے ہیں "الایمان یزید و ینقص" اور پھر قرآن مجید کی آیات تائید میں لاتے ہیں اور آنحضرت ﷺ ایسی باتیں بتاتے ہیں جو صحابہ کے ایمانوں میں زیادتی کا باعث بنتی تھیں۔ یہ سلسلہ آنحضور ﷺ کے فیض سے آج تک چلتا آ رہا ہے اور جب مسلمانوں نے اپنے اوپر غلط فہمی سے اس دروازہ کو بند کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ اس عظیم نعمت سے ہمیں روشناس کیا۔ آپ نے اپنی کتاب "حقیقۃ الوحی" میں بڑی تفصیل سے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی راہنمائی کم از کم سچی خوابوں کے ذریعہ ضرور کرتا ہے اور اس کا مزہ زندگی میں ایک مرتبہ کنچنیوں کو بھی چکھا دیتا ہے تا انسان کو خدا کی ہستی پر یقین پیدا ہو۔

میرے ساتھ بھی ایک حیرت ناک واقعہ ہوا۔ جب میں ماریشس دوسری مرتبہ گیا تو وہاں انڈین ہائی کمشنر مسٹر اوتار سنگھ صاحب سے ہماری دوستی ہوگئی وہ بھی گوجرانوالہ کے پرانے باسی تھے، جہاں کا رہنے والا یہ عاجز بھی تھا یعنی پاک و ہند کی آزادی سے قبل ہم دونوں وہاں رہا کرتے تھے، بہت اچھے سادہ دل سردار صاحب تھے اور عوام کی خدمت کے جذبہ سے سرشار، اس لئے اکثر پبلک جلسوں اور تقریبات میں ملاقات ہو جاتی اور جماعت احمدیہ کے فلاحی کاموں پر اظہار خوشنودی فرماتے رہتے۔ ایک دن ماریشس ٹی وی پر اپنا ایک ہفتہ وار پروگرام ریکارڈ کروانے ہم Curpipe پہنچے جہاں سردار صاحب ایک وسیع وعریض بنگلہ میں رہتے تھے، ہم وقت مقررہ سے پہلے جا رہے تھے، راستہ میں سردار صاحب کا بنگلہ آ گیا تو ہم نے مناسب سمجھا کہ چلو سردار صاحب سے بھی ملاقات کرتے جائیں۔ ہم بنگلہ میں داخل ہوئے گھنٹی بجائی تو اندر سے سردار صاحب مسکراتے ہوئے نکلے اور بلند آواز سے یہ کہتے آئے "ہمارا تو جنازہ نکل رہا ہے"، ہمیں ان کی اس تمثیل کی سمجھ نہ آئی تو ہم نے تفصیل

پوچھی کہ سردار جی آپ خود ہمارے سامنے نظر آ رہے ہیں پھر یہ جنازہ کا معاملہ کیا ہے۔ فرمانے لگے کہ مجھے ماریشس میں آئے ابھی ایک سال ہی ہوا ہے یہ جگہ جنت نشان ہے ہمارا دل اس کے باسیوں سے لگ گیا ہے اور ہمیں ٹرانسفر کا حکم آ گیا ہے اور ابھی ابھی ہم ہوائی اڈہ کی طرف نکلنے والے ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ ان کا دس سالہ بیٹا ہمارے لئے پیلے رنگ کا شربت لئے آ رہا تھا جو ہم نے پیا اور خدا تعالیٰ نے حسن اتفاق سے ہمارے دوست سردار اوتار سنگھ سے اچانک ہماری الوداعی ملاقات کروادی۔ اس پر خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کر کے اور سردار صاحب کو خدا حافظ کہتے ہوئے ہم رخصت ہونے لگے تو مجھے ایک خواب یاد آ گئی جو اسی سال رمضان المبارک میں اعتکاف کے دوران دیکھی تھی جسے عاجز نے اپنی ڈائری میں لکھ بھی دیا تھا۔ 16 فروری کو ''دارالسلام'' مرکزی احمدیہ مسجد میں اعتکاف کے دوران دیکھا کہ مکرم سردار اوتار سنگھ صاحب کے نام خط روانہ ہوا ہے جس میں ان کے ٹرانسفر کے احکام ہیں۔ عاجز نے انہیں یہ خواب بتائی تو وہ بہت حیران ہوئے اور فرمایا آپ کی خواب سچی ہوگئی کیونکہ اب جولائی میں ٹرانسفر کا جو خط ملا ہے وہ دہلی سے فروری کا چلا ہوا ہے اور عین اسی تاریخ کا ہے جس دن خواب دیکھا۔ اس ملاقات کے موقع پر انڈین ہائی کمیشن کے سپرنٹنڈنٹ بھی موجود تھے جو ہمارے پرانے دوست تھے وہ بھی یہ خواب سن کر بہت حیران ہوئے اور انہوں نے میری ڈائری دیکھنے کی خواہش کا اظہار فرمایا چنانچہ وہ ایک دن اس غرض کے لئے احمدیہ مسلم مشن روز ہل تشریف لائے اور اپنی آنکھوں سے ڈائری میں لکھی ہوئی خواب دیکھی اور اس میں لکھی تاریخ کو بار بار دیکھتے رہے۔ بہر حال یہ معمہ وہ بھی اب تک حل نہ کر سکے تھے کہ فروری کا لکھا ہوا سرکاری خط جولائی میں ان تک کیسے پہنچا جب کہ انڈیا سے ایئر انڈیا کا جہاز ہر ہفتہ ڈاک لاتا ہے تو اس خط کو پانچ ماہ کیسے لگ گئے، بہر حال سردار اوتار سنگھ صاحب سے ہماری الوداعی ملاقات کا سامان اللہ تعالیٰ نے کر دیا اور ہمیں وہ نظارہ دکھا دیا جو خواب کے ذریعہ چند ماہ پہلے خدا تعالیٰ نے دکھایا تھا۔ ان کے دفتر کے سپرنٹنڈنٹ صاحب ہمارے پہلے سے بھی گہرے دوست بن گئے بلکہ ہمارے جماعتی کاموں میں ان کی دلچسپی خوب بڑھ گئی اس خواب نے یہ اعلان کر دیا ؎

لوگو سنو کہ زندہ خدا وہ خدا نہیں   جس میں ہمیشہ عادتِ قدرت نما نہیں

قبولیت دعا کا نشان

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اُدعونی اَستجِب لَکُم" تم دعا کرو مجھ سے میں قبول کروں گا" اس کے کئی نظارے خدا تعالیٰ نے ہمیں دکھائے صرف ایک اہم واقعہ کا ذکر کرتا ہوں ماریشس میں ایک اہم مسلمان لیڈر عبدالرزاق محمد صاحب تھے جو ہماری جماعت کے بڑے مخالفوں میں سے تھے سیاسی لیڈر ہونے کی وجہ سے وہ وزیر بن جایا کرتے تھے اس اہم عہدے سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے، جب بھی انہیں کوئی موقعہ ملتا، وہ ہمارے خلاف ضرور نہ صرف آواز اُٹھاتے بلکہ کارروائی کر کے ہمیں نقصان پہنچانے کی پوری پوری کوشش کرتے ۔ چنانچہ انہوں نے وہاں کی پارلیمنٹ میں احمدیہ مسلم مشن کے رجسٹریشن بل کی بھی مخالفت کی جس کی وجہ سے وہ بل پاس نہ ہوسکا اور ہمیں کافی مالی نقصان بھی اُٹھانا پڑا۔اب اگلے الیکشن کا وقت آ گیا اور وہ اپنی پرانی سیٹ جہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی، پر کھڑے ہوئے ۔انہیں اپنی کامیابی کا 100% یقین تھا کہ اس سیٹ سے وہ کئی سالوں سے کامیاب ہوتے چلے آئے ہیں مگر جب نتیجہ کا اعلان ہوا تو وہ یہ سیٹ ہار چکے تھے۔ان کی ناکامی کے اعلان نے اُن کے سب حامیوں میں ایک ہلچل مچادی کہ یہ کیسے ہوا ہے کچھ نے دبی زبان سے کہنا شروع کر دیا کہ یہ احمدیت کی مخالفت کا نتیجہ ہے اور یہ تھا بھی سچ کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اعلان کروا رکھا ہے اِنی مُھین مَن اَرادَ اِھانَتک کہ اس شخص کو ذلیل کر کے رکھ دوں گا جو تیری اہانت کا ارادہ بھی کرے گا اور یہ شخص تو ارادہ سے بھی آگے بلکہ بہت آگے بڑھ چکا ہوا تھا۔تاہم وہ وزیر اعظم رام غلام صاحب کا سیاسی دوست تھا انہیں بھی اس کی ضرورت تھی انہوں نے حسب قاعدہ ان کو پارلیمنٹ کا ممبر نامزد کر کے وزیر اراضیات و مکانات بنا دیا اور مسٹر عبدالرزاق محمد صاحب خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے ۔ پھر خدا کا کرنا یوں ہوا کہ ایک دن خبر آئی کہ یہی وزیر صاحب ریڑھ کی ہڈی میں خرابی کی وجہ سے صاحب فراش ہیں اور ڈاکٹروں کے مطابق لاعلاج ہیں۔تو ہم نے احمدیہ مسلم مشن کی طرف سے ان کی عیادت کا پروگرام بنایا۔ برادرم احمد حسن صاحب سوکیہ نے فون کر کے ملاقات کا وقت لیا۔ہم وقت مقررہ پر حاضر ہوئے ۔ملاقات ہوئی اور آنریبل وزیر رو کر کہنے لگے کہ مولانا میرے لئے دعا کریں تا خدا تعالیٰ اس خطرناک بیماری اور اذیت سے نجات دے میرے دل میں ترس آ گیا میں نے اسی وقت ہاتھ اُٹھا کر دعا کی جس میں میرے ساتھیوں کے ساتھ وہ خود بھی شامل ہو گئے اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ قبولیت

دعا کی گھڑی بن گئی اور خدا تعالیٰ نے آنریبل وزیر صاحب پر فضل کرنا شروع کیا اور وہ ڈاکٹر جوان کی موت کی خبر کے انتظار میں تھے یہ سن کر حیران رہ گئے کہ آنریبل وزیر صاحب دفتر جانے لگ گئے اور جب پہلے دن انہوں نے دفتر جانا تھا تو انکا ہمیں فون آیا کہ دفتر جانے سے پہلے آپ کے مشن ہاؤس آنا چاہتا ہوں تا آپکی دعاؤں کا شکریہ ادا کرسکوں ۔ چنانچہ وقت مقررہ پر میرے ساتھ بھائی احمد حسن صاحب سوکیہ اور دیگر دوستوں نے محترم وزیر صاحب موصوف کو خوش آمدید کہا ان کی صحت یابی کی حالت کی تصویر لیں الحمدللہ کہ کس طرح خدا تعالیٰ ایک شدید ترین دشمن احمدیت کو احمدیہ مشن ہاؤس میں لے آیا بلکہ ہمارے سامنے جھکا دیا جس نے اپنے بیٹے یوسف محمد صاحب کو جو سفیر بن کر مصر جا رہے تھے احمدیہ مشنری سے مل کر اور اس کی دعا لے کر جانے کے لئے احمدیہ مشن بھجوایا۔ وزیر کے بعض دوست احمدیہ مشن میں ان کی آمد کی فوٹو دیکھ کر کہا کرتے تھے کہ یہ ایک نشانی ہے کہ عبدالرزاق محمد نے احمدیت کی مخالفت سے توبہ کی اور معافی مانگنے کے لئے خود حاضر ہوئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اِس دعا کی قبولیت کی نشانی بن گئے ؎

ان دلوں کو خود بدل دے اے میرے قادر خدا
تو تو رب العالمین ہے اور سب کا شہر یار

درود شریف کی برکت

ماریشس کے دوستوں نے دعوت الی اللہ کے میدان میں ہمیشہ تعاون فرمایا بالخصوص نوجوان تو میرے ہر سفر میں میرے ہمراہی بن جاتے تھے ۔ چنانچہ ایک دن ہم جنوبی علاقہ میں گئے اور Chemin Graian میں اپنے چند غیر از جماعت دوستوں کو احمدیت کا پیغام دینے کے بعد ہم واپس آ رہے تھے کہ ہمیں عصر کی نماز ادا کرنی تھی اور سورج کی روشنی میں تبدیلی ہو رہی تھی جو ہمیں قریب آنے والی ایک مسجد میں لے گئی جہاں ایک بوڑھے امام صاحب بچوں کو قرآن مجید پڑھا رہے تھے ہم نے ان سے اجازت لے کر نماز عصر باجماعت ادا کر لی اور امام صاحب کا شکریہ ادا کر کے باہر نکلے اپنے چند دوستوں سے ملاقات ہوئی اور ہم واپس روانہ ہو گئے اس گاؤں کا نام Mare d'Albert تھا جس کے معنی ہیں

کیچڑ کا گھر۔ یہ جگہ Curepipe کی پہاڑیوں کے دامن میں ہے۔ جہاں بارش کی کثرت کی وجہ سے پانی جمع ہو کر کیچڑ بن جاتا ہے ہم تو واپس احمدیہ مشن روز ہل بخیریت پہنچ گئے مگر گاؤں کے لوگوں کو پتہ چل گیا کہ ''احمدی آئے تھے اور ان کی مسجد میں باجماعت نماز پڑھ گئے جس کی اجازت ان کے امام صاحب نے انہیں دی تھی۔'' بعض لوگ امام صاحب کے خلاف تھے، انہوں نے مطالبہ کیا کہ امام صاحب کو معطل کر دیا جائے۔ دوسری پارٹی نے امام صاحب کی حمایت میں نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ آخر اس پارٹی نے گاؤں میں ایک جلسہ عام کرنے کا پروگرام بنایا اور مجھے (احمدیہ مشنری) کو درخواست کی کہ آپ ہمیں احمدیت کی حقیقت بتائیں جس کو میں نے منظور کر لیا۔ جب اس کا اعلان گاؤں میں ہوا تو دوسری پارٹی پولیس کے پاس گئی اور اس جلسہ کو رکوانے کی سعی کی چنانچہ پولیس والے میرے پاس آئے تو میں نے کہا کہ میں تو وہاں کے لوگوں کی دعوت پر جا رہا ہوں آپ وہاں کے باشندوں کو جلسہ کینسل کرنے کا کہیں مگر ملک میں مذہبی آزادی کا قانون رائج تھا اس لئے پولیس حکماً انہیں نہ روک سکی اور میں مقررہ دن اپنی چھوٹی سی کار Morris Minor (جو بھائی اسماعیل سجان صاحب نے ایک عید کے دن مشن کے لئے گفٹ کے طور پر دی تھی) میں جلسہ کے لئے Mare d'Albert روانہ ہوا۔ بھائی احمد شمشیر صاحب سوکیہ جو ان دنوں انکم ٹیکس افسر تھے اور ہفتہ اتوار وقف کر کے مشن ہاؤس میں تعلیم و تربیت کے لئے مقیم ہوتے تھے، میری ساتھ والی سیٹ پر تھے۔ روز ہل سے بلندی کی طرف جاتے جاتے ہم Curepipe پہنچے تو بادلوں میں گھر گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایسی تیز بارش شروع ہوگئی کہ سڑکوں پر پانی بہنا شروع ہو گیا۔ اب ہماری منزل مقصود پہاڑیوں کے ڈھلوان کی طرف تھی اور پانی بھی اسی طرف جا رہا تھا۔ پانی زیادہ تھا اور گاڑی چھوٹی، انجن پانی سے بھر جاتا اور بند ہو جاتا۔ ہم کھڑے ہو کر پانی نکالتے اور پھر آگے چل پڑتے۔ بھائی احمد شمشیر صاحب کالے سیاہ بادلوں کو دیکھ کر کہنے لگے کہ مولانا صاحب یہ بارش تو ختم نہیں ہوگی اس طرح ہم نہیں پہنچ سکیں گے۔ چلیں واپس چلتے ہیں، ویسے بھی وہاں اتنی بارش میں جلسہ کے لئے کون آئے گا۔ میں نے عرض کیا کہ ہم نے وعدہ کیا ہوا ہے جسے پورا کرنا چاہیئے، آپ اپنی سیٹ پر بیٹھے درود شریف پڑھتے رہیں، اس کی برکت سے مجھے گاڑی ڈرائیو کرنے میں مدد ملے گی اور ہم

انشاء اللہ وقت پر مقررہ جگہ پر پہنچ جائیں گے۔ اب انہوں نے میری نصیحت پر عمل کرنا شروع کیا تو واقعی ہمارے لئے سفر میں کچھ سہولت پیدا ہونی شروع ہوگئی۔ پانی میمز یدایک دوبارتنگ کیا مگر بارش ہلکی ہوتی گئی اور ہم آہستہ آہستہ چلتے ہوئے منزل مقصود پر پہنچے تو بادل چھٹ چکے تھے اور آسمان صاف ہوگیا تھا اور دھوپ بھی نظر آنے لگی تھی۔ ہمارے چند دوست ہمیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے ہال میں جلدی جلدی لاؤڈسپیکر فٹ کیا اور جلسہ شروع کر دیا پھر دیکھتے ہی دیکھتے دور دور سے اس جلسہ کے لئے لوگ کاروں میں آنے شروع ہوگئے اور ہمارا ہال بھر گیا۔ گاؤں کے لوگ اتوار کی چھٹی گھروں میں منارہے تھے بارش کی وجہ سے گاؤں سے باہر نکل ہی نہ سکے اور ہمارے لاؤڈسپیکر کی آواز ان کے گھروں میں صاف سنائی دے رہی تھی۔ ایسے مواقع پر خدا تعالیٰ کی خاص نصرت کا مظاہرہ کئی دفعہ مشاہدہ کیا ہے۔ اس دن بھی اللہ تعالیٰ نے مخالفین کے لئے ایسی باتیں کہنے کی توفیق دی جس کو انہوں نے بھی خوب پسند فرمایا۔ بھائی آدم بہاری کے والد صاحب Mahebourg سے ہی اپنی کار میں تشریف لائے تھے، وہ فرمانے لگے کہ جو مزہ آج تقریر سننے کا آیا ہے پہلے کبھی ایسا موقعہ نہیں ملا ۔ یہ دوست ابھی بیعت نہیں کر پائے تھے، ان کے بیٹے آدم نے یہ جرأت کی تھی (جو آجکل کینیڈا میں آباد ہیں) پھر ان کے بڑے بھائی حسین صاحب ڈاکٹر بننے کے بعد فرانس سے واپس ماریشس جاتے ہوئے اچانک ربوہ پہنچے اور ہماری ملاقات خلافت لائبریری میں ہوگئی۔ چند گھنٹوں کے لئے آئے تھے میں نے چند دن رکھا اور بیعت کرکے واپس گئے اور نصرت جہاں کے ماتحت وقف کرکے افریقہ بھی پہنچ گئے۔ سچ ہے ؎

صاف دل کو کثرت اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشان کافی ہے گر دل میں ہو خوف کردگار

ایک اور نشان

اسی گاؤں کے ایک بزرگ بوڑھے دوست احمدیہ مشن ہاؤس روزہل اپنے ایک پوتے حمید جگو کو لے کر آئے کہ وہ خود تو ہمارے پہلے مبلغ حضرت صوفی غلام محمد صاحب کے دوست تھے، اب میرے پوتے کو آپ اپنا دوست بنالیں میں نے منظور کرلیا اور یہ ہائی سکول کا طالب علم گاہے بگاہے میرے پاس آنے لگا اور

ہماری تربیتی اور تبلیغی مساعی میں حصہ بھی لیتا اور بغور مطالعہ کرتا رہا اس نے میٹرک O لیول کا امتحان دیا تو اس نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں امتحان میں کامیابی کے لئے دعا کا خط لکھا تو جواب آیا کہ آپ اگلے سال پاس ہوں گے یہ خط پا کر وہ پریشان ہوا اور میرے پاس آیا کہ یہ آپ کے خلیفۃ اچھے ہیں کہ میں نے تو اس سال امتحان دیا ہے اور اس میں کامیابی کے لئے درخواست دعا کی ہے وہ مجھے اگلے سال کی سنا رہے ہیں۔ میں نے خط پڑھا اور معذرت کی کہ شاید کسی ٹائپسٹ کی غلطی ہو مگر ان کی پریشانی کو دور نہ کر سکا اور جب نتیجہ نکلا عزیزم حمید صاحب Fail تھے۔ میں نے ان کو بلایا کہ اب آپ کے لئے وہ خط خوشخبری کا ہے آپ محنت کریں اور اگلے سال یقینی پاس ہوں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا، اگلے سال نہ صرف وہ پاس ہوئے بلکہ اکثر مضامین میں کریڈٹ حاصل کئے، جس سے ان کا مستقبل روشن ہو گیا۔ انہوں نے H.Sc پاس کیا اور اسی دوران انہوں نے بیعت بھی کر لی تھی۔

ان کی بیعت کا واقعہ بھی دلچسپ ہے، ذرا سنیئے! بھائی حمید جگو ہمارے ساتھ ہفتہ اتوار کی چھٹیاں گزارتے اور ہمارے تبلیغی و تربیتی پروگراموں میں شامل ہوتے تھے اور خلیفۂ وقت کی دعا کا اعجاز عین الیقین سے دیکھ چکے تھے، ایک دن ہمارے ساتھ دور کے ایک گاؤں کے سوشل سنٹر میں تبلیغ کے لئے گئے ہوئے تھے، سلائیڈز لیکچر کی وجہ سے ہم نے رات وہاں ہی گزاری۔ صبح ناشتہ کی تیاری کر رہے تھے تو بولے اگر میں بیعت کرنا چاہوں تو کوئی روک تو نہیں! ہم نے کہا کہ یہ تو آپ کی مرضی ہے اگر آپ کا دل احمدیت کی صداقت کو مانتا ہے تو روکنے والا کون ہوسکتا ہے، تو کہنے لگے، تو پھر آج ابھی بیعت کرتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے فارم پُر کیا اور اس رات کی تبلیغی مساعی کا وہ شیریں پھل ثابت ہوئے۔

ماریشس سے انہوں نے H.Sc پاس کیا اور کلکتہ میں مزید پڑھائی کے لئے چلے گئے جہاں سے انہوں نے B.A کے بعد L.L.B بھی کیا اور جماعتی راہنمائی میں جماعتی سوونیئر نکالا جو علمی اور تبلیغی لحاظ سے بہت ہی مفید ثابت ہوا اور پھر بیرسٹری کرنے کے لئے برطانیہ کی کئی یونیورسٹیوں کو داخلے کے فارم بھجوائے مگر ہر یونیورسٹی سے No Seat کی اطلاع ملنے پر پریشان ہو گئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں دعا کے لئے خط پر خط آنے لگے۔ عاجز ان دنوں سیکرٹری نصرت جہاں کی حیثیت سے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ

کی خدمت میں ہدایات لینے جاتا تھا۔ایک دن حضور فرمانے لگے،حمید جگو آپ کا شاگرد ہے،اسے سمجھائیں وہ مجھے لکھ رہا ہے کہ اسے برطانیہ میں بیرسٹری میں داخلہ دلوانے کے لئے چوہدری محمد ظفراللہ صاحب کو سفارش کرنے کے لئے کہوں۔ برطانیہ کی یونیورسٹیاں تو ملکہ کی سفارش کوبھی نہیں مانتیں۔ اگر داخلہ نہیں ملتا تو کوئی اور کام کرلے۔اس پر عاجز نے عرض کیا حضور میں اسے خط لکھتا ہوں لیکن حضور اس کے لئے دعا ضرور کریں، بڑا محنتی اور نیک لڑکا ہے۔اس پر حضور نے میری طرف دیکھا اور فرمایا اچھا میں دعا کروں گا۔حضور کی نگاہوں میں میں نے پیار دیکھا اور ساتھ ہی دعاؤں کا وعدہ۔ میں نے تو اسی وقت یقین کرلیا کہ اب حمید جگو کا کام ہوجائے گے چنانچہ ہفتہ عشرہ ہی گزرا ہوگا کہ عزیزم کا کلکتہ سے خوشخبری کا تار آ گیا کہ لنڈن یونیورسٹی میں داخلہ مل گیا ہے پھر وہ خود بھی حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں کا شکریہ ادا کرنے By Air ربوہ آیا۔عزیز لنڈن پہنچا اور وہاں بھی اس نے خوب محنت کی اور انگریزوں کا بارہ سالہ ریکارڈ توڑا اور اپنے پرنسپل سے گولڈ میڈل لیا ۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اس خبر سے بیحد خوش ہوئے اور جماعت کیطرف سے بھی اسے گولڈ میڈل پہنایا۔ دعوت الیٰ اللہ اسکی Hobby تھی چنانچہ لنڈن میں ایک ہندو ماریشن کو مسلمان کیا،جس نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت بھی کرلی۔عزیز لنڈن سے میڈلز لے کر ماریشس پہنچا اور وہاں کے پہلے احمدی بیرسٹر کے طور پر اس نے وکالت کا کام شروع کیا۔اس نے عزیزم الیاس منیر صاحب کی اسیری کے زمانہ میں بھی جماعت کی طرف سے بہت مدد کی۔ جزاھم اللہ تعالیٰ۔

کسر صلیب کے نظارے

ماریشس میں فرنچ اور برٹش حکومتوں نے عیسائی پادریوں کی ہر کام میں مدد کی وہ اقلیت ہونے کے باوجود سرکاری اور غیر سرکاری ہر جگہ چھائے ہوئے نظر آتے ہیں اور پادری صاحبان اپنے خواص کی مدد سے بڑے بڑے تبلیغی سیمینار کرتے ہیں اور ہندوؤں اور مسلمانوں کو بپتسمہ لینے کی دعوت عام دی جاتی ہے۔ ایسا ہی ایک سیمینار Seven Day Adventists کا ماریشس کے دارالحکومت پورٹ لوئیس میں تین قسطوں میں تین دن ہوتا رہا۔ آخری دن انہوں نے مسلمانوں کے لئے مخصوص کررکھا تھا۔جس میں انہوں نے اسلام، قرآن اور محمد مصطفی ﷺ اعتراضات کی بوچھاڑ کردی جس کو سننے والے بعض مسلمانوں کو اپنے

ہی مذہب پر شکوک پیدا ہونے شروع ہو گئے اس شہر میں مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد ہے جنہوں نے اس سیمینار کے خلاف نفرت کا اظہار تو کیا مگر اس کا مداوا نہ کر سکے اور عوام میں اسلام کے خلاف نفرت اور عیسائیت کے حق میں میدان ہموار ہوتا نظر آیا۔ ہم نے مسلمانوں کو ترغیب دلائی کہ وہ عیسائیوں کا جواب تو دیں تا ان کے خلاف نفرت کے جذبات ختم ہوں مگر یہ بات ان کے بس کی نہ تھی۔ بال آخر ان کی درخواست پر ہمارے مشن نے ہی جوابی سلسلہ شروع کرنے کا فیصلہ کیا اور ہم نے اسی ہال کو ہفتہ میں ایک دن (ہر منگل) کے لئے بُک کرایا اور اس طرح وہاں تین ہفتوں میں تین لیکچر زدیئے۔ پہلے لیکچر کا عنوان ''قرآن کی نظر میں حضرت مسیح پاکؑ'' اور بڑی وضاحت سے بتایا کہ حضرت عیسیٰ نہ تو خدا تھے اور نہ ہی خدا کے بیٹے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے مقدس نبی اور ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کی طرح انسان ہی تھے اور اسی حیثیت سے وہ فوت ہوئے اور ان کی قبر کشمیر کے شہر سری نگر کے محلہ خانیار میں اب بھی موجود ہے جسے اس عاجز نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ نیز قرآن نے انہیں رسولاً الیٰ بنی اسرائیل کہہ کر ایک قوم تک مخصوص کر دیا ہے گویا ان کا مشن بین الاقوامی نہ تھا۔ ان قرآنی حقائق کی تصدیق ساتھ کے ساتھ بائیبل کے حوالہ جات سے بھی کی جاتی رہی۔

دوسرے ہفتہ کے لیکچر کا عنوان ''محمد اِن بائیبل'' تھا، جس کو سننے کے لئے پہلے سے بھی زیادہ لوگ آئے اور مسلمان اپنے عیسائی دوستوں کو ساتھ لے کر آئے اس میں ہم نے بائیبل کی مختلف پیشگوئیاں پڑھ کر سنائیں جن کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ مبعوث فرمایا اگر آپؐ نہ آتے تو بائیبل کی یہ پیشگوئیاں جھوٹی ٹھہرتیں۔ ان پیشگوئیوں کے مطابق آنے والے محمدؐ کامل سچائی، قرآن مجید، لے کر آئے اور آپ نے آکر پہلے نبیوں پر ہونے والے اعتراضات کو بھی دور کیا۔ حضرت عیسیٰؑ کے علاوہ ان کی والدہ حضرت مریمؑ پر یہودیوں کے جو گندے اعتراضات تھے ان کا بھی رد کیا اور اعلان کیا کہ حضرت مریم عفیفہ تھیں اور حضرت عیسی کنواری کے بطن سے اللہ تعالیٰ کے خاص قانون قدرت کے تحت پیدا ہوئے۔ اس لیکچر کا عیسائیوں اور مسلمانوں پر مثبت رنگ میں اثر ہوا اور تیسرے لیکچر کے لئے وہ جوق در جوق آئے جس میں ہم نے عیسائیوں کے سب اعتراضات کے جوابات دیئے مثلاً اسلام تلوار کے

زور سے نہیں پھیلا، دوسرے آنحضرت ﷺ 9 شادیاں نفسانی خواہش کی وجہ سے نہیں تھیں۔ایک ایک کر کے ہم نے سب اعتراضات کے جوابات دینے کے بعد یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفی ﷺ رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا عیسائیوں نے تو خواہ مخواہ آپ پر اعتراضات کر کے اپنی زبان گندی کی، بھلا آپ چاند پر تھوک سکتے ہیں! تھوکیں گے تو اپنے منہ کو ہی گندہ کریں گے۔مگر ہم مسلمان جو قرآن کی رو سے حضرت عیسیٰ کی نبوت پر ایمان نہ لائیں تو ہمیں اسلام سے ہی ہاتھ دھونا پڑتا ہے ہم کس منہ سے حضرت عیسیٰؑ کے خلاف کوئی بات کہہ سکتے ہیں۔ہم تو ان کو خدا تعالیٰ کا سچا نبی مانتے ہیں اور ان کے ماننے والوں سے ہمیں ہمدردی ہے کہ وہ بھی آپ کی اصلی پوزیشن پر ایمان لائیں۔خدا ہونے سے تو حضرت عیسیٰ نے خود انکار کیا اب ان کے نام پر عیسائی کہلوانے والے کس طرح ان کو خدا کا درجہ دے سکتے ہیں۔اس طرح سے ہم احمدیوں سے، جو عاشقان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں، ایسی باتیں اس دن کہلوادیں جن کو سننے والوں کے دلوں پر ایسا اثر ہوا کہ آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی نظر آرہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سچائی کا انتشار ہو رہا تھا۔آخر میں خاموش دعا کے لئے سب نے ہاتھ اُٹھائے اور دعا کے بعد حاضرین ایک دوسرے سے خوشی خوشی شکریہ کے جذبات سے مل رہے تھے گویا جو نظارہ گذشتہ ماہ عیسائیوں نے باہمی نفرت کا پیش کیا تھا، احمدیہ مشن کے جوابی جلسوں نے اسے Love for all, hatred for none میں یکسر بدل دیا اور پورٹ لوئیس کے مسلمانوں نے دل کھول کر احمدیہ مشن کو داد دی، جس نے عین ضرورت کے وقت ان کی طرف سے یہ اقدام کیا اور شہر کی فضا کو نفرت کی بجائے باہمی محبت میں بدل کر رکھ دیا اور اعلان کیا ؎

آؤ عیسائیو ادھر آؤ نور حق دیکھو راہ حق پاؤ

جس قدر خوبیاں ہیں قرآں میں کہیں انجیل میں تو دکھلاؤ

اعتراضات کے جوابات دینے میں برادرم احمد شمشیر صاحب سوکیہ نے بھی اہم کردار ادا کیا تھا جو پہلے انکم ٹیکس آفیسر تھے اور اب مبلغ سلسلہ کی حیثیت سے جامعہ احمدیہ ربوہ سے فارغ التحصیل ہو کر واپس پہنچے ہی تھے۔ مشرقی اور مغربی افریقہ کے ممالک میں مشنری کے فرائض دینے کے بعد آجکل وہ ماریشس میں

قیام پذیر ہیں اور ترجمہ کے کاموں کے علاوہ جماعتی پروگراموں میں معاونت کرتے ہیں۔

کسر صلیب کا ایک اور نظارہ

ماریشس میں ہمیں دارالسلام مسجد روزہل کے لئے روزانہ ہی وقارِعمل کرنا پڑتا تھا تاہم ہفتہ اور اتوار کے دن وقارِعمل لمبی دیر تک ہوتا تھا۔ایک سوموار ہم بہت تھکے ہوئے تھے۔بھائی بشیر تیجو صاحب کار لے کرآئے اور ہم ذرا آرام کرنے ساحل سمندر Fleec on Flock کی طرف چلے گئے ایک دو اور خدام بھی ساتھ تھے۔ساحل سمندر پر سفید Coral ریت بہت اچھی لگ رہی تھی دھوپ بھی خوب چمک رہی تھی،ہم نے کپڑے بدلے اور نیلگوں سمندر میں نہانا شروع کر دیا اسی دوران ایک اور کار آئی جس میں سے ایک بوڑھا یورپین نکلا اور اس نے بھی ہمارے قریب ہی نہانا شروع کر دیا۔کچھ دیر بعد ہم ریت میں بیٹھے تھے کہ دل میں آیا چلو اس یورپین کو تبلیغ کریں۔چنانچہ ہم اس سے ملے،علیک سلیک کے بعد باہمی تعارف ہوا تو پتہ چلا کہ وہ ایک یورپین پادری ہے جو ریٹائرمنٹ کے بعد ماریشس میں ہی مقیم ہو گیا ہے اور اوپر پہاڑی پر رہائش پذیر ہے۔عیسائیت پر معلومات کا تبادلہ شروع ہو گیا۔ہم نے پوچھا کہ حضرت مسیح آسمان پر کیسے گئے تھے۔وہ کہنے لگے کہ ابھی بائیبل سے آپ کو دکھاتا ہوں وہ اپنی کار سے اپنی بائیبل لے کر آیا اور مرقس کا آخری باب نکال کر ہمیں دکھانے لگا جہاں یہ لکھا ہوا تھا کہ حضرت مسیح چند حواریوں کے ساتھ پہاڑی پر جا رہے تھے کہ بادلوں نے انہیں گھیر لیا اور وہاں سے وہ آنکھوں سے غائب ہو گئے۔ہم نے کہا کہ اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ وہ آسمان پر چلے گئے ہیں،اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ وہ بادلوں کے دوران پہاڑی کے دوسری طرف نیچے اتر گئے ہوں اور اس طرح پہلی طرف کے لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گئے ہوں۔دوسرے ہم نے مرقس کے اس باب کو بغور دیکھا تو آخری آیات لائن لگا کر نیچے حاشیہ کے طور پر لکھی ہوئی تھیں اور آخر میں نوٹ دیا ہوا تھا کہ تازہ تحقیق سے یہ پتہ چلا ہے کہ یہ آخری آیات اصلی مسودہ میں درج نہ تھیں بعد میں کسی نے لکھ کر ملا دی ہیں،اس لئے ہم نے ان آیات کو الگ حاشیہ میں نوٹ کر دیا ہے۔جب اس نوٹ کی طرف ہم نے پادری کو توجہ دلائی تو وہ نوٹ پڑھ کر حیرانی سے کبھی ہمیں دیکھتا اور کبھی اس نوٹ کی طرف۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خوشی کے جذبات میں اس نے کبھی نوٹ کی طرف توجہ ہی نہ دی تھی اور اپنے

عقائد پر جما ہوا تھا۔خیر دوستانہ ماحول میں بات چیت جاری رہی اور ہم نے اسے بتایا کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر چڑھائے تو ضرور گئے تھے مگر ان کی عاجزانہ دعاؤں کو خدا نے سنا اور ان کی رہائی کے غیر معمولی سامان پیدا کر دیئے اور وہ صلیبی زخموں پر مرہم عیسیٰ لگانے سے صحت یاب ہونے کے بعد پہاڑی سفر پر گئے اور ہجرت کر کے فلسطین سے کشمیر پہنچ گئے جہاں بنی اسرائیل کے گمشدہ قبائل کو انہوں نے اپنا پیغام پہنچایا، سننے والوں نے ان پر یقین کیا اور بڑی کثرت سے وہ ایمان لے آئے۔ وہیں 120 سال کی عمر میں فوت ہوئے، سرینگر میں ان کی قبر کو میں نے خود دیکھا ہوا ہے۔ اس سلسلہ میں مزید کتب کے حصول کیلئے وہ ہمارے مشن ہاؤس میں تشریف لائے اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب ''مسیح ہندوستان میں'' کا فرنچ ترجمہ لے کر گئے اور بڑے خوش تھے کہ انہیں اپنی زندگی میں نئی معلوماتی کتب میسر آ گئی ہیں۔ بہرحال وہ ایک غیر متعصب نیک روح تھے جن کو سچائی سے پیار تھا، ایسی ہی نیک روحوں کو جمع کرنے کی تلقین حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دیتا رہے یہاں تک کہ ساری دنیا کے نیک لوگ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں۔ آمین۔

ابن مریم مر گیا حق کی قسم
داخل جنت ہوا وہ محترم

قرآنی نمائش

ماریشس کی "The Holy Quran Expo 1967" نے تو ملک بھر میں دھوم مچا دی۔ یہ نمائش سات دن روز ہل کے سب سے بڑے ہال Plaza میں ہوئی۔ دو دن عورتوں کے لئے مخصوص تھے۔ سات دنوں میں بیس ہزار سے زائد لوگوں نے اسے دیکھا، پڑھا اور سوال کر کے مزید معلومات حاصل کیں نیز مزید مطالعہ کے لئے ہماری کتب خریدیں جو انگریزی، اردو، ہندی، فرانسیسی میں موجود تھیں۔ اس کی تیاری میں ممبراتِ لجنہ اور خدام کے علاوہ اطفال نے بھی مقابلوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ایسے عمدہ معلوماتی چارٹس تیار کئے جن کو دیکھ کر لوگوں کی توجہ قرآن مجید کی صداقت کی طرف پھر جاتی۔ مثلاً ایک چارٹ

و آوینھما الیٰ ربوہ ذات قرار و معین کے بارہ میں ایک طفل نے واٹر کلر سے بنایا،جس میں نقشہ بنا کر حضرت عیسیٰ اوران کی والدہ کی فلسطین سے کشمیر تک ہجرت کا راستہ دکھایا گیااورسرینگر میں قبر مسیح پر اس کی فوٹو لگادی گئی۔اس چارٹ کو دیکھنے والے مسلمان عیسائی اور ہندو سبھی تھے کہ سب کے لئے یہ نئی خبر تھی۔اسی طرح برادرم احمد شمشیر سوکیہ نے سورہ تکویر کی سات پیشگوئیوں پر سات حصوں پر مشتمل ایک نہایت عمدہ چارٹ تیار کیاجس پر پیشگوئی کے عربی حروف اوراس کے مصداق کی فوٹوز لگائیں اور ثابت کیا کہ قرآن مجید نے چودہ سوسال قبل جو پیشگوئیاں کی تھیں وہ حرف بحرف پوری ہورہی ہیں۔اس نمائش کی خبریں ہر روز آٹھ دس مقامی اخباروں میں شائع ہوتی رہیں۔قرآن مجید پر مختلف مضامین بھی شائع ہوتے رہے۔ریڈیواورٹی وی نے بھی اسے خوب کوریج دی اور مختلف زبانوں میں قرآنی معلومات پر تقریریں ہوتی رہیں۔یہاں تک کہ عوام میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ احمدیوں کی اس قرآنی نمائش نے سارے ماریشس کو Quran Conscious کردیاہے۔الحمدللہ۔احمدیوں نے اس نمائش کی تیاری اور پھر نمائش کے دوران دیکھنے والوں کی راہنمائی میں جوشاندار تعاون کیاوہ مجھے اگلے جہاں میں بھی نہ بھولے گا۔احمدیوں کی دل کی آواز تو یہی ہے:۔

دل میں یہی ہے ہردم تیرا صحیفہ چوموں　　قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

داعی الی اللہ کے لئے نصرت الٰہی

مارچ 1968 میں آزادی کے فورا بعد مسلمانوں کے مطالبہ پر نئی سرکار نے عیدین کے علاوہ عیدمیلادالنبیؐ کی رخصت بھی منظور فرمائی۔ہماری جماعت نے فیصلہ کیا کہ اس خوشی میں اس رخصت سے خوب فائدہ اُٹھایا جائے اور اسلامی مواسات وتحمل (Tolerance) کا پیغام ہر ماریشن گھر میں پہنچایا جائے چنانچہ اس کی منصوبہ بندی ایک کمیٹی کے سپرد ہوئی جنہوں نے سرکاری سروے آفس سے ریکارڈ لے کر ماریشس کے ایک لاکھ گھرانوں کوان کی تعداد کے لحاظ سے دس حلقوں میں تقسیم کیااوران میں ایک لاکھ پمفلٹ تقسیم کرنے کے لئے والنٹیئرز کی ڈیوٹیاں لگادی گئیں جن میں انصار خدام کے علاوہ اطفال ناصرات اور بہت سی ممبرات لجنہ بھی شامل تھیں۔نماز فجر میں دعاؤں کے بعد جملہ احمدیہ مساجد میں حاضرین کوان کے کام کے متعلق ہدایات دی گئیں کہ وہ ہر گھر میں خود پہنچ کر یہ پمفلٹ تقسیم کریں تا ہماری طرف سے

اہل ماریشس پر حجت تمام ہو جائے کہ ہم نے انہیں اسلام کا پیغام پہنچا دیا ہے۔بعض لوگ اپنی اپنی کاروں میں نکلے بعض اپنی سائیکلوں پر اور جو پیدل تھے انہیں قریبی گھرانے دیئے گئے۔ ہر ایک گروپ نے اپنا کام مکمل کر کے نماز مغرب میں حاضر ہو کر اپنی رپورٹ دینی تھی۔ روز ہل مسجد میں نماز مغرب کے بعد ان کارکنان کیساتھ بیٹھے تو ایک طفل عزیزم منیر احمد جواہر نے دلچسپ روئیداد سنائی کہ وہ حسب پروگرام Curepipe کے فرنچ گھروں میں پمفلٹ تقسیم کر رہا تھا تو ایک گھر کے وسیع صحن میں ایک بڑا کتا اسے دیکھ کر اسکی طرف لپکا۔مگر وہ اس سے ذرا بھی نہ ڈرا اور اندر جا کر مکان میں پمفلٹ دے آیا، وہ کتا اسکے پیچھے پیچھے تھا گویا کہ وہ اسکا محافظ تھا، ہم نے طفل سے پوچھا کہ وہ کتنا بڑا تھا تو اس نے اپنے دونوں ہاتھ سر سے اوپر اُٹھا کر کہا کہ اتنا بڑا کتا تھا۔ گویا کہ اس بچے سے بھی اونچا مگر اس نے نقصان پہنچانے کی بجائے بچے کی حفاظت کی۔ الحمدللہ کہ ہمیں اپنی ڈیوٹی ادا کرنے کا موقع ملا۔

اسرائیل اور مصر کی جنگ

انگریزوں نے دوسری بڑی طاقتوں سے مل کر نئے ملک ''اسرائیل'' کا مطالبہ پورا کرنے کی سکیم بنائی تھی جس پر عمل درآمد UNO کے ذریعہ 1948ء میں ہوا مگر یہود کی ملک گیری کی ہوس نے انہیں اس چھوٹے سے ملک پر ہی صبر کرنے نہ دیا انہوں نے دائیں بائیں ہاتھ مارنے شروع کر دیئے۔ 1967ء میں مصر کے ساتھ جھگڑا کھڑا ہو گیا اور جنگ کر کے اس کا بہت سا علاقہ ہتھیا لیا دوسری طرف شام، لبنان اور اردن پر بھی اپنے حملے جاری رکھے کہ وہاں سے اسرائیل کو خطرہ رہتا ہے، اس طرح شام سے گولان کی پہاڑیوں کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ پھر اسرائیلی پریس نے دنیا بھر میں اپنے حق میں خوب چرچا کیا جس کا اثر ماریشس میں بھی ظاہر ہوا۔ اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے احمدیہ مسلم مشن نے فینکس کے ٹاؤن ہال میں ایک جلسہ عام کا اعلان کیا جس میں میری تقریر کا عنوان ''ارض مقدسہ فلسطین کا مستقبل'' رکھا۔ ہال میں تین سو آدمیوں کی گنجائش تھی اور خیال تھا کہ اس علاقہ کی آبادی کے لحاظ سے حاضرین سے ہال بمشکل بھرے گا، مگر لیکچر شروع ہوا تو میں نے دیکھا کہ ہال آخر تک بھرا ہوا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تفسیر کبیر سے قرآنی آیت

"جِئنا بِکم لَفِیفا" کی تفسیر بیان کی کہ اللہ تعالیٰ یہود کو وہاں اکٹھا کرے گا پھر آیت قرآنی "یَرِثُھا عِبادِیَ الصَّالِحُون" کی تفسیر سے واضح کیا کہ اس ملک ارض مقدسہ کے اصل وارث خدا کے صالح بندے ہی ہوں گے جو خدا کے نزدیک آخری دین اسلام کے حامل ہیں، جو دنیا میں صالح بندے بنانے کا دعویدار ہے۔جسمانی طور پر یہود کو مار پڑے گی یا روحانی طور پر وہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کے دین متین کو اختیار کرکے اپنے نظریات کا خاتمہ کردیں گے،جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے وہاں جماعت احمدیہ کو قیام اسرائیل سے بہت پہلے سے قائم کررکھا ہے اور وہ اہل کتاب کو متواتر قرآن کریم کی دعوت دیتی چلی آرہی ہیں اور قرآن اور احادیث النبیؐ کی پیشگوئیوں کے مطابق وہ ،جلد یا بدیر یقینا کامیاب و کامران ہوگی بلکہ اب تو MTA کے ذریعہ یہ منزل نزدیک تر آرہی ہے اور اس ارض مقدسہ پر پھر اسلام کا جھنڈا لہرائے گا اور قرآن کی حکومت وہاں قائم ہوگی اور اس کے سارے باشندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے امن کا سانس لیں گے یہی احمدیت کے قیام کی غرض ہے۔اس کامیاب کانفرنس نے اہل ماریشس پر بہت مثبت انداز میں اثر ڈالا جس کا ذکر وہاں کے پریس میں بھی ہوا۔الحمدللہ علی ذلک۔

چاند پر انسان کا قدم اور مُلاں

فرقان حمید کی سورہ رحمان میں یہ ذکر موجود ہے کہ انسان زمینی حدود کو پار کرنے کی جرأت کرے گا جس میں کامیابی "سلطان" کے ذریعہ ہی ہو سکے گی اس کا مظاہرہ 1967ء میں امریکی باشندے Armstrong نے چاند پر پہنچ کر کیا۔ یہ واقعی ایک عظیم کارنامہ تھا جس کی دنیا بھر میں شہرت ہوئی اور قرآن مجید میں کائنات کے مختلف کروں میں رہنے والوں کے باہمی اجتماع کا ذکر آیت وَھُوَ عَلٰی جَمْعِھِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ o (الشوریٰ30:) میں موجود ہے،اس کے پورا ہونے کے لئے بھی یہ ایک قدم ہے۔

یہ خبر سن کر ہمارے مسلمان ملاؤں نے فتویٰ دیا کہ جو شخص یہ یقین کرلے گا کہ Armstrong واقعی چاند پر گیا ہے اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا اور اس طرح کے کئی اوراعلانات نے بھی مسلمانوں کے خلاف ایک محاذ کھڑا کردیا کہ مسلمانوں کا چاند پلید ہوگیا ایک عیسائی کے قدم رکھنے سے۔اب وہ کس طرح عید منائیں گے اور رمضان کے روزے رکھنے کے لئے کیا پلید چاند ان کے کام آسکے گا وغیرہ وغیرہ۔اس مذاق سے ہندوؤں

اورعیسائیوں نے مسلمانوں کا ناطقہ بند کردیا،جس پر وہاں کے واحد مسلم اخبار Star کی طرف سے پیغام ملا کہ احمدی ہی اس مسئلہ کا جواب دے سکتے ہیں،اس لئے وہ میرے مضمون کے طالب ہوئے ان کی طرف سے ایک دواحمدی دوستوں کی سفارش بھی آئی میں نے انہیں جواب میں کہا کہ اگر یہ مضمون احمدیہ مسلم مشن کی طرف سے شائع کرنے کوتیار ہیں تو میں لکھنے کوتیارہوں۔ چنانچہ گورنرجنرل ہاؤس میں ایک عظیم فنکشن تھا اس میں بھی غیرمسلموں کی طرف سے یہ مذاق کا سلسلہ مسلمانوں کے خلاف دیکھا تو مجھے غیرت آئی اور واپس آ کر قران مجید سامنے رکھااور وہ ساری آیات نکالیں جن میں چاند کا ذکرآ تا ہے پھر ان کی ترتیب قائم کر کے ایک ایک آیت کی تفسیرلکھتا گیا کہ خدا تعالیٰ نے چاندسورج اورستارے سب انسان کی خدمت کے لئے پیدا کئے ہیں۔ان کے کیا کیا فوائد ہیں ان سے وقت کا تعیین اور دنوں،مہینوں اور سالوں کی گنتی ہوتی ہے۔مزید چاند کی تاثیرات کا ذکر کیا جوانسانوں، فصلوں،پھلوں اورسبزیوں پر اثرانداز ہوتی ہیں۔یہ سب چیزیں لکھ کر میں نے پوچھا کہ اب بتائیے Armstrong کے چاند پر جانے سے ان چیزوں میں کیا فرق پڑا ہے!اگر کوئی فرق نہیں پڑا تو ہم مسلمانوں کوخوف کھانے کی کیا ضرورت ہے بلکہ ہمارے خدا نے تو ہمارے قرآن میں لکھ رکھا ہے کہ دوسرے سیاروں میں بھی مخلوق ہے اورعنقریب کسی زمانہ میں ہماراان سے رابطہ بھی ممکن ہے۔ یہ مضمون اخبار کے جہازی سائز کے پورے صفحے پر پھیلا ہوا تھا جس نے غیرمسلموں کے سامنے مسلمانوں کو گردنیں اونچی کر کے کھڑے ہونے کا موقع دیا اور ہندوؤں اورعیسائیوں کی طرف سے مذاق کا سلسلہ بند ہو گیا مگر اخبار کے ایڈیٹر مسٹر مہابیر کی شامت آ گئی کہ اس نے ایسا مضمون کیوں شائع کیا جوملاؤں کے منہ پر تھپڑ کے برابر تھااور مزید برآں احمدیہ مسلم مشن کے نام سے۔اخبار کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کے اجلاس نے ایڈیٹر موصوف کی چھٹی کروادی مگر اگلے دن ہی اُسے روسی گورنمنٹ کی طرف سے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے سکالرشپ مل گیا اور احمدیت کی معمولی سی خدمت کے نتیجہ میں انہیں اتنا بڑاانعام مل گیا۔ کتنا سچا وعدہ ہے۔

انی معین من اراد اعانتک

ہومیوپیتھی کا تیر چل گیا

1966ء میں ماریشس دوبارہ پہنچا تو ہوائی اڈہ پر ہی برادرم احمد حسن صاحب سوکیہ نے میرے کان میں کہا کہ میری بیٹی نادیہ سوکیہ کا نکاح آپ بشیر امیر الدین کے ساتھ پڑھا کر گئے تھے۔ آپ کی غیر حاضری میں اس کی شادی ہوئی آجکل اس کے پہلے بچے کی ولادت متوقع ہے۔ تین دن ہو گئے ہیں دو تین لیڈی ڈاکٹرز علاج معالجہ میں مصروف ہیں مگر مسئلہ حل نہیں ہو رہا۔ اس کے لئے خصوصی دعا کریں میں نے دعا تو اسی وقت شروع کر دی اور ساتھ ہی کہا کہ مشن ہاؤس پہنچ کر مجھ سے دوا بھی لے لینا۔ چنانچہ گھنٹہ بھر سفر کے بعد جب دس بجے رات ہم روز ہل مشن ہاؤس پہنچے تو میں نے اپنے سامان سے ہومیوپیتھی ادویہ کا چھوٹا سا بکس نکالا اور پلسٹیلا 200 دوا کے چند قطرے پانی کے ایک گلاس میں ڈال کر دیئے کہ ابھی جا کر 15 منٹ کے وقفہ سے دو تین بار پلا دیں۔ رات کے بارہ نہیں بجے تھے کہ فون کی گھنٹی بجی تو خوشی کی آواز آئی اور بھائی سوکیہ صاحب نے بتایا کہ آپ کی دوا پلانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیٹی پیدا ہوئی ہے۔ جس کا نام میرے نام منیرہ رکھا گیا ہے۔ خوشی کی خبر سن کر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر گیا اور اپنے اللہ کا بے حد شکر ادا کیا جس نے ماریشس میں آتے ہی اپنی نصرت کے نظارے دکھانے شروع کر دیئے اس بچی نے ماشاء اللہ ماریشس سے O لیول کا امتحان پاس کر کے انگلینڈ میں مزید تعلیم حاصل کی اور اب ماریشس میں اپنے خاندان میں خوب خوش باش ہے۔ پانچ سال قبل اس نے اپنی شادی کا دعوت نامہ بھجوایا اور یاد کروایا کہ میں وہی بچی ہوں جس کی ماں کو آپ نے دوا دی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ہماری مشکل کو آسان کر دیا تھا۔ افسوس اس وقت ڈیوٹی کی وجہ سے اس کی خوشی میں شامل نہ ہو سکا تاہم اب ارادہ ہے موقع ملنے پر ماریشس جاؤں اور اپنے پرانے مہربان دوستوں سے مل کر ان کے لئے اور اپنے لئے خوشی کا سماں پیدا کروں۔ واقعی وہاں کے احمدی اور غیر احمدی دوست قابل قدر ہیں جنہوں نے میری واپسی کے 20 سال بعد بھی مجھے یاد رکھا۔ الحمدللہ علیٰ ، ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

زمین کا کنارہ

اللہ تعالیٰ نے قادیان کی گمنام بستی کے ایک بظاہر غریب وبیکس اور بے ہنر شخص حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو اس آخری زمانہ کا مامور اور مسیح موعودؑ بنادیا، پھر آپ کو خوشخبری دی کہ

''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا''

پھر محض اپنے فضل سے اس کے پیغام کو فی الحقیقت زمین کے کناروں تک پہنچادیا، جس کا یہ عاجز بھی ایک گواہ ہے۔ ماریشس جنوبی کرۂ ارض میں ایک چھوٹا سا جزیرہ 25/30 میل لمبا چوڑا ہے۔ ملک کے صدر/ گورنر جنرل کا

ماریشس کے گورنر جنرل Sir Leonard Williams کی خدمت میں
مشنری انچارج اسلامی کتب کا تحفہ پیش کر رہے ہیں

گورنر جنرل کا اصلی خط سامنے صفحہ پر ہے جس میں آپ نے لکھا: میں نے اور میرے بہت سے شہریوں نے انتہائی افسوس کے ساتھ آپ کے ماریشس کو چھوڑ کر پاکستان جانے کی خبر سنی ہے ۔آپ نے اپنے یہاں چار سالہ قیام میں احمدیہ مسلم ایسوسی ایشن کے لئے سچا اور مخلص ورکر ہونے کا ثبوت دیا ہے ۔ ماریشس کی مختلف قوموں کے مذہبی عقائد اور جذبات پر باہمی احترام و عزت افزائی کے کام میں آپ کو خاصی کامیابی حاصل ہوئی ہے ۔ جسے ہر طبقہ نے خوب سراہا ہے۔ مستقبل کے لئے نیک تمناؤں کو قبول فرمائیں۔

عظیم محل Reduit میں ہے جس کے صحن میں سے ایک دریا گزر کر سمندر میں جا ملتا ہے دریا اور سمندر کے ملاپ کے مقام پر ایک کونہ پر ایک پتھر نصب ہے جس پر فرنچ زبان کے یہ الفاظ کندہ ہیں Le baue de la Monde کہ یہ زمین کا ایک کنارہ ہے۔جس کے نیچے اس طول بلد پر زمین کا کوئی اور ٹکڑا نہیں ہے۔ ہماری جماعت کا ایک وفد 1970ء میں ماریشس کے انگریز گورنر جنرل Sir Leonard Williams کی ملاقات کے لئے گیا تو گورنر صاحب نے ازراہ شفقت اپنے ایک پولیس افسر کو ہمیں دنیا کا یہ کنارہ دکھانے کی ذمہ داری سونپی چنانچہ اُس کی راہنمائی میں ہم سب پیدل ہی وہاں پہنچے اور اس پتھر کے سامنے کھڑے ہو کر عاجز نے اس پولیس افسر کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پیش کیں اور لفظی طور پر بھی اس الہام کو پورا کرنے کی سعادت پائی۔ گو ماریشس جزیرہ بھی زمین کا ایک کنارہ ہی ہے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام آپ کی زندگی میں ہی انگریزی ریویو کے ذریعہ وہاں پہنچا اور اب وہاں ایک فعال جماعت ہے اور MTA کا سٹوڈیو قائم ہے جہاں سے فرنچ زبان میں پروگرام ریکارڈ ہو کر MTA لندن سے نشر ہوتے ہیں۔

مجلس نصرت جہاں کا قیام

جون 1970ء میں مغربی افریقہ کے کامیاب دورہ سے واپسی پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے افریقہ کے خوش کن حالات سنائے اور بلالی بھائیوں کی خدمت کے لئے ''نصرت جہاں آگے بڑھو'' کے عظیم الشان پروگرام کا اعلان فرمایا اوراس کے تحت جو ٹارگٹ حضور نے تین چار سال کے لئے دیا تھا خدا تعالیٰ کے فضل سے اور حضور کی راہنمائی میں پہلے ہی سال میں پورا ہو گیا۔جن کی تفصیلی رپورٹ کے لئے کراچی جماعت نے اپنا سوونیئر 1972ء کو وقف کر دیا۔اسی دوران Africa Speaks بھی بہت شان سے طبع ہوئی اور بے شمار لوگوں کے لئے راہنمائی کا باعث بنی۔حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کو مجلس نصرت جہاں کا پہلا سیکرٹری مقرر کیا۔نصرت جہاں کے لئے کام کرتے ہوئے بے شمار برکات خلافت مشاہدہ میں آئیں جن میں سے چند ایک کا ذکر کرتا ہوں۔

خلافت کی برکات

ڈاکٹر طاہر محمود صاحب اور انکی اہلیہ ڈاکٹر کوثر صاحبہ جنہوں نے مسنگی ہسپتال میں بہت کدمت کی توفیق پائی ،کی پاکستان سے رخصت حاصل کرنے کا واقعہ ایک معجزہ سے کم نہ تھا۔ان کے والد مکرم ڈاکٹر عبدالحق صاحب ہمارے نصرت جہاں کے پہلے واقف ڈاکٹر تھے جن کو سیرالیون بھجوانے کے جملہ انتظامات مکمل ہو گئے تو ان پر دل کا حملہ ہوا اس کی خبر حضور کو ملی تو حضور نے مجھے ڈاکٹر صاحب کے پاس عیادت کے لئے گجرات بھجوایا۔ عاجز وہاں حاضر ہوا تو محترم ڈاکٹر صاحب ہسپتال سے گھر واپس آ کر اپنے معمول کے کاموں میں مصروف تھے مگر کمزور بہت تھے تاہم عزم وہی تھا کہ اب بھی حضور کا ارشاد ہو تو افریقہ جانے کے لئے تیار ہوں۔ان سے بتوں کے دوران پتہ چلا کہ ان کے صاحبزادے بھی ڈاکٹر ہیں اور مینٹل ہسپتال لاہور میں کام کر رہے ہیں جہاں ان کی اہلیہ بھی ڈاکٹر ہیں ۔گویا ڈاکٹر عبدالحق صاحب کی جگہ ہمیں دو ڈاکٹر (میاں بیوی) مل رہے تھے۔عاجز فوراً ان کے پاس لاہور پہنچا دونوں نے بخوشی وقف کرنا قبول فرمالیا۔واپس آ کر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو حالات بتائے تو حضور بہت خوش ہوئے اور ان دونوں کی تعیناتی مسنگی (سیرالیون) کے لئے کر دی۔1971ء میں سیرالیون میں پہلے ڈاکٹر محمد اسلم صاحب جہانگیری پہنچے اور انہوں نے جورو میں کام شروع کر دیا تھا پھر ڈاکٹر امتیاز احمد صاحب نے بواجے بو میں کام شروع کر دیا اور ڈاکٹر

سردار محمد حسن صاحب نے روکوپر میں کام شروع کر دیا تھا۔ حکومت مسنگی میں احمدیہ ہسپتال کھولنے کی منظوری دے چکی تھی، جس کے لئے ڈاکٹر طاہر صاحب اوران کی بیگم کوثر صاحبہ کے کاغذات بھجوائے جاچکے تھے مگران کو یہاں سے چھٹی ملنے میں دیر ہوگئی تو ایک دن سیرالیون سے تار آیا کہ مسنگی کے لئے ڈاکٹر صاحب کوفوراً بھجوایا جائے۔ جس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مجھے ارشاد فرمایا آپ خود جا کر متعلقہ افسران سے مل کر بات کریں۔ اس کی تعمیل میں عاجز صبح سویرے لاہور پہنچا اور ڈاکٹر صاحب کونورانی کیمسٹ نیلا گنبد سے فون کیا کہ اس غرض کے لئے آیا ہوں وہ فرمانے لگے کہ ان کی متعلقہ افسر سے بات کل ہی ہوئی ہے اور اس نے ایک ہفتہ میں میری رخصت اور Deputation کی منظوری دینے کا وعدہ کرلیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو حضور کا ارشاد ہے کہ آپ جا کر خود ملیں چنانچہ میں نے تو اس کی تعمیل کرنی ہے، اگر آپ ساتھ آ جائیں تو اچھا ورنہ مجھے گائیڈ کر دیں کہ کس کوملنا ہے اس پر ڈاکٹر طاہر صاحب نے میرے ساتھ چلنے پر آمادگی ظاہر فرمادی اور میرے پاس پہنچ گئے اور ہم دونوں پنجاب سیکریٹریٹ پہنچ کر متعلقہ سیکشن افسر کے پاس پہنچے۔ عاجز نے انہیں Africa Speaks کی ایک کاپی پیش کی اور عرض کیا کہ افریقہ کی ان قوموں کی خدمت ہمارے ڈاکٹرز کررہے ہیں جن کو عیسائی اپنے پاؤں تلے روندرہے ہیں۔ ڈاکٹر طاہر صاحب کی بھی انہی کے لئے ضرورت ہے اگر آپ ہماری مدد فرمائیں تو خدا تعالیٰ آپ کا بھی بھلا کرے گا۔ متعلقہ افسر نے رسالہ کی تصویریں دیکھتے دیکھتے اپنے مددگار کو حکم دیا کہ ڈاکٹر صاحب کی فائل لاؤ، وہ کچھ دیر بعد آیا اور بتایا کہ ان کی فائل کہیں نہیں ملی وہ ملتی بھی کہاں سے۔ فائل توان کے سامنے میز پر دبی پڑی تھی جو انہیں فوراً مل گئی اور پھر اس پر کچھ لکھنا شروع کیا۔ 15/20 منٹ تک لکھتے چلے گئے پھر بولے، لو میں نے تو آرڈر لکھ دیا ہے اب کل ٹائپ ہونے کے بعد دستخط ہو جائیں گے اور پرسوں آپ لے جائیں۔ چنانچہ یہ کام جو کئی ماہ سے معرض التواء میں پڑا تھا، پیارے آقا کی توجہ اور دعا کی برکت سے فوراً ہو گیا اور ڈاکٹر طاہر محمود صاحب اپنی اہلیہ ڈاکٹر کوثر صاحبہ کے ہمراہ سیرالیون پہنچے اور مسنگی کا ہیلتھ سینٹر حاصل کر کے اس میں کام شروع کر دیا۔

نصرت الٰہی کا دوسرا واقعہ

دوسرا واقعہ اس سے بھی حیران کن ہے کہ کس طرح خلیفۂ وقت کی دعا اور توجہ نے غیر ممکن کو ممکن

بنا دیا۔ڈاکٹر عبدالرحمان صاحب بھٹہ کو نائیجیریا میں اجیبواوڈے (Ije bu ode) میں احمدیہ کلینک کھولنے کا ارشاد ہوا۔مگر ان کو پاکستان ریلوے کا میڈیکل آفیسر رخصت دینے پر تیار نہ تھا حالانکہ پاکستان گورنمنٹ کے قانون کے مطابق کوئی ڈاکٹر بیرون پاکستان طبی خدمت سرانجام دینے کے لئے جانا چاہے تو اسے تین سال کی رخصت مل سکتی تھی۔نائجیریا مشن والوں نے بار بار ڈاکٹر صاحب کا مطالبہ کیا تو ایک دن حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے پیار کے انداز میں فرمایا کہ(ریلوے سے ریٹائرڈ) مکرمی غلام محمد صاحب اختر کو اخراج از ربوہ کا حکم سنادو، وہ ڈاکٹر بھٹہ صاحب کی رخصت کے کاغذات لے کر ہی ربوہ میں داخل ہو سکتے ہیں۔عاجز اختر صاحب کے گھر گیا تو پتہ لگا کہ وہ تو اپنے بیٹے کے پاس اسلام آباد میں ہیں چنانچہ ان کو بذریعہ تار یہ پیغام پہنچایا گیا، جسے وہ سنتے ہی پریشان بھی ہوئے اور خوش بھی کہ ان کے آقا نے ان پر اعتماد فرمایا ہے۔مجھے بھی امید بندھی کہ جو کام کئی ماہ سے لٹکا ہوا تھا اب ہو ہی جائے گا۔چنانچہ اختر صاحب تار ملتے ہی اُٹھے اور سیدھے پنڈی کے ریلوے سٹیشن پر متعلقہ آفیسر سے ملنے کے لئے پہنچے جس نے آپ کو دیکھتے ہی آپ کا شاندار استقبال فرمایا اور چائے وغیرہ سے تواضع کر کے آپ کی نہ صرف بات سنی بلکہ ڈاکٹر صاحب کو فوراً رخصت دینے کا وعدہ بھی کیا۔چنانچہ اختر صاحب ڈاکٹر صاحب محترم کے Release کے کاغذات لے کر خود ربوہ پہنچے اور میرے دفتر میں داخل ہوتے وقت آپ کہہ رہے تھے کہ تم نے تو مجھے اخراج از ربوہ کی سزا دلوا دی تھی اور میرے مولا نے میری لاج رکھ لی اور حضور کی خواہش کے مطابق اللہ تعالیٰ نے کام بھی کروا دیا ہے اب میری ملاقات حضور سے کرواؤ تا میں ڈاکٹر صاحب کے کاغذات خود پیش کر دوں۔حضور نے ڈاکٹر صاحب کے کاغذات پا کر اختر صاحب کو شاباش اور جزاکم اللہ احسن الجزاء کی دعا دی۔

باپ بیٹے کی قربانی

نصرت جہاں کے ماتحت افریقن بھائیوں کی مدد کے لئے جانے والے ڈاکٹروں کی خدا تعالیٰ نے خوب نصرت فرمائی۔محترم ڈاکٹر قاضی منور احمد صاحب ریلوے روڈ لاہور میں اپنے بوڑھے والد ڈاکٹر قاضی محمد منیر صاحب (یکے از رفقاء حضرت بانی سلسلہ احمدیہ) کے ساتھ اپنا منور کلینک خوب چلا رہے تھے۔

حضور کے ارشاد کی تعمیل میں اپنے بوڑھے اور تپدق کے مریض والد کو اکیلا چھوڑ کر نائجیریا چلے گئے اور وہاں Bukuru کے مقام پر بڑا اچھا کلینک کامیابی سے چلایا نیز اس کے لئے نئی عمارت بھی اپنے کلینک کی آمد سے بنوادی تین سال کامیاب خدمت کے بعد واپس آئے تو ان کے والد نے خوشی خوشی ان کا استقبال فرمایا اور الحمدللہ کہا کہ بیٹے کی قربانی کے دوران اللہ تعالیٰ نے انہیں ہمت دی تا وہ بیٹے کی آمد تک منور کلینک کو چلاتے رہیں۔ پھر اسی احمدیہ کلینک Bukuru کو ڈاکٹر عبدالرؤف غنی نے کئی سال چلایا، جو اوّل تو افریقہ تین سال کے لئے جانے پر تیار ہی نہ ہوتے تھے اور جب گئے تو وہیں کے ہو رہے گویا انہیں بلالی بھائیوں کی خدمت میں مزا آنے لگا اور انہوں نے اپنے افریقہ میں قیام کی سلور جوبلی بھی منائی۔ آجکل ڈاکٹر صاحب کیلگری، کینیڈا میں مقیم ہیں۔

حضورؒ کی شفقت کا ایک واقعہ

ایک دن ملاقاتیوں میں سے ایک دیہاتی احمدی نے حضورؒ کی خدمت میں شہد کا تحفہ پیش کیا جو وہ تازہ تازہ اتار کر لایا تھا۔ شہد کے اندر موم کا چھتہ بھی ٹوٹا ہوا نظر آ رہا تھا جس سے یہ شہد خوشنما بھی لگ رہا تھا۔ حضور نے بخوشی قبول فرمایا اور ملاقاتوں کے بعد دفتر کے کارکن مکرم محمد سلیم صاحب کو فرمایا کہ یہ شہد نیچے لے جائیں اور میرے دو جرنیلوں کو دے دیں۔ محترمی سلیم صاحب کے استفسار پر فرمایا کہ یہ سامنے کمرے میں جو اسماعیل منیر صاحب اور عطاء اللہ کلیم صاحب بیٹھے ہیں۔ چنانچہ سلیم صاحب نے یہ تحفہ ہم دونوں کو مبارکباد کے ساتھ پہنچایا جو ہم نے نصف نصف بانٹ لیا اور خوب مزے اُڑائے کہ آخر ہمارے پیارے آقا کا یہ قیمتی تحفہ تھا اور مزید برآں یہ کہ حضور نے ہم عاجزوں کو ''جرنیل'' کے خطاب سے نوازا۔ الحمدللہ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس خطاب کے اہل بنائے اور اس کی کے شایان شان خدمات کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ آمین۔

نصرت جہاں کے ثمرات کا مشاہدہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی راہنمائی میں خاکسار کو نصرت جہاں کے لئے کام کرنے کا موقع ملا اور مغربی افریقہ میں 16 احمدیہ ہسپتال اور 20-15 سیکنڈری سکول کھل گئے۔ 1974ء میں حضور

نے میری تقرری سیرالیون کے لئے فرمائی تو وہاں جاتے ہوئے راستہ میں ان احمدیہ ہسپتالوں اور سکولوں کے مشاہدہ کرنے کی اجازت بھی فرمائی ،جس کا فائدہ یہ ہوا کہ جب صد سالہ جوبلی کے لئے نصرت جہاں کی تاریخ لکھنے کا کام میرے سپرد کیا گیا تو اس ذاتی مشاہدہ نے میرا کام نہایت آسان کردیا اور ایک ہزار فل سکیپ صفحات پر نصرت جہاں کے کارناموں پر مشتمل تاریخ رقم کردی گئی ۔ نائیجریا میں سب سے پہلا Stop تھا جہاں برادرم محمد اجمل شاہد صاحب امیر نائیجیریا نے خوب تعاون فرمایا اور لیگوس کے ہسپتال میں ڈاکٹر عمر الدین صاحب سندھو سے ملاقات کروائی پھر ہم اجیبواوڈے پہنچے جہاں ڈاکٹر عبدالرحمان صاحب بھٹہ کے شاندار ہسپتال کو دیکھا اور الحاجہ فاطمہ صاحبہ سے ملاقات کی جنہوں نے اجیبوڈے کی تاریخی احمدیہ مسجد تعمیر کروا کر جماعت کو پیش کردی تھی ۔ یہ وہی مسجد ہے جس کی پیشانی پر کلمہ طیبہ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کندہ ہے اور جس میں ہمارے مخالف محمد کی جگہ احمد ہی پڑھتے ہیں ۔ میں نے خصوصیت سے وہ لفظ قریب سے ہو کر دیکھا تو محمد ہی لکھا ہوا پایا مگر مخالفین نے اس میں تحریف کرکے محمد کی میم کو کاٹ کر اس کی دم کو لمبا کر کے لفظ احمد بنا کر دکھایا ۔ اس مسجد کی سلائیڈز بنا کر جب دوستوں کو پاکستان میں دکھاتا اور مخالفین کی تحریف کو واضح کرنے کے بعد خدا کی قسم کھا کر اپنا ذاتی مشاہدہ پیش کرتا تو لوگ دنگ رہ جاتے کہ پاکستانی ملاں احمدیت کی دشمنی میں کیا کیا حرکتیں کرتے ہیں ۔

اس کے بعد ہم اباداں پہنچے جو مغربی افریقہ کا سب سے بڑا شہر ہے اور کئی میل تک پھیلا ہوا ہے ۔ وہاں برادرم خلیل صاحب آف امریکہ سے ملے جو یونیورسٹی میں لائبریرین کے فرائض ادا کر رہے تھے ۔ وقت کی کمی کی وجہ سے ہم باقی ہسپتالوں اور سکولوں کو نہ دیکھ سکے کہ مجھے سیرالیون کے جلسہ سالانہ میں بروقت پہنچنے کی ہدایت تھی ۔ لیگوس سے ہوائی جہاز کے ذریعہ غانا پہنچا تو اکرہ کے ہوئی اڈہ پر برادرم عطاء اللہ صاحب کلیم نے Welcome کیا ۔ احمدیہ مشن ہاؤس پہنچے اور رات کا کھانا کھایا ہی تھا کہ ارشاد ہوا کار تیار ہے دورے کے لئے نکلو ۔ چنانچہ ہم کار میں بیٹھے اور دعا کر کے نکلے تو راتوں رات ٹیچی مان مکرمی بشیر احمد صاحب قمر مربی سلسلہ کے پاس جا پہنچے ۔ نماز فجر ادا کی اور ناشتہ کر کے احمدیہ ہسپتال جا کر ڈاکٹر سردار نذیر احمد صاحب اور ان کی جرمن اہلیہ سے ملاقات ہوئی جو اپنے کام میں دواؤں کے علاوہ دعاؤں سے بھی خوب کام لے رہے تھے وہاں سے ہم

سیدھا وا (Wa) پہنچے اور مکرم لطیف احمد شاہد صاحب پرنسپل کی معیت میں احمدیہ گرلز سکول کا معائنہ کیا جو نہایت شان سے اس علاقہ میں خدمت بجالا رہا تھا اور محترم لطیف صاحب اپنی مشکلات پر اپنے تجربہ کی وجہ سے قابو پائے ہوئے تھے۔ وا شمالی غانا میں ہے جہاں سب سے بڑی احمدیہ مسجد ہے جسے دیکھ کر اور نماز فجر اس میں پڑھ کر خوش ہوئی۔ وہاں سے واپسی پر کماسی کا پہلا احمدیہ سیکنڈری سکول دیکھا جو ترقی کی منازل تیزی سے طے کر رہا ہے اب H.Sc کلاسیں بھی جاری کر چکا ہے۔ سکول اور مشن ہاؤس کو دیکھ کر خوشی ہوئی اور الحاج حسن عطا صاحب سے ملاقات کر کے پرانی یادیں تازہ کیں، جب 1950ء کے جلسہ سالانہ کیلئے انہیں لاہور سے ربوہ لانے کا اعزاز مجھے حاصل ہوا تھا اور جب جلسہ سالانہ میں انہوں نے غانا کے دلچسپ حالات سنا کر حاضرین کو گرما دیا اور یہ واضح کر کے کہ غانا میں احمدیت کو جلد پھیلانے کے لئے آپ کی ضرورت ہے، پوچھا تھا کہ Are you ready to come with me? تو حاضرین نے پرجوش جواب دیا تھا Yes, Sir۔

اسکورے نہیں چھوڑنا

کماسی سے ہم اسکورے پہنچے جہاں احمدیہ سیکنڈری سکول دیکھنے کے بعد ڈاکٹر سید غلام مجتبیٰ صاحب کے پاس پہنچے جنہوں نے یہاں ہسپتال قائم کیا تھا اور ان کی سخت محنت کے نتیجہ میں اس دور افتادہ جنگل میں منگل ہو گیا تھا۔ مجھے وہ دن خوب یاد ہے جب ان کا خط مرکز میں ملا کہ یہ تو جنگل ہی جنگل ہے جہاں نہ پانی نہ بجلی نہ سڑک ہے اور نہ ہی آبادی ہے۔ میں یہاں کیا کرونگا۔ بہتر ہوگا کہ یہ ہسپتال یہاں سے کماسی یا کسی اور آبادی والے شہر میں کھولنے کی اجازت دی جائے۔ اس خط پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا کہ دعا کر کے جواب دیں گے اور حیران ہوا کہ دو دن بعد ہی عصر کے بعد بلایا اور فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب کو تار دے دو کہ "اسکورے" نہیں چھوڑنا۔ اللہ تعالیٰ برکت ڈالے گا۔ یہ 1971ء کی بات ہے اور تین سال بعد جب عاجز 1974ء میں وہاں گیا تو اللہ تعالیٰ کی برکتوں کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا جس پر ڈاکٹر صاحب بھی خوش تھے اور اللہ تعالیٰ کے احسانوں کے شکر گزار۔ خدا تعالیٰ نے اس ہسپتال کو حضرت صاحب کی دعاؤں کی قبولیت کا خصوصی نشان بنا دیا ہے اور اب ڈاکٹر غلام مجتبیٰ صاحب کے بیٹے تاثیر مجتبیٰ صاحب کئی سال سے اس ہسپتال کو چلا رہے ہیں اور یہ ہسپتال دن دوگنی اور رات

چوگنی ترقی کررہا ہے اور سارے مغربی افریقہ میں مشہور ہوگیا ہے۔ دور دور سے مریض وہاں علاج کے لئے آتے ہیں اور احمدیت کی برکت سے شفایاب ہوکر جاتے ہیں۔ اسکورے سے سالٹ پانڈ کے لئے واپس روانہ ہوئے تو راستے میں فومینہ کے ہائی سکول کو دیکھا جو اس کے پرنسپل عزیزم کمال الدین صاحب بنگالی کی حسن کارکردگی کا ایک نشان تھا۔ اس کے قریب ہی کوکوفو میں نصرت جہاں کے ذریعہ کھلنے والا پہلا ہسپتال دیکھا جہاں سے ڈاکٹر بریگیڈیئر غلام احمد صاحب اپنا تین سالہ وقف پورا کر کے واپس جاچکے تھے اوران کی جگہ ڈاکٹر محمد شفیق صاحب ابن ڈاکٹر حفیظ خان صاحب خوب کام کررہے تھے۔ وہاں سے ہم چلے تو خوبصورت وادیوں کی سیر کرتے کرتے رات کو ہم غانا میں جماعت احمدیہ کے پہلے ہیڈ کوارٹر سالٹ پانڈ پہنچے جہاں نماز فجر میں مکرم مرزا نصیر احمد صاحب سے ملاقات ہوئی، پھر انکے گھر گئے اور اپنی بہن زرینہ صاحبہ سے ملاقات کی بچوں سے ملے پھر ان کے زیر انتظام احمدیہ مشنری کالج کو دیکھنے چلے گئے جو خوبصورت اور وسیع مسجد کے ساتھ واقع تھا۔ وہاں سے ساحل سمندر بھی خوب نظر آتا تھا جہاں پر جماعت احمدیہ غانا کی سالانہ کانفرنس ناریل کے درختوں کے نیچے ہوا کرتی ہے وہاں الحاج نذیر احمد صاحب مبشر کی یادوں میں گم ہوگیا اور پرانے بزرگوں کے لئے دعاؤں کی خوب توفیق ملی۔ الحمدللہ۔ وہاں سے چلے تو پوٹسن اور ایساچر کے احمدیہ سکولوں کو دیکھتے ہوئے ہم سویڈرو کے احمدیہ ہسپتال میں ڈاکٹر آفتاب صاحب کے پاس پہنچے۔ ایک سکول کے پرنسپل محترم مرزا مسرور احمد صاحب ایم ایس سی تھے انہوں نے ہمارا شاندار استقبال کیا جو ان کے نظم وضبط کا آئینہ دار تھا۔

خدائی نصرت

سویڈرو کے ہسپتال کو دیکھ کر خدائی نصرت یاد آ گئی جو عیسائیوں کے بالمقابل جماعت احمدیہ کو نصیب ہوئی تھی۔ اس کا قصہ یوں ہے کہ ہمارے ان ہسپتالوں کیوجہ سے عیسائی ہسپتالوں کو بھاری نقصان ہونا شروع ہوگیا تھا کیونکہ ان کے ڈاکٹر علاج سے پہلے مریض سے بھاری فیس جمع کرواتے تھے جبکہ ادھر ہمارے ڈاکٹر غریبوں کا علاج تو مفت کرتے تھے اور امیروں سے بھی واجبی سی فیس لیتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے سرکاری محکمہ میں عیسائی افسروں کی ملی بھگت سے ہمارے سویڈرو کے ہسپتال کو بند کروادیا کہ ان کے

پاس اپریشن کے لئے معیاری میز نہیں ہے ۔جس پر ہم نے چند ہفتوں میں مطلوبہ میز باہر سے منگوا کر فٹ کر دیا جس پر حکومت ہسپتال کو کام کرنے کی اجازت دینے پر مجبور ہوگئی اور عیسائی چرچ منہ تکتے رہ گیا۔

وہاں سے ہم اکرہ بخیریت واپس پہنچے اور عاجز سیرالیون کے لئے ہوائی جہاز میں سوار ہوگیا جہاں احباب جماعت جلسہ سالانہ میں مجھے ساتھ لے جانے کے لئے میرے منتظر تھے مگر جہاز اپنی معمول کی کارگزاری کے لئے لائبیریا کے ہوائی اڈے پر اُترا تو تھوڑی دیر بعد اعلان ہوگیا کہ جہاز فنی خرابی کی وجہ سے مرمت کے لئے رات یہیں رہے گا مسافروں کے لئے شہر کے ہوٹل میں انتظام کیا گیا ہے جہاں ہم بسوں کے ذریعہ پہنچے، کھانا کھانے کے بعد میں نے سوچا کہ چلو احمدیہ مشن ہاؤس کی تلاش کرتے ہیں تا یہاں کے ہسپتال اور سکول کا بھی معائنہ ہو جائے ۔ چنانچہ میں مین روڈ پر پیدل ہی کچھ دور نکل پڑا، کچھ ہی دور گیا ہوں گا کہ ایک نوجوان میرا راہنما بن گیا، وہ سیدھا مجھے احمدیہ مشن ہاؤس لے گیا۔ وہاں کے مربی انچارج مکرم رشید الدین صاحب

سیرالیون (مغربی افریقہ) کے جلسہ سالانہ 1976ء میں امیر ومشنری انچارج محمد اسماعیل صاحب منیر
کے اعلان پر جنرل پریذیڈنٹ پیرامونٹ چیف گمانگا صاحب لوکل مبلغ رشید صاحب کو تبلیغی مساعی میں
اوّل آنے پر انعامی سرٹیفیکیٹ پیش کر رہے ہیں۔

توسیرالیون کے جلسہ میں شمولیت کے لئے اسی دن گئے تھے تاہم ان کی جگہ سردار رفیق احمد صاحب پرنسپل احمدیہ سکول موجود تھے جو اپنے سکول کے کسی کام کے لئے منرودیا آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے فوراً ٹیکسی لی اور چند احمدیوں سے راتوں رات ملاقات کروائی اور مجھے میرے ہوٹل میں چھوڑ گئے۔ جہاں سے صبح سویرے بسوں کے ذریعہ ہم واپس ہوائی اڈہ پہنچے تو جہاز تیار تھا۔ ہم سوار ہوئے تو جہاز آدھے گھنٹے میں سیرالیون کے ہوائی اڈہ لنگی پہنچ گیا یہاں احباب جماعت کے احمدیہ مشن ہاؤس پہنچے اور سامان رکھ کر جلسہ سالانہ کے لئے Bo روانہ ہوگئے۔ یہاں جلسہ کی کیا خوب شان تھی، تین دن کا جلسہ خوب گہما گہمی میں گزرا۔ احمدی ڈاکٹروں اور ٹیچروں کے علاوہ مربیان اور معلمین سے تفصیلی ملاقاتیں ہوئیں اور جلسہ کے معاً بعد احمدیہ ہسپتالوں اور سکولوں کے معائنہ کا پروگرام چل پڑا۔ جورو (مشرقی صوبہ) میں احمدیہ سیکنڈری سکول برادرم مبارک احمد نذیر صاحب کی راہنمائی میں خوب چل رہا تھا اس کے ساتھ احمدیہ ہسپتال میں ڈاکٹر محمد اسلم صاحب جہانگیری کو مصروف پایا ان کے بچوں سے مل کر خوشی ہوئی پھر بواجے بو میں ڈاکٹر امتیاز احمد چوہدری سے ملاقات ہوئی

جنہوں نے پرانے ہسپتال میں کام کرنے کے ساتھ اپنے ہسپتال کی نئی عمارت کی تعمیر کا کام بھی شروع کررکھا تھااور خوب محنت کرر ہے تھے احمدیہ سیکنڈری سکول برادرم بشیر احمد صاحب اختر (پرنسپل) کی نگرانی میں اچھے نتائج دے رہا تھا۔ اسی گاؤں میں پیراماؤنٹ چیف الحاج گمانگا رہتے تھے جو کہ جنرل پریزیڈنٹ تھے اور کئی ممتاز سرکاری عہدوں پر کام کر چکے تھے۔ انہوں نے سیرالیون میں سب سے بڑی احمدیہ مسجد بھی شروع کررکھی تھی جسے وہ ترکش مسجدوں کی طرح عظیم مسجد بنانے کا پروگرام رکھتے تھے، مگر مجبوریوں کی بناء پر مسجد کی دیواروں کے اوپر چھت ڈالنے کا کام باقی تھا جس کو اس عاجز نے وقارِ عمل کے ذریعہ دوبارہ شروع کروادیا تھا۔

عیسائیوں کا فکر

غانا کی طرح سیرالیون میں بھی ہمارے چار ہیلتھ سنٹرز نے عیسائیوں کے ہسپتالوں کی Monoply کو ختم کردیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے ڈاکٹروں کے ہاتھ سے مریض شفایاب ہونے لگے تو عیسائیوں کو فکر پڑ گئی کہ پہلے ہی احمدیہ مشنریوں نے ان کے تبلیغی کام کو تقریباً ختم کر کے رکھ دیا ہے، اب احمدیہ ہسپتالوں سے ان کی دوسری مہم بھی ختم ہونے لگی ہے۔ چنانچہ انہوں نے سرکاری افسران کو ہمارے خلاف اُکسایا۔ ایک

مقامی لیڈی ڈاکٹر جو چیف میڈیکل آفیسر تھی، مسنگی کے دورہ پر آئی تو اس نے ہمارے ہسپتال میں صبح سویرے اس وقت چھاپا مارا جب نرسیں صفائی وغیرہ کر رہی تھیں۔ اس پر چیف میڈیکل آفیسر صاحبہ ناراض ہوئیں کہ مریضوں کے بستر کی چادریں کیوں نہیں بدلیں، اسی طرح وہ بواجے بو کے احمدیہ ہسپتال میں گئیں جہاں ڈاکٹر امتیاز صاحب کے ساتھ ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب کام میں مدد کر رہے تھے۔ ان کی رجسٹریشن کے کاغذات تو محکمہ میں داخل کروائے ہوئے تھے مگر ابھی تک محکمہ نے انہیں رجسٹریشن کا سرٹیفکیٹ نہیں بھجوایا تھا۔ یہ بھی چیف صاحبہ کی ناراضگی کا باعث بن گیا کہ ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب بغیر سرٹیفکیٹ کے کیوں کام کر رہے ہیں۔ حالانکہ بڑے ڈاکٹر امتیاز صاحب F.R.C.S موجود تھے اس دورہ سے واپسی پر چیف

میڈیکل آفیسر نے ہمارے مشن کو خط لکھا اور ناراضگی کا اظہار کر کے ان دونوں ڈاکٹروں کو کام بند کرنے کی ہدایت جاری کی۔ انہی دنوں عاجز فروری 1974ء میں وہاں پہنچ چکا تھا اور میرے جانے پر سب سے پہلے یہی سرکاری خط ملا جو پریشانی کا باعث بنا۔ تاہم غانا کے حالات میرے سامنے تھے۔ عاجز نے ڈاکٹر طاہر محمود صاحب کو فری ٹاؤن بلایا اور ہم دنوں مل کر ایک تحفہ لے کر چیف میڈیکل آفیسر کے پاس پہنچے، اس وقت وہ دفتر میں موجود نہ تھیں تاہم تحفہ اپنے کارڈ کے ساتھ اس کی میز پر رکھ کر واپس آ گئے۔ وہ واپس دفتر آئی اور اس تحفہ کو دیکھ کر خوش ہوئی اور فون کیا کہ آپ میرے دونوں اعتراضات کو دور کر کے اطلاع دیں اور ڈاکٹروں کو کام کرنے دیں۔

ابھی گیمبیا کے احمدیہ ہسپتال اور سکول دیکھنے باقی تھے سو اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے غیب سے انتظام کر دیا کہ مجھے سیرالیون سے گیمبیا تک Air Ticket فری مل گیا جس پر جلسہ سالانہ کے لئے دسمبر میں مکرمی حافظ بشیر الدین صاحب امیر گیمبیا کی دعوت پر وہاں پہنچا اور ڈاکٹر طاہر احمد صاحب، ڈاکٹر سعید صاحب، ڈاکٹر انوار صاحب اور ڈاکٹر طاہر صاحب Dentist کو اپنے اپنے ہسپتالوں میں خوب مصروف پایا اور سبھی خوش تھے کہ اللہ تعالیٰ انہیں احمدیت کی بدولت وہاں کے لوگوں کی خدمت کا موقع بھی دے رہا ہے اور وہ وہاں کے بے تاج بادشاہ بھی بنے ہوئے ہیں، چھوٹے بڑے سبھی ان کی عزت کرتے ہیں۔

سیرالیون میں عاجز کو اللہ تعالیٰ نے نصرت جہاں کے پروگرام میں خصوصی مدد کی توفیق عطا فرمائی اور احمدیہ ہسپتال بو اجے بو، روکو پر اور مسنگبی کی عمارتوں کو متعلقہ ڈاکٹروں کے تعاون سے مکمل کروانے کا موقع ملا
۔

بواجے بو میں ڈاکٹر امتیاز چوہدری صاحب نے خوب محنت کر کے پچاس بیڈ کا ہسپتال مکمل کروایا جس کا افتتاح جنوری 1976ء میں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر الحاج چیف مصطفی سنوسی سابق ڈپٹی وزیراعظم نے کیا افتتاح سے قبل محکمہ صحت کے تین بڑے آفیسر معائنہ کر کے منظوری دینے آئے تو عاجز بھی ڈاکٹر امتیاز صاحب کے ہمراہ وہاں موجود تھا۔ معائنہ مکمل ہوا پھر ہم کھانے کی میز پر بیٹھے تو ایک آفیسر نے پوچھا کہ اس عمارت پر کیا لاگت آئی ہوگی، عاجز نے عرض کیا کہ اس کے لئے پچاس ہزار لیون کی منظوری ہوئی

تھی وہ بے ساختہ کہنے لگا کہ ہمیں تو ایسے ہسپتال کے بنانے کے لئے 5لاکھ لیون درکار ہوں گے ۔ گویا دس گنا زیادہ! پھر اس کا دوسرا سوال یہ تھا کہ اتنی بڑی رقم خرچ کرنے کے لئے کون آپ کی مدد کر رہا ہے ۔ سعودی عرب یا پاکستان کی گورنمنٹ ۔ میں نے جواب دیا کہ Result of humble contribution of our members وہ کہنے لگا کہ میں نہیں مانتا کہ اس طرح ممبرز کے چندوں سے آپ اتنے بڑے بڑے ہسپتال بنا رہے ہوں ۔ میں نے جواباً کہا کہ یہی تو نصرت الٰہی ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کے ساتھ کر رکھا ہے ۔ جسے آپ بیرونی مدد سمجھ رہے ہیں ۔

خراج تحسین

مسنگبی میں احمدیہ ہسپتال کے علاوہ احمدیہ سیکنڈری سکول اور مسجد المہدی کی تعمیر میں ڈاکٹر طاہر محمود صاحب کے علاوہ پرنسپل سید عبدالماجد صاحب نے بھی بہت مستعدی دکھائی الحمدللہ ۔ اور روکوپر میں ڈاکٹر سردار محمد حسن صاحب نے ہسپتال بنانے کے علاوہ مرکزی مسجد بنانے میں بھی خوب دلچسپی لی اور وقارِ عمل میں بھی خوب حصہ لیتے رہے ۔ اور سیرالیون میں سیکنڈری سکولز کی تعداد میرے پہنچنے پر پانچ تھی مگر میری واپسی کے وقت یہ 16 سے زیادہ ہو چکی تھی اور پرائمری سکولز کی تعداد میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہو کر 20 کی بجائے 50 تک پہنچ چکی تھی ۔ ان کے لئے ہمیں زیادہ خرچ بھی نہ کرنا پڑا تھا اس کے لئے حکمت عملی یہ اختیار کی تھی کہ سرکاری انسپکٹران سے رابطہ کر کے ہم پرانے سکولوں کی مدد سے نئے سکول کھولتے جاتے تھے ۔ اور حکومت بھی خوش تھی کہ ہم ان کا کام کر رہے ہیں اور عوام میں نہ صرف تعلیم کا شعور پیدا کر رہے ہیں بلکہ ان کو تعلیم یافتہ بنا کر مہذب بھی بنا رہے ہیں اس کا اظہار United Nations Development Programme کے مستقل نمائندہ برائے سیرالیون

Mr. W. Harper نے میری الوداعی پارٹی میں زبانی بھی کیا اور اپنے تحریری خط میں بھی اس نے احمدیہ مشن کو خراج تحسین پیش کیا کہ جس سڑک پر سفر کرو آپ کو احمدیہ سکول/ ہسپتال کے بورڈ نمایاں نظر آتے ہیں اور احمدیہ مشن کا یہ کام ہمارے لئے بھی باعث رشک ہے ۔ یہ الوداعی پارٹی سیرالیون کے پیرامونٹ ہوٹل میں ہوئی تھی جس میں حکومت اور عوام کے نمائندے بکثرت حاضر تھے ۔

یہ ساری کامیابیاں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی توجہ اور دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی تھیں اور آپ کے نصرت جہاں پروگرام کے لئے اللہ تعالیٰ غیر معمولی نصرت فرما رہا تھا، جس کے بے شمار نظارے عاجز نے دیکھے اور جن میں چند ایک کا ذکر میں نے تحدیث نعمت کے طور پر کر دیا ہے اور جن ڈاکٹروں/ اساتذہ/ مربیان نے ان پروگراموں کو کامیاب بنانے میں حصہ لیا اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی بیش بہا برکتوں اور فضلوں سے نوازا ہے جسکے نمونے ہر جگہ دیکھے جاسکتے ہیں ۔ **ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔**

خدا کے پاک بندے دوسروں پر ہوتے ہیں غالب　　　　میری خاطر خدا سے یہ علامت آنے والی ہے

جلسہ سالانہ برطانیہ

افریقہ سے واپسی پر لنڈن پہنچا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ امریکہ کے دورہ پر جانے کے لئے تیار تھے، عصر کے بعد ملاقات ہوئی تو پوچھا کہ شوگر کی بیماری کا کیا حال ہے، عرض کیا، حضور کو دیکھنے سے نصف چلی گئی ہے باقی بھی جلد رخصت ہو جائے گی۔ مکرمی چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب سے لمبی ملاقاتیں رہیں ۔ اگلے دن حضور کے ساتھ امام مسجد فضل لنڈن مکرم بشیر احمد صاحب رفیق بھی امریکہ چلے گئے۔ خطبہ جمعہ کے لئے مکرم منیر الدین صاحب شمس نے خاکسار کو ارشاد فرمایا جو مسجد فضل لنڈن میں انگریزی میں دیا، مکرم چوہدری صاحب نے بعد میں الگ بلا کر انگریزی کے محاورے ٹھیک کرنے کا ارشاد فرمایا۔ پھر UK کے جلسہ سالانہ میں ایک اجلاس کی صدارت اور دوسرے اجلاس میں تقریر کرنے کا موقع ملا اور افریقہ میں Whiteman کے تصور کا ذکر کر کے ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔

لنڈن سے فرینکفرٹ پہنچا جہاں عزیزم عبد السمیع صاحب اور امام فضل الٰہی انوری صاحب نے خوب تعاون کیا اور ان کے ساتھ کوچ میں مسجد ناصر گوٹن برگ کے افتتاح میں بھی شامل ہونے کا موقع ملا جہاں حضور کے ساتھ جرمن وفد کے ہمراہ ملاقات کا موقع ملا۔ حضور نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ پاکستان

کے وزیراعظم نے احمدیوں کوفقیر بنانے کا عزم کیا تھا مگر خدا نے احمدیوں کے مال و دولت میں غیرمعمولی برکت ڈالی، گوجرانوالہ جاکرحکیم نظام جان کا مکان دیکھنا اب پہلے سے بھی اونچا ہو گیا ہے کہ دیکھتے وقت ٹوپی سر سے گرجاتی ہے چنانچہ گوجرانوالہ گیا تو ایسا ہی پایا۔ جرمنی کے سفید پرندے مکرم ہدایت اللہ ہبش کی عیادت کے لئے ہسپتال بھی گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو گذشتہ تیس سالوں میں اسلام اور احمدیت کے لئے بے شمار کتب لکھنے اور ترجمے کرنے کی توفیق دی ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ واقعی یہ وہی سفید پرندہ ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کشف میں پکڑا تھا۔

فرینکفرٹ سے مغربی برلن پہنچا جہاں احباب جماعت کی علمی خدمت کرنے کے مواقع ملے اور دیوار برلن بھی دیکھی دنیا کے اس عجوبہ کو 10 دسمبر 1989ء کو جرمن لوگوں نے اپنے ہاتھوں توڑ پھوڑ دیا اور پہلے دن ہی لاکھوں لوگوں نے اس کو آر پار کیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا کشف Friday the 10th پوری شان سے پورا ہوا۔ اس دیوار کے ٹوٹنے کا عظیم واقعہ سوویت رشیا کے ٹوٹنے کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ اس ٹوٹی پھوٹی دیوار کو 1997ء میں برطانیہ اور جرمنی کے جلسوں کے بعد پھر دیکھنے کا موقع ملا اور یہ نشان ازدیاد ایمان کا باعث ہوا۔ الحمد للہ۔

معمولی قربانی ۔ عظیم پھل

دو جنوری 1978ء کی صبح سویرے عاجز جامعہ احمدیہ ربوہ میں پڑھانے کی ڈیوٹی پر جا رہا تھا کہ انصاراللہ مرکزیہ کے دفتر کے سامنے ایک ٹانگہ میں سے کسی نے میرا نام لے کر مجھے پکارا عاجز رُک گیا دو سفید فام یورپین اُترے ایک نے جلدی سے اپنے دوسرے بھائی کا ہاتھ میرے ہاتھ میں پکڑا کر بتایا کہ ہم دونوں قادیان کے جلسہ سے آ رہے ہیں میرے نئے بھائی کو سنبھالیں، میں لاہور ائرپورٹ پر ابھی واپس جا رہا ہوں۔ جہاں میری بیگم (ہدایت بیگم مع اپنی ننھی بیٹی عطیۃ النور) میرے انتظار میں ہے۔ ہم نے آج شام جرمنی کے لئے فلائٹ لینی ہے۔ یہ تعارف کروانے والے میرے پرانے جرمن دوست ہدایت اللہ صاحب ہبش تھے اور نئے بھائی مکرمی عبداللہ واگس ہاؤزر جو آجکل امیر جماعتہائے احمدیہ جرمنی ہیں۔ محترم عبداللہ صاحب سارا دن سفری لباس میں ربوہ کے اداروں اور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے 9 صحابہ کرام سیڑھیوں پر بیٹھے ہوئے ہیں درمیان میں پرنسپل جامعہ احمدیہ ملکی اور غیر ملکی طلباء جامعہ کے ہمراہ

خلافت لائبریری کا چکر لگاتے اور عصر سے مغرب تک ہماری بیٹھک میں مجلس سوال و جواب لگتی۔ میں نے اپنی لائبریری سے جرمن زبان میں اسلامی کتب بھی انہیں مہیا کر دیں جن سے وہ خوب محظوظ ہوئے اور ہفتہ عشرہ کے بعد انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے ہاتھ پر دستی بیعت کرنے کا پروگرام بنایا۔ اسی دن حضور رحمہ اللہ نے سفید قمیص شلوار کا تحفہ بھجوایا، جسے پہن کر مسجد مبارک میں نماز عصر کے بعد دستی بیعت کی۔ سفید سوٹ میں اُس وقت وہ واقعی سفید پرندہ ہی نظر آ رہا تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے کشف میں پکڑے تھے (ازالہ اوہام، صفحہ 376) اسی شام جب وہ ہماری بیٹھک میں واپس پہنچے تو میز پر دو صد روپے رکھ دیئے اور میرے استفسار پر بتایا کہ آج مجھے اسلام کی نعمت ملی ہے، اس کے شکرانے کے طور پر بکرے کی قربانی کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے خلوص بھرے نیک جذبات کے سامنے مجھے اس کی تجویز پر عمل کرنے کے سوا کوئی چارا نہ بن سکا۔ چنانچہ اگلے دن ایک عمدہ بکرا خرید کر ذبح کیا کچھ گوشت غرباء میں تقسیم ہوا اور کچھ گھر میں پکا کر بھائی عبداللہ اور اس کے دوستوں کی دعوت کر دی۔ سب نے خوش ہو کر کھانا کھایا اور اجتماعی دعا کی برادرم عبداللہ صاحب واپس جرمنی پہنچ کر ترقی کر کے نیشنل قائد خدام الاحمدیہ بن گئے۔ چند سال کی کامیاب قیادت نے انہیں نیشنل امیر جماعت جرمنی کے عہدہ پر پہنچا دیا اور آج وہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے معتمد ترین امرائے جماعت میں سے ہیں اور اُن کی قیادت میں جماعت احمدیہ جرمنی دن دُگنی اور رات چوگنی ترقی کر رہی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر حیران ہوں کہ اُن کی چھوٹی سی قربانی نے انہیں کہاں پہنچا دیا۔ سچ ہی تو ہے ؎

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے

جب آتی ہے تو اک عالم کو اک عالم دکھاتی ہے

خواب میں مچھلی پکڑی

سیرالیون سے واپسی پر 1976ء میں میری ڈیوٹی جامعہ احمدیہ میں بطور استاذ لگی۔ تعطیلات گرما میں عاجز ویزا لے کر قادیان کی زیارت کے لئے چلا گیا، جہاں اپنے بڑے بھائی ماسٹر محمد ابراہیم صاحب درویش کے ساتھ دن خوب گزرے، دارالمسیح میں رہائش اور رات کو بیت الدعا میں دعاؤں کا خوب موقع ملا۔ وہاں

ایک رویا میں دیکھا کہ میں نے تازہ مچھلی پکڑی ہے۔ جس کی تعبیر بالعموم خدمت دین کا کوئی موقعہ پانے کی ہوتی ہے چنانچہ قادیان میں عید گزارنے کی وجہ سے جامعہ احمدیہ میں وقت مقررہ سے ایک دو دن بعد پہنچا، گو رخصت کی درخواست بھی دے چکا تھا تاہم میرے آنے سے قبل جامعہ احمدیہ کی کلاسوں کا پروگرام بن چکا تھا اس میں اپنا نام نہ پا کر مجھے فکر ہوا۔ چنانچہ کچھ دنوں کی رخصت لے کر میں نے خلافت لائبریری میں تحقیقی کام شروع کر دیا۔ ادھر حضور کے پرائیویٹ سیکرٹری کے دفتر کا مددگار میری تلاش میں سرگردان رہا آخر دوسرے دن ملاقات ہوئی تو پتہ چلا کہ حضور خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مجلس نصرت جہاں کا چارج دوبارہ سنبھالنے کا حکم جاری فرمایا ہے۔ جب حاضر خدمت ہوا تو فرمایا کہ فوری طور پر دو کام کرنے والے ہیں ایک تو عزیزم سید قمر سلیمان صاحب کی نائیجیریا کے سکول میں فوری ضرورت ہے مگر اسے ویزا انہیں مل رہا ہے، آپ فوراً اسلام آباد جا کر اس مسئلہ کو حل کریں اور دوسرے ڈاکٹر سید ضیاالحسن صاحب آف راولپنڈی کی گیمبیا میں فوری ضرورت ہے، ان کی روانگی کا انتظام کریں۔ حسب ارشاد عزیزم سید قمر سلیمان صاحب کو ساتھ لیا اور اسلام آباد میں نائیجیرین سفارتخانے میں پہنچا، وہاں ویزا کونسلر مکرم حاجی عبداللہ صاحب سے ملا، انہیں قرآن مجید انگریزی ترجمہ کا تحفہ پیش کیا، وہ بہت خوش ہوئے انہیں نائیجیریا میں احمدیہ مسلم مشن کا خوب تعارف تھا۔ عاجز نے انہیں بتایا کہ میرے ساتھی سید قمر سلیمان صاحب نے ایم ایس سی پاس کیا ہے اور افریقن بھائیوں کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا ہے، انہیں ویزا کی ضرورت ہے چنانچہ حاجی صاحب نے فوراً کلرک متعلقہ کو بلا کر جلدی ویزا جاری کرنے کا حکم فرمایا۔ جب کلرک متعلقہ نے کچھ دیر لگا دی تو پھر اسے بلا کر اپنے سامنے بٹھایا اور فوراً فارم مکمل کر کے پیش کرنے کا فرمایا اور پیش ہونے پر انہوں نے خود اپنی مہر لگائی اور دستخط کر کے ویزا جاری فرمایا ہم نے اس کا شکریہ ادا کیا اور عزیزم قمر صاحب خدمت کے لئے نائیجیریا پہنچ گئے۔ الحمدللہ۔

مکرمی ڈاکٹر ضیاء الحسن صاحب کے کاغذات دیکھے ان پر ضروری کارروائی مکمل کی اور محترم ڈاکٹر صاحب کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ الوداعی ملاقات کے لئے بلایا۔ ڈاکٹر صاحب خوش ہو کر ربوہ پہنچے تو حیرانی کا اظہار کیا کہ وہ تو سال بھر سے تیار بیٹھے تھے اچانک ان کی روانگی کا انتظام کیسے ہو گیا؟ حضور سے ملاقات کے

بعد محترم ڈاکٹر صاحب جلدی ہی میدان عمل میں پہنچ گئے اور گیمبیا میں احمدیہ کلینک بصے (Basse) کو خوب چلایا اور بڑے خوش ہوئے کہ انہیں اپنے بلالی بھائیوں کی خدمت کا موقع مل گیا ہے۔ اس اہم واقعہ کے بعد ڈاکٹر صاحب سے میری دوستی ان کی وفات تک چلتی رہی اور دعوۃ الی اللہ کے کاموں میں بھی ہمیں ایک دوسرے سے تعاون کا خوب موقع ملتا رہا۔ ضلع راولپنڈی کے قصبہ کلر سیداں (جہاں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کے نانا جان ڈاکٹر سید عبدالستار صاحب نے یہاں ملازمت کا بہت حصہ گزارا) میں جماعت کے قیام میں ہمارے تبلیغی دورے بہت ممد ہوئے۔ اسی طرح حضور کے نانا جان کے گاؤں سیہالہ میں بھی ہمیں دو تین بار تبلیغی دورہ پر جانے کا موقع ملا اور ان کے ذاتی مکان کے ایک خاص کمرہ میں ہمیں بھی اجتماعی دعاؤں اور نمازوں کا موقع ملا جس کو انہوں نے اپنی تحریری وصیت میں احمدیہ معلم کے لئے مخصوص فرمایا تھا اور اس گھر کو آباد رکھنے کے لئے ایک کنواں بھی وہاں بنوایا تھا۔ محترم ڈاکٹر صاحب مرکزی مہمانوں کی خوب عزت کرتے اور اپنے مخصوص مہمان خانہ میں ان کی رہائش کا انتظام کرنے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔ مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری سابق مبلغ افریقہ وفجی علاج کے لئے اسی مہمان خانہ میں مقیم رہے اور یہیں ان کی وفات ہوئی۔

حدیقۃ المبشرین

یہ ادارہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مغربی افریقہ کے دورہ 1970ء کے بعد بڑی دعاؤں سے قائم فرمایا تھا، تا مبلغین / مربیان سلسلہ سے جماعت کے مفاد کی خاطر اندرون ملک یا بیرون ملک صحیح رنگ میں استفادہ کیا جا سکے۔ ابتدائی زمانہ میں مدرسہ احمدیہ پھر جامعہ احمدیہ سے پاس ہونے والے طلبہ کو جماعتی بجٹ میں گنجائش کے مطابق مربی مقرر کیا جاتا تھا۔ تحریک جدید کے وجود میں آنے کے بعد مربیان کی مانگ بیرون ملک بڑھنے پر جامعہ احمدیہ سے نکلنے والے مبلغین آدھے تحریک جدید انجمن احمدیہ کو دیئے جاتے اور

حضرت امیر المومنین مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں پرنسپل جامعہ احمدیہ ملک سیف الرحمان صاحب اور 1979ء میں جامعہ احمدیہ سے پاس ہونے والے شاہدین شاہد کلاس کے نگران محمد اسماعیل صاحب منیر حضور کی بائیں طرف ہیں۔

آدھے صدر انجمن احمدیہ کو اندرون ملک کام کرنے کے لئے مل جاتے تھے۔ 1950ء میں ہم تین مبلغ جامعہ احمدیہ کی مبلغین کلاس سے پاس ہوئے تو ہم میں سے ایک صدر انجمن احمدیہ کو مل گیا اور ہم دو تحریک جدید کے حصہ میں آئے۔ مجھے فوراً سری لنکا بھجوا دیا گیا اور دوسرے سید منیر احمد صاحب باہری کو برما جانے کا موقعہ مل گیا۔ اس نظام کو بہتر بنانے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے دعاؤں کے بعد 1970ء میں مبلغین کا ایک مرکزی ادارہ حدیقۃ المبشرین قائم فرمایا اور اس کے پہلے سیکرٹری مکرمی مولانا عطاء اللہ صاحب کلیم تھے۔

مربیان کی بہبود

1988ء میں حدیقۃ المبشرین کا چارج سنبھالنے کے بعد عاجز نے اس کے قیام کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے خطبات اور مزید ارشادات و ہدایات کا مطالعہ کرنے کے بعد مربیان کے نظام اور بہبود کا ایک منصوبہ بنا کر اس پر باقاعدگی سے عمل کرنا شروع کیا، جس سے مربیان کو احساس ہو کہ حدیقہ ان کی بہبود کا کام کر رہا ہے اور وہ اپنی پوری توجہ تبلیغ اور تربیت کے کاموں پر لگا دیں۔ مثلاً

:1— ان کے اہل وعیال کی بیماری کے سلسلہ میں اُٹھنے والے اخراجات کی ادائیگی فضل عمر ہسپتال کے ویلفیئر فنڈ سے باقاعدگی سے کروانی شروع کر دی اور جن بلوں پر فضل عمر ہسپتال کو اعتراض ہوتا، اس سلسلہ میں خود مل کر وضاحت کرتا۔

:2— مربیان کے الاؤنس میں مہنگائی کے پیش نظر اضافہ کروایا گیا جس سے جماعت کے دیگر کارکنان کو بھی فائدہ پہنچا۔

:3— موسم سرما کی آمد پر کارکنان کو گرم کپڑے وغیرہ بنوانے کے لئے ''سرما الاؤنس''، جو کئی سالوں سے دیا جا رہا تھا، کسی غلط فہمی کی وجہ سے بند ہو گیا تھا۔ ہماری درخواست پر جو پیارے آقا کی خدمت میں پیش کی گئی تھی، دوبارہ جاری ہو گیا۔

:4— مربیان کو سلسلہ کی اہم کتب روحانی خزائن، تفسیر کبیر وغیرہ کے سیٹ نصف قیمت پر لے کر دیئے گئے، جس کا فائدہ نظارت اشاعت کو بھی پہنچا کہ ان کے سٹور فارغ ہو گئے۔ اسی طرح فضل عمر فاؤنڈیشن کے سیکرٹری مکرم ناصر احمد شمس صاحب نے بھی تعاون فرمایا اور ان کی مطبوعات کے کئی سیٹ مربیان کو رعایتی

نرخوں پر قسط وار ادائیگی پر لے کر دیئے گئے۔ ان کتب سے مربیان کو مطالعہ کی سہولت بھی ہو گئی۔

:5– مربیان کے منظور شدہ گریڈز جونیئر، سینئر، سلیکشن کے قواعد کو منظور کروا کر نافذ کروایا گیا۔

:6– مربیان کو سلسلہ کے کوارٹرز کے حصول میں مدد دی گئی اور جن کو کوارٹر نہ ملنے کی صورت میں کرایہ پر مکان لینا پڑتا، حسب قواعد ان کو اداشدہ کرایہ میں امداد صدر انجمن احمدیہ سے منظوری کے بعد دی گئی۔

:7– مربیان کے والدین کو بذریعہ خطوط توجہ دلائی جاتی کہ وہ اپنے بچوں کی شادیاں کریں تا ان کی بیویوں کو بھی خدمت کے میدان میں اپنے خاوندوں کے دوش بدوش کام کرنے کا موقع ملے اور مربیان کو میدان عمل میں جو مشکلات پیش آتی ہیں ان سے وہ بچ سکیں۔

:8– مربیان کے بچوں سے رابطہ رکھا جاتا اور ان کی تعلیمی اور تربیتی مشکلات پر قابو پانے میں ان کے والدین سے تعاون کیا جاتا۔

:9– حدیقہ کے ماتحت مربیان کے سالانہ ریفریشر کورس کو مفید بنانے کے سلسلہ میں بعض اقدامات کئے جن کا فائدہ جماعت اور مربیان کو پہنچا مثلاً تعلیم کے بعد کچھ وقت ربوہ کے محلوں میں تربیتی امور پر توجہ دیتے اور خود بھی عملی تجربہ حاصل کرتے۔

: 10– ریفریشر کورس میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اقتداء میں ہومیو پیتھی کا کورس شامل کیا گیا جس میں ڈاکٹر راجہ نذیر احمد صاحب ظفر اور ان کے بیٹے رفیق احمد صاحب نے بہت تعاون فرمایا اور کئی مربیان کو تبلیغی میدان میں اس خدمت خلق کے کام سے بہتر نتائج ملے۔ الحمدللہ۔

:11– حدیقۃ المبشرین کی تاریخ اور اس کے اغراض و مقاصد مدون کر کے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پیش کئے اور ایک کاپی دفتر میں اور تیسری کاپی مکرم حبیب الرحمان صاحب انچارج خلافت لائبریری ربوہ کے پاس محفوظ کروائی گئی۔

مجھ سے پہلے حدیقہ کے سیکرٹری مکرمی مولانا محمد شفیع صاحب اشرف تھے جن کی وفات پر میری وہاں تعیناتی ہوئی اور میرے بعد مکرمی جمیل الرحمان صاحب رفیق کو سیکرٹری حدیقۃ المبشرین مقرر کیا گیا۔ میں نے حدیقہ کا چارج لیا تو اس وقت مربیان کی تعداد 200 سے زائد تھی اور جب میں حدیقہ سے رخصت ہوا تو پانچ

سالوں میں یہ تعداد 500 سے زائد ہو گئی تھی۔ الحمدللہ۔

دعاؤں کی معجزانہ تاثیر

1993ء کے جلسہ سالانہ UK میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے عالمی بیعتوں کا سلسلہ شروع کیا اور پہلے ہی سال دولاکھ سے اوپر دنیا کے مختلف ملکوں سے مختلف زبانیں بولنے والے لوگوں نے احمدیت میں شمولیت کے لئے پہلی عالمی بیعت میں حصہ لیا اس نظارے کو ہم نے MTA کے ذریعہ ربوہ میں دیکھا تو ہمارے دلوں میں بھی جوش وجذبہ پیدا ہوا، اور عاجز نے قائد اصلاح وارشاد انصاراللہ کی حیثیت میں دور دراز کے دورے کئے۔ بہاولپور کا اجتماع ستمبر کے شروع میں تھا اس میں شمولیت کے لئے ہم پہنچے تو وہاں سے آگے ایک گاؤں میں بہت سے ہندو مسلمان ہوئے تھے۔ہم ان کی ملاقات کے لئے حسب پروگرام وہاں گئے، راستے میں احمد پور شرقیہ میں ایک غیر از جماعت وکیل کو بھی ملے جو احمدیوں کے مقدمات میں ان کی مدد کرتا تھا، پھر وہاں سے آگے ہم اس گاؤں پہنچے جو ہماری منزل مقصود تھی۔گاؤں کے اندر گئے تو دائیں طرف معلم وقف جدید کا حجرہ نظر آیا، ذرا آگے بائیں طرف احمدیہ مسجد تھی جو نومسلموں سے بھری ہوئی تھی جنہیں دیکھ کر خوشی ہوئی۔تربیتی جلسہ کا پروگرام شروع ہوا اور اختتام پر سب نے مل کر کھانا کھایا۔رات گئے واپسی ہوئی اور لمبے سفر کی وجہ سے جو سخت گرمی اور حبس کی وجہ سے تکلیف دہ بھی تھا، ہم نے رات بہاولپور میں گزاری، اگلی صبح ربوہ کے لئے واپسی ہوئی۔ مجھے کہیں بے احتیاطی سے گرمی لگ گئی، جس سے بخار بھی ہو گیا اور ربوہ پہنچتے پہنچتے زیادہ ہو گیا اور یہاں آ کر فضل عمر ہسپتال میں داخل ہونا پڑا۔ جہاں دو چار روز کے بعد بخار اتر گیا اور میں حسب معمول اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا۔ چند دن کے بعد ایسا ہی ایک دورہ لاہور کے علاقہ میں کرنا پڑا اور واپسی پر اسی طرح بخار نے پھر آن لیا۔ ربوہ پہنچے تو سیدھے لنگر خانہ گئے اور مولانا غلام باری سیف مرحوم کا نورانی چہرہ دیکھا ابھی انکے بیٹے ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کا روس سے واپسی کا انتظار ہو رہا تھا ۔میں بھی گھر واپس آیا تا تیاری کر کے جنازہ کے لئے جاؤں مگر گھر پہنچتے ہی بخار نے ایسی شدت اختیار کی کہ

سر کو چکر آنے لگ گئے، جس پر عزیزم علیم محمود صاحب مربی سلسلہ مجھے فضل عمر ہسپتال لے گئے جہاں اس عاجز کو داخل کر کے علاج ہونے لگا، بخار تو دو تین دن کے بعد اتر گیا مگر X-Ray میں میرے دائیں Lung کا نچلا حصہ متاثر نظر آیا، جس پر ڈاکٹر لطیف احمد صاحب قریشی نے مجھے ٹی بی کا مریض قرار دے کر فرمایا کہ یہ تو سخت بیماری ہے اب کام کرنا مشکل ہوگا، بستر پر آرام کریں۔ڈاکٹر صاحب کے کمرہ میں ان کے اسسٹنٹ ڈاکٹر علیم الدین ابن محترم مولانا رشید الدین صاحب بیٹھے تھے وہ میرے ساتھ کمرہ سے باہر نکل آئے اور کہنے لگے کہ آپ نے ڈاکٹر قریشی صاحب کو بڑی جرأت سے جواب دیا کہ ڈاکٹر صاحب بیماری آ گئی ہے تو فضل بھی اللہ نے کرنا ہے، آپ جو دوائی دینا چاہتے ہیں دے دیں، زیادہ فکر نہ کریں۔میں نے ان سے مشورہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ربوہ میں آپ کے کام کا دائرہ وسیع ہے آرام کرنا مشکل ہوگا۔آپ کم از کم ایک ماہ کی چھٹی لے کر کہیں باہر چلے جائیں۔ چنانچہ میں نے دوائی لی اور دفتر سے ایک ماہ کی رخصت لے کر پنڈی کی طرف نکل گیا۔ پنڈی میں ڈاکٹر ضیاء الحسن صاحب سے ملاقات ہوئی تو ان کے مشورہ سے ڈاکٹر نوری صاحب سے دوبارہ معائنہ کروایا انہوں نے X-Ray کروایا اور فرمایا کہ Lung پر کسی چیز کا عکس لگتا ہے جس سے ٹی بی کا شبہ پڑا ہے۔آپ بہر حال دوا لیں چنانچہ ان کی تجویز کردہ دوا، ایک ماہ کے لئے لے کر میں ضلع ہزارہ چلا گیا جہاں 1958ء سے میرا آنا جانا رہا ہے، جب مجھے وہاں وقف جدید کا ایک مرکز مانسہرہ میں قائم کرنے کے لئے بھجوایا گیا تھا۔اس کے لئے عاجز نے سری لنکا سے واپسی پر اپنی چار ماہ کی رخصتیں دوبارہ وقف کی تھیں۔ وہاں کے امیر ڈاکٹر اسلم جہانگیری صاحب ہری پور، مانسہرہ میں رانا مبشر احمد اور ان کے بھائی ڈاکٹر رانا منور احمد صاحب سے ملاقاتیں ہوئیں، دیگر احمدی احباب سے بھی ملا اور پھر اپنے بڑے بھائی عبدالسلام صاحب کی بیٹی عابدہ کے پاس کاکول میں آ گیا جہاں اس کے میاں عبدالمجید صاحب سٹور آفیسر کاکول اکیڈمی اور ان کے دونوں بچوں نے خوب سیریں کروائیں۔موسم بھی اچھا تھا۔ایبٹ آباد کے دوستوں سے بھی ملاقاتیں کیں اور ایک ماہ کے بعد جب واپس ربوہ پہنچا تو ڈاکٹر قریشی صاحب نے دوبارہ X-Ray لیا اور Lungs کو صاف پا کر حیران ہو کر پوچھنے لگے کہ آپ نے کیا کیا۔ میں نے جواب میں صرف اتنا کہا کہ آپ کی نصیحت کے مطابق Bed پر نہیں لیٹا بلکہ سیر کرنے پہاڑوں پر چلا گیا، جہاں کی صاف فضاء نے

Lungs کو بھی صاف کر دیا لیکن اصل راز کا اس وقت پتہ چلا جب عزیزم محمد الیاس صاحب منیر اسیر راہ مولیٰ سے ملاقات کے لئے فیصل آباد جیل گیا، جہاں سے اس نے میری بیماری سے فکرمند ہو کر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں دعا کے لئے لکھ دیا تھا جس کے جواب میں حضور کا خط اس نے دیا، جس میں حضور نے میرے لئے ہومیوپیتھی دوائی بھی تجویز فرمائی اور ساتھ ہی دعا کی تا کہ خدا کسی گہری بیماری سے محفوظ فرمائے سو حقیقت میں اس دعا نے اثر دکھایا اور اتنی جلدی کہ ایک ماہ میں ہی Lungs صاف ہو گئے اور ڈاکٹر صاحب کو بھی تسلی ہو گئی مگر یہ بات میرے ریکارڈ میں آ گئی تھی جس کی وجہ سے دسمبر 1993ء تک مجھے بطور قائد اصلاح وارشاد کام کرنے کا موقع ملا اور جنوری 1994ء میں نئی عاملہ سے مجھے بوجہ بیماری چھٹی دے دی گئی اور میری جگہ میرے نائب مکرمی مولانا محمد اعظم صاحب اکسیر کو قائد اصلاح وارشاد مقرر فرما دیا گیا جو مجھ سے بہتر رنگ میں اب تک کام کو آگے بڑھاتے چلے آ رہے ہیں۔ حضور کی دعاؤں کے سہارے اللہ تعالیٰ نے 1994ء سے 1999ء تک بحیثیت ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد (تعلیم القرآن) پاکستان کے دور دراز علاقوں کے دورے کرنے کی بھی توفیق دی اور اس بیماری نے پھر کبھی تنگ نہ کیا۔ الحمدللہ۔

کام جو کرتے ہیں تیری راہ میں پاتے ہیں جزا　　مجھ سے کیا دیکھا کہ یہ لطف و کرم ہے بار بار

سلائیڈز ایک مؤثر ذریعہ

اسلام میں بت تراشی ناجائز ہے کہ اس سے شرک کی راہ نکلتی ہے مگر آجکل کے کیمرہ سے تصویر بنانا مفید ہے کہ اس سے بہتوں کا بھلا بھی ہوتا ہے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی تصویر بنوا کر یورپ اور امریکہ میں بھجوائی تا کہ صاحب علم دوست تصویر کو دیکھ کر آپ کی صداقت کا یقین کر لیں چنانچہ یورپ اور امریکہ کے کئی لوگ آپ کی تصویر کو دیکھ کر بے اختیار بول اُٹھے کہ یہ تو بالکل پہلے مسیح جیسا ہے اور آپ کی صداقت پر ایمان لے آئے۔ پھر کئی لوگوں کو خوابوں میں آپ سے ملاقاتیں ہوئیں اور جب انہوں نے آپ کی تصویر کو دیکھا تو انہیں یقین آ گیا کہ یہ وہی ہے جو انہیں خواب میں نظر آیا تھا اور وہ سچا مسیح اور مہدی ہے چنانچہ دنیا کے مختلف ممالک کے لوگوں نے خوابوں کے ذریعہ آپ کو قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔

مجھے ابتداء ہی سے تصویروں کے جمع کرنے کا شوق رہا ہے اور ان سے تبلیغ اور تربیت کے پروگراموں

میں مدد لیتا رہا ہوں۔ 1955ء میں امریکن رسالہ ''لائف'' Life میں اسلام کی دنیا بھر میں ترقی کے سلسلہ میں احمدی مبلغین کی مساعی کی تصاویر شائع ہوئیں تو عاجز نے ان کو فریم کروا کر سری لنکا کے احمدیہ مشن ہاؤس میں آویزاں کر دیا جس سے ہر آنے والے کو دلچسپی پیدا ہوتی اور وہ بڑے غور سے تصاویر کو دیکھتا اور مزید معلومات حاصل کرتا انہی تصاویر کی نمائش لگاتا اور ساتھ کتب کی نمائش بھی ہو جاتی تو اس سے عوام بہت مستفید ہوتے اور ہمارا کام آسان ہو جاتا۔ مشرقی اور مغربی افریقہ میں ایسی نمائشیں لگانے سے ہمیں بہت فائدہ پہنچا۔

1966ء میں عاجز کو ماریشس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا ارشاد ملا کہ تصاویر کی سلائیڈز سے بھی تبلیغ و تربیت کے سلسلہ میں مدد لی جائے عاجز نے اس ارشاد کی تعمیل فوراً شروع کر دی اور قرآنی نمائش کی سلائیڈز تیار کروائیں، جو اب تک قرآنی نمائش کی یاد کو ہر مجلس میں تازہ کر دیتی ہیں اور دشمن سے دشمن مخالف بھی اسے دیکھ کر بول اُٹھتا ہے کہ احمدیوں کو قرآن مجید سے واقعی عشق ہے جس کے اظہار کے لئے انہوں نے اتنی زبردست نمائش لگائی۔ پھر اسی سال ہم نے خدام کے سالانہ تربیتی کیمپ کی سلائیڈز بنائیں جنہیں دیکھ کر دیگر مقامات کے خدام بھی ایسے تربیتی کاموں میں دلچسپی لینے لگ جاتے ہیں۔ اس طرح سلائیڈز کا سلسلہ ترقی کرتا رہا عاجز اپنی تیار کردہ سلائیڈز دوسرے مشنوں کو بھجواتا اور اُن سے تعاون کی درخواست کرتا چنانچہ سب سے پہلے برادرم چوہدری مشتاق احمد باجوہ نے سوئٹزرلینڈ مشن کی سلائیڈز بطور تحفہ بھجوائیں جو کہ گذشتہ 33 سال میں دنیا بھر کی خدمت میں خوب کام آ رہی ہیں۔ ماریشس کی بڑی نمائش کے بعد ہم نے اسے مختصر بنا کر ملک کے 30 سوشل سینٹرز میں پیش کیا اور رات کو سلائیڈز کی نمائش بھی مفید ثابت ہوتی رہی۔ مجھے خوب یاد ہے Good land کے قصبہ کے مسلمان جو احمدیت کے سخت مخالف تھے ہماری قرآنی نمائش اور سلائیڈ لیکچر سن کر حیران رہ گئے اور احمدیت کے مداح بن گئے۔

سیرالیون میں سلائیڈز کی نمائش

1974ء کے ہنگامے اور نیشنل اسمبلی کے فیصلہ سے متاثر ہو کر کینما (سیرالیون) کے غیر احمدیوں نے ایک جمعہ میں فیصلہ کیا کہ آج رات ہم اپنے ہاں کے احمدیوں کو قتل کر کے اپنے شہر کو پاک وصاف کر لیں گے۔ عاجز اس شہر سے 17 میل کے فاصلہ پر احمدیہ سیکنڈری سکول جورو کے دورہ پر تھا، اس اطلاع کے

ملنے پر عاجز نے شہر کی کورٹ باری میں رات کو سلائیڈز لیکچر کا اعلان کروا دیا اور نماز عشاء کے بعد جب لیکچر شروع کیا تو ہال بھرا ہوا تھا۔ سلائیڈز کے ذریعہ جماعت احمدیہ کی دنیا بھر میں قرآن مجید کو پھیلانے اور اس کے ذریعہ لوگوں کا اسلام میں داخل ہونا دکھایا پھر ان کو علم کے زیور سے آراستہ کرنے والے احمدیہ پرائمری اور سیکنڈری سکولوں کے کارنامے دکھائے اور ان کی جسمانی صحت کو بہتر بنانے والے احمدیہ ہسپتالوں میں احمدی واقف ڈاکٹروں کی مساعی دکھائیں تو حاضرین انگشت بدندان رہ گئے اور سب نے یک زبان ہو کر پکارا ہم احمدیوں کی حفاظت کریں گے تا کہ پہلے سے بڑھ کر ہماری خدمت کرسکیں۔ یہ تھا سلائیڈز کا غیر معمولی اثر جس نے لوگوں کی آنکھیں کھول کر رکھ دیں۔

ایک یادگاری سلائیڈز لیکچر

گذشتہ ربع صدی میں پاکستان میں ہزاروں سلائیڈز لیکچرز ہوئے اور ان میں کئی یادگاری تھے مگر 1979ء کے اپریل کا مجھے نہیں بھولتا جب کہ میں جامعہ احمدیہ کی شاہد کلاس کے ہمراہ تبلیغی دورہ پر ضلع حافظ آباد کے گاؤں کولوتارڑ پہنچا۔ ہم گاؤں میں ساڑھے دس بجے صبح داخل ہوئے تو جگہ جگہ ماتمی مجلسیں لگی ہوئی تھیں اور دریافت کرنے پر پتہ لگا کہ ابھی ابھی ریڈیو نے پاکستان کے سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی پھانسی کی خبر سنائی ہے اور اس گاؤں کے لوگ بھٹو کی پیپلز پارٹی کے پرجوش ارکان ہیں، وہ صدمہ سے دوچار ہیں۔ سارا دن ہم چپ چاپ ان مجلسوں میں شامل رہے اور دعائیں کرتے رہے کہ ربوہ سے نکل کر باہر ہمارا یہ پہلا موقع تبلیغی مشق کا ہے، خدا اسے کامیاب کرے۔ خدا بھلا کرے وہاں کے سیکرٹری مال اشرف صاحب کا، جو ربوہ کے گریجوایٹ تھے، نے مل ملا کر رات عشاء کے بعد سلائیڈز لیکچر کا انتظام کر ہی دیا۔ بہت عمدہ سفید پردہ لگا دیا۔ لاؤڈ سپیکر کا انتظام بھی موجود تھا لوگ جوق در جوق آئے اور سلائیڈز لیکچر کے لئے میدان میں مردوں کے علاوہ کوٹھوں پر بھی عورتیں موجود تھیں حاضری کم وبیش ایک ہزار ہوگی۔ ہماری دن بھر کی دعاؤں نے لیکچر میں کچھ ایسے عمدہ رنگ میں احمدیہ مساعی کو پیش کرنے کی توفیق دی کہ حاضرین احمدیت کا زبردست اثر لے کر رخصت ہوئے اور اگلے دن گاؤں میں احمدیوں کے ان

حضرت امیر المؤمنین مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ممبران مجلس عاملہ انصار اللہ کراچی 1982ء

کارناموں کا چرچا تھا جو رات بہتوں نے دیکھے اور سنے تھے۔

مسجد بشارت کی سلائیڈز

1982ء میں مسجد بشارت پیڈروآباد سپین کا افتتاح حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا۔ اس اہم موقع پر عزیزم ڈاکٹر محمد ادریس صاحب منیر گلاسگو کی دعوت پر وہاں پہنچا اور افتتاح کی رنگین سلائیڈز تیار کیں، جنہیں دیکھ کر دنیا بھر کے احمدیوں کو خوشی ہوئی۔ اسی طرح قادیان کے مناظر کی سلائیڈز تیار کرنے کے لئے دو تین سال متواتر قادیان کا سفر کرتا رہا اور وہاں کے اہم مقامات کی سلائیڈز تیار کر کے دنیا بھر کے مختلف مقامات پر دکھانے کی توفیق ملی۔ جس کے نتیجہ میں بے شمار احمدیوں کو قادیان جانے کا شوق پیدا ہوا۔

صد سالہ جوبلی جشن تشکر کا خصوصی پروگرام

1989ء میں احمدیہ صد سالہ جوبلی جشن تشکر منانے کے لئے جو پروگرام دنیا بھر میں جاری ہوئے ، ان میں سلائیڈز لیکچر کو بھی شامل کیا گیا تھا، جس پر کئی یورپین ، افریقن اور ایشین ممالک سے سلائیڈز کے مطالبے آئے جنہیں پورا کرنے کی توفیق اس عاجز کو ملی۔ اس سال خود بھی جلسہ سالانہ UK میں حاضر ہوا اور تازہ ترین سلائیڈز کا ایک سیٹ پیارے آقا کی خدمت پیش کیا۔ جس پر حضور نے محترم عطاء المجیب راشد صاحب کو ہدایت فرمائی کہ وہ سلائیڈز لیکچرز کے لئے میرے دورے کے پروگرام بنائیں، چنانچہ عاجز نے حسب ارشاد گلاسگو، مانچسٹر، بریڈفورڈ اور ہڈرزفیلڈ میں چار اور لنڈن مسجد کے محمود ہال میں پانچواں سلائیڈز لیکچر دیا جنہیں نوجوانوں نے بے حد پسند کیا اور اس کی وڈیو کیسٹ تیار کیں کہ اس ذریعہ سے مختصر وقت میں عالمگیر احمدیہ مساعی دیکھی جا سکتی ہے۔

انصاراللہ پاکستان میں شعبہ سلائیڈز

ربوہ میں عاجز کو اللہ تعالیٰ نے یہ موقع دیا کہ مجلس انصاراللہ مرکزیہ میں سلائیڈز لائبریری کا شعبہ اپنی قیادت اصلاح و ارشاد کے ماتحت قائم کیا جس میں کم و بیش ایک ہزار رنگین سلائیڈز بنائیں جو دنیا بھر میں

احمدیہ

مساعی پر مشتمل تھیں۔ پھر حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ کے حالات پر اور مختلف نشانات پر رنگین سلائیڈز تیار کیں اور چار سلائیڈز پروجیکٹرز بھی مہیا کئے جو مختلف مربیان اپنے دوروں میں استعمال کرتے اور دعوت الی اللہ کا کام خوب چلتا رہا۔ اسی کو دیکھ کر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے بھی پروجیکٹر اور سلائیڈز حاصل کر کے اپنے انسپکٹر مربی برائے دعوۃ الی اللہ کے ذریعہ سلائیڈز لیکچرز میں وسعت پیدا کی۔ حضرت مولانا عبدالمالک صاحب ناظر اصلاح و ارشاد نے سرگودھا کی جامع احمدیہ مسجد میں میرے ایک سلائیڈز لیکچر میں خود کمنٹری فرمائی اور یہ طریق انہیں اتنا مؤثر لگا کہ انہوں نے ربوہ آ کر اپنے دفتر کے لئے ایک پروجیکٹر اور سلائیڈز حاصل کیں اسی طرح نظارت اصلاح و ارشاد مقامی کے انچارج سید احمد علی شاہ صاحب نے بھی اسی طریق سے خوب استفادہ فرمایا بلکہ سلائیڈز لیکچر سے لوگوں کو متاثر ہوتے ہوئے ڈیرہ اسماعیل خاں کے مخالف نہ دیکھ سکے اور محترم شاہ صاحب پر مقدمہ تبلیغ کر دیا جس سے کافی دیر کے بعد جان چھٹی اور سلائیڈ پروجیکٹر عدالت سے واپس ملا۔ ربوہ میں مولانا محمد بشیر صاحب شاد اور مولانا منیر الدین احمد صاحب اور مولانا محمد اعظم اکسیر صاحب نے اس طریق کو دعوت الی اللہ کے لئے مؤثر پا کر اپنے اپنے لئے ذاتی پروجیکٹرز حاصل کئے۔ سلائیڈز ان کو انصار اللہ کی لائبریری سے عاریتاً مل جاتی تھیں الحمدللہ کہ اس اہم اور مؤثر ذریعہ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ارشاد کی تعمیل میں ربع صدی تک نہ صرف استعمال کرنے کا موقعہ ملا بلکہ اس کو دنیا بھر کے ممالک میں رائج کروانے کی توفیق بھی ملی ۔1999ء میں دنیا کے سفر پر نکلتے وقت اپنی سلائیڈز مع پروجیکٹر خلافت لائبریری ربوہ کو بطور تحفہ دے آیا تھا تا دوسرے احباب اس سے استفادہ کر سکیں۔

جب ہمارے پیارے امام حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز صدر مجلس انصار اللہ تھے تو آپ نے اس مؤثر ذریعہ تبلیغ کی شہرت سن کر اپنے دفتر وقف جدید میں مجھے ایک اچھا سیٹ تیار کر کے پروجیکٹر پر دکھانے کا حکم فرمایا، عاجز نے تعمیل ارشاد کی اور آپ کو سیٹ کی سلائیڈز کا تعارف اچھی کروایا۔ جس پر آپ نے فرمایا کہ یہ سب سامان اسی طرح یہاں رہنے دو، میں رات کو

فارغ وقت میں اسے دیکھ کر اس پر کمنٹری ایک ٹیپ ریکارڈ پر بھر دوں گا تا اسے استعمال کرنے میں آسانی ہو۔ پھر اسی ہفتہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے خلافت کی رداء پہنادی اور سلائیڈز پر کمنٹری بھرنے کا کام اگرچہ رہ گیا مگر اللہ تعالیٰ نے اس سے کہیں بہتر میڈیا عطا فرمایا جو MTA کا ہے، جس کے لئے اب آپ روزانہ گھنٹوں وقت دیتے ہیں اور ساری دنیا آپ کو سنتی اور دیکھتی ہے اور اس طرح ہمارے بہت ہی پیارے حضرت محمد مصطفی ﷺ چودہ سو سال پرانی پیش خبریاں بھی پوری ہو رہی ہیں کہ حضرت امام مہدی کے نمائیندے کی آواز کو لوگ سنیں گے اور اسے اپنی

آنکھوں سے دیکھیں گے بھی، چنانچہ ساری دنیا کو ایک ہی پلیٹ فارم سے آپ تعلیم القرآن بھی دیتے ہیں اور اردو زبان بھی سکھا رہے ہیں تا کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب سے خوب استفادہ کر سکے پھر ان کی روحانی صحت کی طرح جسمانی صحت کو بہتر بنانے کے لئے ہیومیو پیتھی کے نایاب نسخے بھی بتا رہے ہیں اور سوال و جواب کی محفلوں کے ذریعہ پیاسی دنیا کی تشنگی دور کرنے کے سامان کر رہے ہیں اور اپنے خطبات جمعہ کے ذریعہ ساری دنیا کو امت واحدہ میں بدل رہے ہیں۔ پس سچ تو یہ ہے کہ

اس قدر مجھ پر ہوئی تیری عنایات و کرم جن کا مشکل ہے تا روز قیامت ہو شمار

تصانیف

اللہ تعالیٰ کے فضل سے خاکسار کو مختلف اوقات میں متعدد کتب لکھنے کی توفیق بھی ملتی رہی ہے، جو محض اسی کے فضل سے مقبول اور مفید ثابت ہوئیں، الحمد للہ۔ ان میں سے چند تصانیف کا مختصر تعارف ذیل میں ہدیۂ قارئین ہے۔

''کامیابی کی راہیں''

ستمبر 1962ء میں عاجز ماریشس سے واپس ربوہ پہنچا تو صدر خدام الاحمدیہ کا ارشاد ملا کہ مانگٹ اونچے ضلع گوجرانوالہ میں اجتماع خدام الاحمدیہ پر جانا ہے خوشی ہوئی کہ اپنے ضلع کی سیر کیساتھ مانگٹ اونچے کی اہم جماعت سے ملاقات بھی ہو جائے گی، جہاں ہم اپنے لڑکپن میں گوجرانوالہ سے سائیکلوں پر جایا کرتے تھے تین

گھنٹے جانے اور تین گھنٹے واپسی پر لگا کرتے تھے، نماز ظہر احمدیہ مسجد میں پڑھتے، مانگٹ میزبانوں کی شفقت سے مستفید ہوکر واپس آجاتے۔ اس اجتماع پر جانے والے ہمسفروں میں حضرت مرزا طاہر احمد صاحب بھی تھے، جن کے ہاتھ میں 2.2 والی بندوق تھی۔ حافظ آباد سے ہم مانگٹ کی طرف پیدل ہی روانہ ہوئے تو میاں صاحب نے اپنی بندوق سے کارنامے دکھائے اور اڑتے ہوئے کبوتروں کو بھی شکار کرلیا۔ سچ ہے

''ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات''۔

یکم نومبر سے نیا سال شروع ہوا تو نئے صدر صاحب نے مہتمم اطفال الاحمدیہ بنا دیا اور کام کا وسیع میدان مل گیا۔ اللہ تعالی نے سری لنکا اور ماریشس میں احمدی بچوں کی تربیت کے لئے جو تجربات سکھائے تھے ان سے کام لیتے ہوئے اطفال کے لئے ایک جامع تعلیمی و تربیتی منصوبہ بنایا جس کے چار درجوں کے لئے ستارہ اطفال، ہلال اطفال، قمر اطفال اور بدر اطفال نام تجویز فرمائے۔ ان کے نصاب اور ہدایات پر مشتمل پمفلٹ شائع ہو گیا۔ مئی 1963ء میں پہلی بار یہ امتحانات ہوئے تو مطالبہ آ گیا کہ نصاب تو بہت عمدہ ہے اس پر مشتمل کتب شائع ہونی چاہئیں تا اطفال ان کی مدد سے امتحانات کی تیاری کرسکیں۔ عاجز تو اپنے آپ کو اس اہم علمی کام کا اہل نہ پاتا تھا اس لئے محترم صدر صاحب کی مدد سے موزوں دوست کی تلاش شروع کی آخر مکرم محمد اسماعیل صاحب پانی پتی جو سلسلہ کے اہم لٹریری عالم تھے اور بچوں کے لئے کئی کتب لکھ چکے تھے ان کے پاس لاہور رام گلی میں حاضر ہوا ان کا گھر کیا تھا ایک اعلیٰ پایہ کا کتاب گھر، جدھر دیکھو کتابوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ عاجز نے ان کی خدمت میں اپنا مدعا بیان کیا۔ آنمحترم نے احمدی بچوں کی خیر خواہی کے لئے اس کام کی تکمیل کا وعدہ فرمایا اور کام شروع بھی کر دیا ابھی چند صفحات ہی لکھے تھے کہ وہ بیمار پڑ گئے اور یہی بیماری ان کی جان لیوا ثابت ہوئی اور ہمارا کام درمیان میں ہی رہ گیا۔ پھر کوشش کی تو کوئی موزوں دوست نہ مل سکا ایک دن صدر صاحب فرمانے لگے کہ ''آپ خود ہی کیوں کوشش نہیں کرتے'' عاجز نے بلا حیل و حجت حامی بھر لی اور جامعہ احمدیہ میں پڑھانے سے جو وقت بچتا اس کو اطفال الاحمدیہ کے تنظیمی کاموں میں صرف کرتا اور پھر جو وقت بچتا اس میں کتب کی تیاری کے سلسلہ میں مواد جمع کرتا رہتا۔ اپنے دوستوں اور مہربانوں مثلاً قریشی محمد اسلم صاحب متعلم جامعہ احمدیہ، مکرم شیخ نور احمد صاحب منیر سے مشورہ اور مدد بھی لیتا رہا

اور میرے مسودے کو خوشخط لکھنے میں عزیزم محمد داؤد صاحب منیر اُس کے دوسرے ساتھی سعید احمد صاحب آف سرحد (طلبہ تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ) نے خوب مدد فرمائی۔ گرمیوں کی موسمی تعطیلات میں قادیان جانے کا موقعہ مل گیا۔ وہاں نماز عصر کے بعد حضرت مولانا عبدالرحمان صاحب فاضل امیر جماعت قادیان دارالضیافت کے صحن میں علمی مجلس لگاتے اس مجلس میں اس مسودہ کو سنانے کا موقعہ ملا۔ احباب کے مشورہ سے مضمون کو بہتر کرنے کا بھی خوب موقعہ ملا۔ رات کو مسودہ لے کر بیت الدعا میں چلا جاتا جہاں اس کی کامیابی کے لئے خوب دعائیں کرتا رہا اور سچ تو یہی ہے کہ انہی دعاؤں نے اس کام کو کامیاب کیا۔ یہ چاروں کتب لاہور کے ایک بہت اچھے پریس کے مالک محمد طفیل صاحب نے طبع کیں اور اس کارنگین کو رہمارے احمدی پریس سن رائز کے مالک شیخ نوید احمد صاحب نے بہت عمدگی سے شائع فرمائے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ اب تک ان کتب کے بہت سے اردو ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

انگریزی اور فرنچ ایڈیشن

مذکورہ بالا کتب کا پہلا انگریزی ایڈیشن مجلس اطفال الاحمدیہ مرکزیہ کی نگرانی میں اپریل 1966ء میں شائع ہوا تھا۔ انگریزی ترجمہ مکرمی برادرم احمد حسن صاحب سوکیہ آف ماریشس اور ان کی بیٹی بہن ہدایت بیگم سوکیہ (صدر لجنہ ماریشس) نے کیا تھا اور نظر ثانی اور پروف ریڈنگ میں عزیزہ ریحانہ بیگم بشارت صاحبہ بنت مولانا عبدالکریم صاحب شرما نے میری مدد فرمائی تھی اور ربوہ سے دوسری مرتبہ ماریشس روانگی سے قبل چند راتیں عاجز کو اس کام کی تکمیل کی خاطر وقف کرنا پڑی تھیں پھر ماریشس جا کر اپنے بھائیوں کی مدد سے فرنچ زبان میں اس کا ترجمہ کروایا جو وہاں کے ایک مسلم پریس میں بہت عمدگی کے ساتھ شائع ہوا، جسے مبلغ آئیوری کوسٹ مکرم قریشی محمد افضل صاحب نے بہت پسند فرمایا اور ان کتب کو افریقن بھائیوں کی تعلیم و تربیت کے لئے خوب استعمال کیا۔ 1987ء میں امریکہ مشن کے انچارج و امیر شیخ مبارک احمد صاحب نے اس کی نظر ثانی کا کام مکرم A.R.Mughal صاحب سے کروا کر بہت عمدگی سے شائع کروایا۔ ان کتب کی مدد سے چاروں امتحانات کا سلسلہ امریکہ میں بھی جاری رہا ہے۔ اب ضرورت ہے کہ موجودہ زمانہ کی تربیتی اور تعلیمی ضروریات کے پیش نظر ان کو مزید up to date بنایا جائے تا اطفال کو قوم کے لیڈر کے طور پر تیار کرنے

میں ممدومعاون ثابت ہوں۔اس حقیر سی کوشش کی اتنے شاندار نتائج دراصل ان دعاؤں کے پھل ہیں جوبیت الدعا قادیان میں ہوئیں اور یہ ثبوت ہے کہ ہمارا خدا زندہ ہے اور وہ ہماری دعائیں سنتا ہے اور قبول فرماتا ہے۔ (الحمدللہ علیٰ ذالک)

یہ سراسر فضل واحسان ہے کہ میں آیا پسند ورنہ درگہ میں تیری کچھ کم نہ تھے خدمت گزار

روس میں انقلابات

یہ کتاب دراصل فضل عمر فاؤنڈیشن کے انعامی مقابلہ مقالہ نویسی کے لئے لکھی گئی تھی،اس کا مسودہ تیار ہوجانے پر عاجز نے اس کی دونقول فضل عمر فاؤنڈیشن کو پیش کیں جس پر فاؤنڈیشن نے اس کو بہترین مقالہ قرار دیااوراس پر مبلغ پانچ ہزارروپے کا گراں قدرانعام عطافرمایا۔اس کے بعد دوستوں کے مشورہ پراسے کتابی شکل میں شائع کیا گیااور پہلی دفعہ 1991ء میں اس کی اشاعت ہوئی۔ پہلاایڈیشن بہت جلدی ختم ہو گیا،جس پر اسکا دوسراایڈیشن بھی 1100 کی تعداد میں شائع ہوا،اوروہ بھی ایک سال کے اندر تقسیم ہو گیا۔ 100 سے زائد کتب مختلف لائبریریوں میں مفت رکھوائی گئیں۔لندن، کینیڈااور جرمنی کے مشنوں نے بھی اس کی افادیت دیکھی اور روس جانے والے واقفین عارضی کو معلومات مہیا کرنے کے لئے یہ کتب منگوائیں۔ روس جانے والے مربیان،طلبہ اور واقفین عارضی نے اس کو بہت مفید پایا۔بعض غیراز جماعت دوستوں نے بھی اسے پسند فرمایااورمزید معلومات حاصل کیں۔ ہفت روزہ ''لاہور'' نے اس پر جامع تبصرہ فرمایااورالفضل ربوہ میں بھی اس کے بعض حصے شائع ہوئے۔مکرم مولانا محمد اعظم اکسیر صاحب کا تحریر شدہ پیش لفظ اس کے مندرجات کی افادیت کا گواہ ہے، یہ کتاب 255 صفحات پر مشتمل ہے اور جلد پر رنگین تصویر ہے اور اندر بھی متعدد تصاویر ہیں۔

اخبارات کا اجراء

کسی قوم کی ترقی میں اخبار کی اہمیت مسلم ہے اسی وجہ سے اخبار الحکم اور البدر کو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دوبازو قرار دیا تھا،جن کے ذریعہ حضورؑ کے ارشادات، ہدایات، اقوال زریں احباب جماعت تک پہنچتے

اوران کے اندر ایمانی حرارت کو تیز تر کرتے اور جماعت اندرونی اور بیرونی محاذوں پر دن دُگنی اور رات چوگنی ترقی کرتی گئی۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بھی فرمایا کہ ''الفضل'' جماعت کی ترقی کے لئے ایک نہر کی حیثیت رکھتا ہے۔اسی لئے جماعتی مخالفت کے دوران جب بھی الفضل پر بندش لگائی گئی تو فوراً متبادل انتظام کے ماتحت کبھی الرحمت کبھی المصلح کے نام سے اخبار جاری ہوتا رہا۔جنرل ضیاء کے مارشل لاء کے دور میں الفضل پر پابندی لگی تو ربوہ سے نکلنے والے ماہناموں خالد، مصباح، انصاراللہ اور تشحیذ الاذہان کے ضمیمے ہر ہفتہ نکلتے اوراحباب جماعت تک ضروری خبریں اور ہدایات پہنچاتے رہے۔انہی معلومات کی وجہ سے اخبار کی ضرورت اوراس کے بیشمار فوائد میرے ذہن میں اوائل سے ہی موجود تھے،اس لئے سری لنکا جاتے ہی میں نے وہاں سے ایک اخبار کے جاری کرنے کے امکانات کا جائزہ لینا شروع کیا تو سیلون جماعت کے پرانے اخبار تھودن (Thoothan) کے پرچے ملے جو کسی زمانہ میں تامل زبان میں جماعت نکالا کرتی تھی اور برادرم عبدالمجید نانا صاحب اس کے واحدورکر ہوا کرتے تھے، جو اپنی جوانی میں اس کے لئے دن رات ایک کر کے اسے کمپوز کرتے پھر پرنٹ کر کے احباب تک پہنچاتے۔یہ نوجوان اب 60/70 سال کے بزرگ تھے۔تجربہ کے علاوہ انہیں اب قرآن مجید کے دلائل اور آیات بھی از بر تھیں اور دعاؤں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی نصرت کے نشان دیکھنے والوں میں سے تھے۔

سری لنکا سے The Messege

احباب جماعت کے اور خصوصا برادرم عبدالمجید صاحب کے مشورہ سے ہم نے اسی پرانے اخبار کو جو کہ 1938ء سے بالکل بند تھا دوبارہ جاری کرنے کا فیصلہ کیا اور اب اس کے ساتھ ساتھ اس کا انگریزی ایڈیشن The Message کے نام سے جاری کرنے کے انتظامات کر لئے گئے (تامل لفظ تھودن کے معنی بھی Message کے ہیں گویا تامل اور انگریزی نام ہم معنی تھے) بھائی عبدالمجید صاحب نے اپنے بعض دوستوں کے تعاون سے اپنا ایک پریس ''اسلامیہ سورین پریس'' جاری کرلیا ہوا تھا۔ہم نے جماعتی اخبار بھی اسی پریس میں طبع کروانا شروع کر دیا۔اخبار میں دیگر مضامین کے علاوہ اہم جماعتی خبریں ''الفضل'' سے ترجمہ

کر کے دی جاتیں۔ جماعتی پروگراموں کے تبلیغی وتربیتی اعلانات اس میں چھپتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت المصلح الموعودؓ کی کتب میں سے اہم اقتباسات کا ترجمہ بھی اس میں شائع ہوتا رہا۔ جس کے لئے کئی احباب کا ہمیں تعاون حاصل تھا لیکن پھر بھی اگر جگہ ہوتی تو بھائی عبدالمجید صاحب فوری طور پر قرآنی آیات کی روشنی میں اسلام اور احمدیت کی صداقت پر کوئی مضمون تیار کر کے شامل کر لیتے اور اس طرح یہ اخبار اپنوں اور غیروں کے لئے دلچسپی کا سامان پیدا کرتا چلا گیا۔ جس دن یہ اخبار نیگومبو کے پریس سے چھپ کر مشن ہاؤس 99 Dreibergs Avenue کولمبو میں آتا تو ہماری شام خوب مصروف گزرتی۔ ایک ہزار تامل اور ایک ہزار انگریزی پرچوں کو پیک کرنے کا کام کافی ہوتا پھر ان پر پتہ جات کی چٹیں لگانا اور بالآخر ڈاک کی ٹکٹ چسپاں کرنے کے کام میں اہلیہ ام کے علاوہ عزیزم محمد داؤد صاحب منیر بھی ہماری مدد کرتے جو اس وقت دو تین سال کے تھے۔

حضرت المصلح الموعودؓ کے کشف کے مطابق ہمیں اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی نصرت کے ذریعہ سیلون کی اہم مقامی زبان سنہالیز میں اسلامی لٹریچر شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائی تو اس خدائی اشارہ پر عمل کرتے ہوئے ہم نے اپنے اخبار "The Message" کا اس اہم زبان سنہالیز میں بھی تیسرا ایڈیشن شائع کرنے کا فیصلہ کیا اس کے پہلے نمبر کے لئے حضرت المصلح الموعودؓ نے اپنے ایک خاص پیغام سے نوازا جو تاریخ احمدیت میں شائع شدہ ہے۔ اس ایڈیشن کا نام بھی Dootiya رکھا اس سنہالیز لفظ کا ترجمہ بھی انگریزی میں The Message ہی ہے۔ اب ہماری جماعت کا ہی واحد اخبار تھا جو سری لنکا کی تینوں اہم زبانوں میں بیک وقت شائع ہوتا تھا اور ہر کس و ناکس کی دینی ضرورت کو اس کی زبان میں پورا کرنے والا تھا اور ہر شخص جو اسلام کے متعلق معلومات اپنی زبان میں حاصل کرنا چاہتا اس کا مددگار و معاون تھا اس کی اہمیت دن بدن بڑھتی گئی اور مختلف علمی اور دینی حلقوں میں اس اخبار کی وجہ سے جماعت کے وقار میں بھی اضافہ ہونا شروع ہو گیا اور مختلف حلقوں کی طرف سے اخبار اور جماعت کو خراج تحسین پیش ہوتا رہا۔ ان کی پیکنگ کے لئے ہمیں کافی محنت کرنی پڑتی تھی کیونکہ بعض لوگوں کا مطالبہ تھا کہ انہیں تینوں ایڈیشن بھجوائے جائیں، بعض کو دو

ایڈیشن ،بعض کو صرف ایک ۔ بہرحال اس کا فائدہ یہ تھا کہ ہماری آواز اس کے خریداروں تک ماہ بماہ باقاعدگی سے پہنچتی اور آہستہ آہستہ مستقل تبلیغ کے نتیجہ میں بعض دوست جماعت میں شامل ہوتے گئے۔ جہاں اب احمدیہ مساجد بھی بن چکی ہیں اور پھر اس کی وجہ سے جماعت کو آمد بھی ہوتی تھی اور جو دوست خرچ کر کے اسے منگواتے تھے وہ اس سے استفادہ بھی کرتے تھے۔

East African Times

سری لنکا میں سات سال گزار کر جب ربوہ پہنچا تو اگلے سال مشرقی افریقہ (جو اس وقت کینیا، ٹانگانیکا، یوگنڈا پر مشتمل تھا) پہنچا وہاں سے دو اخبار نکلتے تھے۔ ایک سواحیلی زبان میں ''ماپن زیا منگو'' کے نام سے اور دوسرا انگریزی میں East African Times وہاں جا کر میں نے ان سے استفادہ کا پروگرام بنایا اور اپنے علاقہ میں سینکڑوں خریدار پیدا کر لئے جن سے میرا مستقل رابطہ ہو گیا ایک مرتبہ نیروبی (ہیڈ کوارٹر) سے واپس ٹبورا اپنے مشن ہاؤس میں براستہ کسوموں آ رہا تھا تو مکرمی شیخ مبارک احمد صاحب رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ نے ارشاد فرمایا کہ واپسی پر کسموں میں کچھ قیام کر کے حافظ محمد سلیمان صاحب کی مدد کروں اور ان کے علاقہ میں اخباروں کے خریداروں میں اضافہ کروں چنانچہ تین چار دن ہم نے وہاں لگائے اور 100 سے زیادہ خریدار بنوا کر دیئے۔ ہماری جماعت کا نام اور کام وہاں اتنی شہرت رکھتا تھا کہ جس کے پاس بھی گئے اور جسے بھی تحریک کی اس نے اخباروں کی خریداری قبول فرمائی اور فوراً ایک سال کا چندہ بھی ادا کر دیا۔ یہی تجربہ میرا ہر جگہ رہا ہے کہ خدا کے کام کے لئے نیک نیت سے دعائیں کرتے ہوئے جائیں تو اللہ تعالیٰ ہر جگہ سلطان نصیر بن جاتا ہے اور یہ خلافت کی اُس برکت کا نتیجہ ہی ہے جو 1951ء میں مجھے حضرت المصلح الموعودؓ کے ذریعہ ملی۔

فرنچ اخبار Le Message

ماریشس میں احمدیہ جماعت ماشاء اللہ بہت مضبوط اور پڑھے لکھے لوگوں پر مشتمل ہے جو اب ترقیات کی مزید منازل تیزی سے طے کر رہی ہے۔ وہاں جماعتی لٹریچر تو فرانسیسی زبان میں کچھ چھپتا رہتا تھا مگر ابھی

کوئی جماعتی اخبار شروع نہیں ہوا تھا اس لئے دوستوں سے مشورہ کے بعد فیصلہ ہوا کہ 20 فروری 1961 سے یوم مصلح موعودؓ کے بابرکت دن سے جماعت کا ایک اخبار شروع کیا جائے جس کو پیشگوئی مصلح موعود کی مناسبت سے سبز روشنائی سے شائع کیا جائے اور اس میں پیشگوئی مصلح موعودؓ کا تفصیلی ذکر بھی ہو۔ چنانچہ بھائی احمد حسن سوکیہ اور دیگر پڑھے لکھے لوگوں کے تعاون سے اخبار کا پہلا شمارہ 20 فروری کو احباب میں تقسیم ہوا، حسن اتفاق کہئے اس اخبار کا نام بھی دوستوں نے Le Message پسند فرمایا تو سری لنکا والے The Message کا یہ فرنچ ایڈیشن بن گیا۔ اس زبان میں جماعت کا یہ پہلا اخبار تھا جو فرانسیسی زبان میں شائع ہوا اور فرنچ بولنے والے ملکوں کے باشندوں کی خدمت کرنے لگا اور اس کے ذریعہ احمدیوں کے علاوہ غیروں سے بھی ہمارا مستقل رابطہ ہونا شروع ہو گیا۔

اس اخبار کا ہر سال ہم ایک خاص باتصویر نمبر بھی نکالتے جس کے لئے ہمیں بہت محنت کرنی پڑتی کیونکہ یہ چار صفحوں کی بجائے 50/60 صفحوں پر مشتمل ہوتا اس کے لئے موزوں مضامین کا انتخاب اور تیاری کافی وقت لیتی پھر اس کے لئے تصاویر کا انتخاب بھی خوب جانچ پڑتال کے بعد کرنا پڑتا، تا ماریشس کے علاوہ دوسرے ملکوں میں بھی یہ مقبول ہو سکے۔ اس سلسلہ کا پہلا نمبر ''قرآن نمبر'' بہت عمدہ Get up کے ساتھ شائع ہوا جس کے لئے دنیا کے تمام مشنوں سے مضامین، خبریں اور فوٹوز حاصل کرنے کے لئے ہماری لجنہ کی صدر محترمہ ہدایت بیگم صاحبہ سوکیہ نے خط و کتابت میں خوب مدد کی اور ان کی محنت کا یہ پھل تھا کہ یہ رسالہ بہت ہی علمی معیار کا بن گیا اور دنیا بھر کے مشنوں کی قرآن مجید کے بارہ میں مساعی کا خلاصہ اس میں آ گیا اور جماعت احمدیہ کے عشق قرآن کا یہ ایک مرقع تھا جو ہر جگہ پسند کیا گیا۔ آرٹ پیپر پر اس کی طباعت ہوئی تصاویر ہر صفحہ پر تھیں جن کی وجہ سے اسکا خرچ بھی بہت بڑھ گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا ہمارے دو تین دوستوں نے بازار میں گھوم پھر کر مختلف فرموں سے اس کے لئے اشتہارات حاصل کئے جن سے پریس اور کاغذ کے بل ادا ہو گئے گویا مشن کو یہ رسالہ مفت میں مل گیا جس کو بکثرت لائبریریوں میں مفت بھجوایا گیا اور فروخت سے مشن کو کچھ آمد بھی ہو گئی۔ اگلے سال اس کا ''خدام نمبر'' نکالا گیا اور اس سے اگلے سال لجنہ نے اس کا ''مصباح نمبر'' نکالا گیا یہ رسالے بھی معیاری اور باتصویر تھے اور ان کے لئے خدام

اور ممبرات لجنہ نے دن رات کام کیا اور اپنی ذیلی تنظیموں کو بھی عوام میں متعارف کروا دیا۔ تعلیمی اور تبلیغی مضامین نے تو اپنا کام غیروں میں کرنا ہی تھا جس کی وجہ سے جماعت احمدیہ کی ساکھ حکومت اور عوام کی نظروں میں بڑھتی گئی اور اخباری حلقوں نے بھی ان رسالوں کی وجہ سے ہمارے اخبار کو سراہا۔ الحمدللہ علیٰ ذلک۔

African Crescent

ماریشس کے بعد سیرالیون (مغربی افریقہ) میں بھی وہاں کے پرانے اخبار African Crescent کو زندہ کرنے اور ہر ماہ باقاعدگی سے شائع کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور عوام وخواص میں اسے مقبول بنا دیا۔ 1976ء کے جلسہ سالانہ پر اس اخبار کا خاص نمبر باتصویر نکالا گیا جسے اپنوں اور غیروں نے بہت پسند کیا۔ اس طرح سے قرآنی پیشگوئی و اذا الصحف نشرت کو ہر جگہ پورا کرنے کا موقع ملتا رہا جس سے احمدیت کا نہ صرف پیغام ہر کس و ناکس تک پہنچتا رہا بلکہ احمدیت کا اخبار کی وجہ سے ایک رعب قائم ہو جاتا رہا جس کا مقابلہ کرنا کسی کے بس کی بات نہ ہوتی اور ہماری یہ ذمہ داری بھی پوری ہو جاتی رہی کہ

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج جس کی فطرت نیک ہے آئے گا وہ انجام کار

ایڈیشنل ناظر اصلاح ارشاد (تعلیم القرآن و وقف عارضی)

1994ء کے جلسہ سالانہ انگلستان کے بعد ایڈیشنل نظارت اصلاح و ارشاد (تعلیم القرآن + وقف عارضی) میں میری ڈیوٹی لگی تھی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے دفتر کی طرف گیا اور رَب اَدخلنی مُدخَل صِدق و اَخرِجنی مُخرَجَ صِدقٍ وَ اجعَل لِی مِن لَدُنکَ سُلطاناً نَصیرا پڑھتے ہوئے اندر داخل ہوا۔ چھوٹا سا کمرہ میرا تھا اور ساتھ والے بڑے کمرہ میں مختصر سٹاف ایک کلرک کے علاوہ ایک واقف عارضی مربی سلسلہ اور ایک مددگار کارکن۔ سب سے پہلے تو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں دعا کا خط لکھا اور اس طریق پر متواتر عمل کرتا رہا یہاں تک کہ بعض مشکل مرحلوں پر یہ خط روزانہ لکھتا اور غیر معمولی نتائج دیکھتا۔

واقفین عارضی کا ٹارگٹ

پہلے بھی ایک دفعہ مکرمی چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ امریکہ ولنڈن گئے تھے تو ان کی جگہ قائمقامی کرنے کا موقع ملا تھا۔ ان چار ماہ میں وقف عارضی کی مہم کو تیز کرنے کی کوشش کو اللہ تعالیٰ نے پھل لگا دیا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ پانچ ہزار واقفین عارضی کا کوٹہ پورا ہو گیا تھا۔ الحمدللہ۔

اب چارج لیتے ہی عاجز نے پھر اس سعی کو تیز کیا اور اللہ تعالیٰ نے اگلے سال پھر اس کوٹہ کو پورا کر کے اس میں اضافہ کی توفیق دے دی اور ساتھ ہی ساتھ کوشش کی کہ واقفین عارضی کے کام کا معیار بھی بہتر ہو، اس کے لئے ان کی تعلیم و تربیت اور تیاری کے لئے کئی پروگرام شروع کئے۔

مرکز میں قرآن کلاسیں

اس نظارت کے ماتحت حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ارشاد پر موسمی تعطیلات میں ”فضل عمر درس القرآن کلاس“ ہر سال ہوا کرتی تھی جس میں قرآن مجید، حدیث، کلام، عربی بول چال کے مضامین پڑھائے جاتے تھے اور سکولوں کالجوں میں رخصتوں کی وجہ سے طلبہ اور طالبات بکثرت شامل ہوتے تھے یہاں تک ان کی تعداد 2000 تک پہنچ گئی تھی۔ کلاس کے بعد باقاعدہ امتحان ہوتا جس کے لئے ایک دفعہ مکرمی میر داؤد احمد صاحب

حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

جنہوں نے قرآنی انوار کی اشاعت کے لئے نظارت تعلیم القرآن قائم فرمائی

نگران تھے تو مولانا عبد المالک صاحب اور مجھے بھی ان کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا تھا۔ مولانا ابو العطاء صاحب پہلے ناظر تعلیم القرآن کے زمانہ میں یہ کلاس پورے جوبن پر ہوتی تھی مگر 1984ء کے ظالمانہ آرڈیننس کے نفاذ پر یہ کلاس بھی دوسرے مرکزی جلسوں کی طرح بند ہو گئی تھی۔ دوستوں کے مشورہ پر اس کلاس کے اجراء کا پروگرام بنایا۔ لاؤڈ سپیکر کی سہولت سے استفادہ نہ کر سکنے کی وجہ سے کلاس میں 200 طلبہ وطالبات کا پروگرام رکھا اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں اجازت کے لئے لکھا تو جواب ملا کہ بڑی کلاسوں کا فائدہ کم ہوتا ہے اس لئے کلاس چھوٹی رکھیں اور نصاب اتنا جس پر طلبہ عبور حاصل کر کے آگے پڑھا سکیں چنانچہ اس کے مطابق نیا پروگرام بنایا گیا اور 50 طلبہ وطالبات کی کلاس 20 یوم

کے لئے شروع کی نصاب میں پہلا پارہ رکھا۔

☆ پہلے پیریڈ میں اسے سادہ ترتیل کے ساتھ پڑھانے کی مشق کروائی جاتی ،مکرم حافظ محمد ابراہیم صاحب نے اس کے لئے بہت تعاون فرمایا۔ بعد میں مکرم قاری محمد صدیق صاحب کی ڈیوٹی لگوائی۔

☆ دوسرے پیریڈ میں قرآن مجید کا سادہ لفظی ترجمہ پڑھایا جاتا جس میں مختلف اساتذہ تعاون فرماتے رہے۔مثلاً مولانا منیر الدین احمد صاحب، سید محمد رفیق شاہ صاحب۔

☆ تیسرے پیریڈ میں قرآنی عربی اسباق پڑھائے جاتے تا ترجمہ کرنے کے لئے ضروری عربی گرائمر سے طلبہ کو شد بدھ ہوجائے اور عاجز کے علاوہ اور دوست بھی اس کی مشق کرواتے رہے۔

☆ چوتھے پیریڈ میں اسی رکوع کے چند تفسیری نکات بتائے جاتے اس میں مکرمی منصور احمد عمر صاحب اور دیگر احباب تعاون فرماتے رہے۔درمیان میں سوال و جواب یا کسی معلوماتی لیکچر کا وقت بھی رکھا جاتا، جس سے تھوڑا سا پڑھنے پڑھانے میں تبدیلی آ جاتی اور توجہ بھی پیدا ہوجاتی۔

یہ کلاس ہم نے ہر ماہ 20 دن کے لئے چلائی، اسمیں شرکت کے لئے مختلف اضلاع کے نمائندے آتے رہے اور جو کمی ہوتی وہ ربوہ سے پوری ہوجاتی۔آخر میں امتحان بھی لیا جاتا اور سندات بھی دی جاتی رہیں اوّل دوم اور سوم آنے والوں کو انعامی کتب دی جاتی تھیں۔پہلی کلاس کے طلبہ و طالبات میں بہت جوش اور جذبہ تھا انہوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور انہیں قرآن مجید سیکھنے کی چاٹ لگ گئی، انہوں نے نظارت اشاعت سے تفسیریں اور کتب خرید کر مطالعہ کرنی شروع کر دیں ۔ دوسرے سال دوسرا پارہ نصاب میں رکھا گیا اور طلبہ کو پہلا پارہ اپنے طور پر پڑھنے کے لئے کہا جاتا اور تیسرے سال تیسرا پارہ نصاب میں رکھا گیا۔انصار اللہ مقامی نے اپنا ہال اس غرض کے لئے وقف کر رکھا تھا، اس طرح سے ہر کوئی قرآن کریم کی محبت میں سرشار تھا ۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں　　　قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

قرآنی علوم ومعارف کو پھیلانے کے لئے بزم قرآن کے زیر انتظام ماہانہ لیکچرز کا بھی انتظام کیا گیا۔
پہلا لیکچر قادیان کے ناظر دعوۃ و تبلیغ مولانا محمد انعام صاحب غوری کا صدر عمومی ربوہ کے لیکچر ہال میں زیر صدارت مکرم مولانا سلطان محمود صاحب سابق ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ ہوا۔ اختتامی دعا کے بعد حاضرین کی چائے اور مٹھائی سے تواضع مکرم صدر صاحب عمومی (کرنل ایاز محمود صاحب) نے فرمائی۔ بزم قرآن کے تحت ایک لیکچر ''حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا عشق قرآن''، مکرمی محمود مجیب اصغر صاحب امیر ضلع مظفر گڑھ نے دیا جو MTA پر کئی بار نشر ہوا۔ ''قرآن مجید'' کے عنوان پر ایک دلچسپ مشاعرہ مکرمی مولانا نسیم سیفی صاحب مدیر الفضل کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ جس میں شعرائے کرام نے صرف قرآن مجید کے فضائل پر اپنا کلام سنایا اور سبھی نے اس طرز کے مشاعرہ کو مفید قرار دیا اور صدر مجلس تو بہت ہی خوش ہوئے کہ یہ ایک بامقصد مشاعرہ تھا، یہ مشاعرہ بھی MTA کے ذریعہ ساری دنیائے احمدیت نے دیکھا اور سنا۔

اسی بزم قرآن کے ماتحت مولانا منیر احمد بسمل صاحب انچارج سمعی وبصری کے مشورہ پر ہم نے آٹھ دس مذاکرے ریکارڈ کروائے جن کے عنوان مختلف تھے۔ مثلاً

☆ قرآن مجید کا نزول
☆ آنحضرت ﷺ اور اشاعت قرآن
☆ خلفائے راشدین کی خدمت قرآن
☆ حضرت مسیح موعودؑ کا عشق قرآن
☆ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا عشق قرآن
☆ حضرت المصلح الموعود اور اشاعت قرآن
☆ حضرت خلیفۃ ثالث اور خدمت قرآن
☆ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ اور تحریک قرآن

الحمد للہ کہ MTA کے ذریعہ ساری دنیا ان سے مستفید ہوتی چلی آرہی ہے۔ ان مذاکرات میں حصہ لینے والوں میں مکرمی مولانا محمد اعظم اکسیر صاحب مکرمی محمود مجیب اصغر صاحب، مکرمی جمیل الرحمان صاحب رفیق، مکرمی عبدالباسط صاحب شاہد اور عاجز محمد اسماعیل منیر شامل تھے۔

بچوں کا دلچسپ پروگرام بھی MTA پر پیش کیا گیا، جس میں ننھے اطفال نے قرآن مجید پر تقریریں کیں اس پروگرام کی تیاری پر مکرمی ظفر اللہ صاحب مربی معاون نظارت کو کافی محنت کرنی پڑی اور مکرمی عطاء الرحمان صاحب محمود نے بھی مثالی تعاون فرمایا اور ان مواقع پر بہت سے بینرز مکرمی محمد رفیع صاحب ناصر (

آف ناصر دواخانہ) نے تیار کروا کر دیئے تھے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ اس مساعی کی بھی غرض یہی تھی۔ ؎

اک کرم کر پھیر دے لوگوں کو فرقان کی طرف نیز دے توفیق تا وہ کچھ کریں سوچ و بچار

سیکرٹریان تعلیم القرآن کے اجلاس

حسب فیصلہ شوریٰ تمام جماعتوں میں سیکرٹریان تعلیم القرآن مقرر کروائے پھر ضلعی مجلس عاملہ میں ضلعی سیکرٹری کا تقرر بھی کروایا۔ مرکز میں ہر سال دو مرتبہ ضلعی سیکرٹریان تعلیم القرآن کے اجلاس منعقد کروانے شروع کئے۔ اہم اجلاس تو ہر سال اکتوبر کی آخری اتوار کو ہوتا رہا، جس میں اضلاع کی مساعی کی رپورٹیں سن کر اگلے سال کے لئے پروگرام طے کیا جاتا۔ اس پر عمل درآمد کی یاددہانی کے طور پر مجلس مشاورت کے موقع پر بھی سیکرٹریان اضلاع برائے تعلیم القرآن کا اجلاس منعقد کروایا جاتا رہا، ان دونوں اجلاسوں میں حاضری بہت ہی خوشکن ہوتی اور اس کے شاندار عملی نتائج نکلنے شروع ہو گئے۔ ان کی کارروائی طبع کروا کر سب جماعتوں کو بھجوائی جاتی رہی۔ مقامی جماعتوں کے سیکرٹریان تعلیم القرآن کے اجلاس دوروں کے دوران کروائے جاتے رہے۔ جس سے ہمارے پروگرام ہر جماعت کے افراد تک پہنچتے اور ان پر عمل درآمد کی رپورٹیں ملنی شروع ہو گئیں۔

قرآنی عشرہ

تعلیم القرآن کے پروگراموں سے احباب جماعت کو آگاہ کرنے اور عملی طور پر قرآنی کلاسیں شروع کرنے کے لئے ہر سال ایک عشرہ قرآن عظیم منانا شروع کیا اور بین الجماعتی مسابقت کی روح پیدا کرنے کے لئے اوّل دوئم اور سوئم رہنے والوں کو انعامات دینے شروع کئے۔ پہلے عشرہ کی رپورٹوں کے مطابق اوّل کوئٹہ دوم پشاور اور سوم واہ کینٹ جماعتیں رہیں، چنانچہ ان کو سالانہ اجلاس سیکرٹریان تعلیم القرآن میں انعامات دیئے گئے جو برادرم محمد رفیع صاحب ناصر (ناصر دواخانہ) نے مہیا کئے تھے۔ عشرہ کا مکمل پروگرام شائع کر کے پیش از وقت جماعتوں کو بھجوا دیا جاتا پھر شوریٰ کے موقع پر زبانی اور تحریری بھی اس کی یاددہانی کروائی جاتی تھی جس کے نتائج بھی بہت خوسگوار نکلے۔ بچوں اور بڑوں بلکہ عورتوں میں بھی مسابقت کی روح اور ولولہ پیدا ہو گیا۔ واہ کی جماعت نے تو اس عشرہ کو خصوصی طور پر منایا اور ایک قرآنی نمائش کا اہتمام بھی کیا

۔وہاں مولانا ملک منصور عمر صاحب کی مساعی قابل قدر تھی۔

قرآنی سیمینار

ہر سال ضلعوں کو ایک ''قرآنی سیمینار'' منانے کا پروگرام دیا گیا تا ضلع کے عہدیداران مل کر اس پروگرام میں شامل ہوں اور اپنی جماعتوں میں قرآنی پروگراموں کو آگے بڑھانے میں کوشاں ہوں چنانچہ بہترین سیمینار مکرم برادرم عطا محمد صاحب سیکرٹری تعلیم القرآن ضلع گوجرانوالہ نے 1997ء اور پھر 1998ء میں منعقد کئے جس کے نتیجہ میں ان کے ضلع میں تعلیم القرآن کی مساعی میں زبردست بیداری پیدا ہوئی۔اس سیمیناروں کا واحد مقصد یہی تھا ؎

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے   اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

اجتماعی تقریب آمین

جرمنی اور لنڈن میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے قرآن مجید مکمل کرنے والے بچوں اور بچیوں کی اجتماعی آمین کروائی اور ان سے قرآن مجید سنا اور ان کے لئے اجتماعی دعا کروائی۔اسی طریق کو اپنانے کے لئے ہم نے پاکستان میں یہ تحریک جاری کی اور بہترین تقریب کراچی جماعت نے 1998ء میں منعقد کی،جس میں قرآن مجید کا دور مکمل کرنے والے 200 بچوں اور بچیوں نے حصہ لیا اور ان کے ساتھ انکے والدین بھی اس پروگرام میں شامل ہوئے۔گیسٹ ہاؤس کراچی میں چار سو بچوں اور بڑوں کا دو تین دن کے نوٹس پر جمع ہونا ناممکن سمجھا جاتا تھا۔محترم امیر صاحب کراچی مکرم مودود احمد خان صاحب نے دعا سے اس تقریب کا افتتاح فرمایا اور پھر ہماری بہن لبنیٰ صاحبہ سیکرٹری تعلیم القرآن اور محترمہ امۃ الباری صاحبہ نے پروگرام کو بہت شاندار طریق سے چلایا۔آخر میں سب بچوں کو قرآنی پارہ اوّل باترجمہ عاجز نے بطور انعام پیش کیا۔پھر بچوں اور بڑوں کی ماکولات ومشروبات سے تواضع بھی کی گئی۔یہ مجلس اتنی خوشی کی تھی کہ سبھی حاضرین کے منہ پر تھا کہ''آج قرآن کا موسم بہار ہے''۔

دورے

کسی بھی پروگرام کو عمدگی سے چلانے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ دورے کر کے عہدیداران اور احباب سے رابطہ کیا جائے، ان کی گذشتہ مساعی کا جائزہ لے کر نئے پروگرام سے ان کو آگاہ ہی نہیں بلکہ ان پر عمل کرنے کے آسان ذرائع بھی بتائے جائیں۔ چنانچہ شروع سے ہی عاجز نے تمام ضلعی ہیڈ کوارٹرز کے دورے ایک منظم پروگرام کے تحت شروع کئے۔ ربوہ کے بعد سب سے زیادہ احمدی لاہور میں رہتے ہیں وہ تین چار گھنٹے کے سفر کی مسافت پر ہے، اس لئے ربوہ کے بعد سب سے زیادہ دورے لاہور کے ہوئے۔ وہاں 5/6 دنوں میں روزانہ تین چار پروگرام ہوتے۔ مثلاً سیکرٹریان تعلیم القرآن حلقہ جات کا اجلاس، قریبی اضلاع کے سیکرٹریان کا اجلاس، حلقوں میں نماز فجر کے بعد قرآن کلاسیں جس میں مرد اور عورتیں شامل ہوتیں۔ عصر کے بعد لجنہ کی عہدیدارات کی قرآن کلاسیں۔ مغرب کے بعد احباب جماعت کی قرآنی کلاسیں اور مشاورتی اجلاس۔ اس پر لاہور والوں نے برملا اظہار فرمایا کہ ناظر صاحب نے ہمارے سیکرٹری تعلیم القرآن مکرمی محمود احمد قریشی صاحب کو زندہ کر دیا ہے۔ انہوں نے میرے ہر دورہ پر اپنے آپ کو تعلیم القرآن پروگراموں کیلئے وقف رکھا۔ جزاھم اللہ خیرا۔

لاہور کے بعد کراچی میں سب سے زیادہ احمدی آباد ہیں، اس لئے ہر سال کراچی کا ایک دورہ تو ضرور کیا جاتا جس میں سندھ کے سیکرٹریان تعلیم القران کا اجلاس، مقامی سیکرٹریان تعلیم القرآن کے اجلاس خطبات جمعہ میں تحریک قرآن۔ حلقہ جات میں تعلیم القرآن کلاسیں اور مشاورتی کمیٹی کے اجلاس لجنہ کی تعلیم القرآن کلاس جو خصوصی طور پر احمدیہ ہال میں ہوتی اور جس میں سارے شہر کی عہدیدار خواتین اور طالبات جمع ہوتیں اور اس طرح کراچی کے احمدیوں میں قرآنی ذوق وشوق بیدار ہوا، اس میں محترمی چوہدری احمد مختار صاحب مرحوم سابق امیر جماعت احمدیہ کراچی پھر ان کی وفات کے بعد مکرم مودود احمد خان صاحب نے خوب تعاون فرمایا اور سیکرٹری تعلیم القرآن مکرمی حضرت اللہ پاشا صاحب ایڈیشنل سیکرٹری تعلیم القرآن، مکرم اشفاق صاحب تو دن رات میرے معاون ہوتے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ کراچی کے امیر صاحب اور ایڈیشنل سیکرٹری مکرم اشفاق صاحب کے تعاون سے سندھ کی بڑی بڑی جماعتوں کے دورے ان سے بھی کروائے اور دو دورے عاجز نے بھی کئے۔ حیدر آباد، میر پور خاص، بشیر آباد، بدین، کنری، محمد

آباد، محمود آباد، ناصر آباد اور مٹھی نگر پار کر کے دورے کرنے کی توفیق خدا تعالیٰ نے دی۔ دوسرے دورہ میں محترمی میاں مسرور احمد ناظر اعلیٰ کی ہدایت پر زیادہ وقت دیہاتی جماعتوں کو دیا۔ ناصر آباد کی شاندار نئی مسجد دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی یہ واقعی حضرت المصلح الموعودؓ کے بلند تخیل کا عملی اظہار ہے، جو آپ کے بچوں کے ذریعہ پایہ تکمیل کو پہنچا ہے۔

مٹھی میں وقف جدید کے سنٹر، مسجد اور معلمین اور نائب ناظم صاحب کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اس دورہ کے سلسلہ میں مکرمی عبدالمنان صاحب امیر میرپور نے خصوصی تعاون فرمایا، الحمدللہ۔ آزاد کشمیر میں ضلع کوٹلی اور اس کے احمدی دیہات اور میرپور اور اس کے قریبی احمدیہ جماعتوں میں بھی جانے کا موقع ملا جو مکرمی بشیر احمد صاحب امیر کوٹلی اور مکرمی امیر صاحب میرپور کے تعاون سے ممکن ہوا۔

راولپنڈی کا جب بھی دورہ ہوتا تو ساتھ ہی اسلام آباد، پنڈ بیگوال، واہ، اٹک، نوشہرہ، پشاور کو بھی پروگرام میں شامل کر لیا جاتا اور جاتے ہوئے خوشاب دوالمیال اور چکوال میں اجلاس کر لیتے اور واپسی پر گوجرخاں، جہلم، کھاریاں اور منڈی بہاؤالدین (شاہ تاج شوگر ملز) میں اجلاس اور کلاسیں ہوتیں، جن میں مردوں کے علاوہ عورتیں بھی حصہ لیتی۔ ملتان میں ہم نے 8 اضلاع کے نمائندگان کا اجلاس بلایا جو سارا دن بڑی دلچسپی سے جاری رہا اور ان کے فیصلہ کے مطابق ایک 8 روزہ تربیتی قرآن کلاس جاری کی جس سے مقامی احباب کے علاوہ نمائندگان اضلاع نے بھی خوب فائدہ اُٹھایا۔ ملتان کے دورہ کے ساتھ ہی مظفر گڑھ، ڈیرہ غازی خاں، تونسہ، راجن پور کے دورے بھی شامل کر لئے جاتے اور دوسری طرف بہاولپور، لودھراں، رحیم یار خاں اور خانیوال بھی شامل ہوتے رہتے۔ فیصل آباد کے حلقہ جات میں بھی جانے کا موقعہ ملتا رہا جہاں ممبرات لجنہ نے خوب تعاون فرمایا۔ نارووال، سیالکوٹ، گوجرانوالہ اور حافظ آباد کے ضلعوں کا بھی ایک ہی سفر میں پروگرام بن جاتا رہا۔ کوئٹہ (صوبہ بلوچستان) الگ لائن پر کافی دور ہونے کی وجہ سے عام دورہ جات میں شامل کرنا مشکل تھا تاہم اس کا بھی سال میں ایک دورہ ضرور کیا جاتا رہا، جہاں مرکزی نئی مسجد بن گئی ہے جو بہت خوبصورت اور بڑی کشادہ ہے۔ اس میں مرکزی اجلاس ہوجاتے اور کلاسیں بھی اور ساتھ ہی حلقہ جات میں کلاسیں اور قرآنی مشاورتی کمیٹیوں کے اجلاس ہوجاتے۔ وہاں کے خصوصی معلم نے بہت کام کیا

اور بچوں کے علاوہ ناصرات اور ممبرات لجنہ میں قرآن مجید ترتیل کے ساتھ پڑھنے اور ترجمہ سیکھنے کا ذوق پیدا کر دیا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

لجنہ اماء اللہ ربوہ کی مساعی

واقفین عارضی کے ٹارگٹ کو پورا کرنے میں ربوہ کی مقامی لجنہ نے سیدہ طاہرہ صدیقہ صاحبہ کی راہنمائی میں خوب تعاون فرمایا ان کے لئے نئے فارم طبع کروا دیئے، جن پر حلقہ وار ماہانہ رپورٹ ہمیں آ جاتی پھر ہر محلہ میں واقفات عارضی کے لئے تعلیم القرآن مراکز بنا دیئے گئے۔ تا پڑھنے اور پڑھانے میں باقاعدگی پیدا ہو جائے اور ان واقفات کی تعلیم القرآن کی تربیت کے لئے ربوہ کے مختلف حلقوں میں ہم نے نظارت کے زیر انتظام چند کلاسیں جاری کیں۔ جن میں طالبات کو ایک پارہ ترتیل، ترجمہ اور گرائمر کے ساتھ پڑھا دیا، جس کو بخوبی انہوں نے آگے جاری کیا اس طرح ربوہ بھر میں تعلیم القران کے تین چار سو مراکز کھل گئے۔ محترم صدر صاحب عمومی (کرنل ایاز محمود صاحب) کی راہنمائی میں جملہ مساجد ربوہ میں بھی بچوں کے لئے ترتیل القرآن کلاسیں ہر سال جاری ہونے کی وجہ سے ربوہ میں ترتیل القرآن کا معیار ماشاء اللہ کافی بہتر ہو گیا۔ صدر صاحب عمومی کی مدد استاذ الجامعہ مکرمی حافظ برھان احمد صاحب اور اُن کے ساتھیوں نے خوب کی، جن کے نئے قاعدہ ترتیل القرآن نے بھی صحت کے ساتھ تلاوت کرنے کا شعور پیدا کیا جو یسرنا القران قاعدہ کا ممد اور معاون ثابت ہوا۔ یسرنا القرآن اور ترتیل القرآن کی کلاسیں MTA پر بھی باقاعدگی سے آتی رہیں، جن سے انفرادی رنگ میں احمدیوں نے خوب استفادہ کیا۔ اسیطر ح حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تحریک کہ احمدی صحت تلفظ کے ساتھ قرآن مجید کی روزانہ تلاوت کریں اور حتی المقدور اس کا ترجمہ سمجھیں، پر ہر رنگ میں احمدی مردوں، عورتوں اور بچوں نے عمل کرتے ہوئے قرآنی علم کا معیار بلند کیا۔ تعلیم القرآن کے لئے عاجز نے اپنے آپ کو بعض خوابوں کی بناء پر ہمہ تن وقف کر دیا تھا۔ اُن میں سے عاجز نے ایک مسجد مبارک ربوہ میں اعتکاف کے دوران دیکھی تھی کہ عاجز حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وطن بھیرہ گیا ہوا ہے اور وہاں سے تازہ اور بُھنی ہوئی مچھلی لایا ہے۔ انہی خوابوں کی عملی تعبیر کے لئے عاجز نے عاشق قرآن حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے مختلف کاموں کی

تلاش کی، جو آپ نے تعلیم القرآن کے سلسلہ میں عمر بھر جاری رکھے اور اُن کو نئے حالات ، ہدایات ، اور ضروریات کے مطابق رائج کرنے کی سعی کی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت اقدس کی اس دعا کا مورد بنائے ؎

قرآں کتاب رحماں سکھائے راہ عرفاں　　اس کے جو پڑھنے والے اُن پر خدا کے فیضاں

"سیروا فی الارض" کی تعمیل میں

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں "کبھی سفر عجائبات دنیا دیکھنے کے لئے بھی ہوتا ہے، جس کی طرف آیت کریمہ قل سیروا فی الارض اشارہ فرما رہی ہے اور کبھی سفر صادقین کی صحبت میں رہنے کی غرض سے جس کی طرف آیت کریمہ یایھاالذین آمنوا اتقوا اللّٰہ و کونوا مع الصادقین (توبہ119 :) ہدایت فرماتی ہے اور کبھی سفر عیادت کے لئے بلکہ اتباع اخیار کے لئے بھی ہوتا ہے اور کبھی کسی بیمار یا تیماردار علاج کرانے کی غرض سے سفر کرتا اور کبھی کسی مقدمہ عدالت یا تجارت وغیرہ کے لئے بھی سفر کیا جاتا ہے اور یہ تمام قسم سفر کی قران کریم اور احادیث نبویہ کی روشنی سے جائز ہے۔ (آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 307)

مجھے پہلی مرتبہ 1938 میں گوجرانوالہ سے قادیان جلسہ سالانہ سننے کے لئے سفر کرنے کا موقع ملا، اس کے بعد حصول علم کی خاطر 1944ء میں وقف کر کے قادیان پہنچا اور تعلیم مکمل کرنے کے بعد حضرت المصلح الموعودؓ کے ارشاد کی تعمیل میں اشاعت اسلام کے لئے سری لنکا، مشرقی افریقہ اور ماریشس کے سفر کئے۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے حکم پر مغربی افریقہ (نائجیریا، غانا، لائبیریا، گیمبیا اور سیرالیون) اور ماریشس کا دوسری مرتبہ سفر تبلیغ اسلام کی خاطر کیا۔ پاکستان اور ہندوستان کے علاوہ برطانیہ، جرمنی، فرانس، ہالینڈ، بیلجیئم اٹلی اور سپین کے متعدد سفر بھی کرنے کا موقعہ ملا۔ مسجد بشارت پیدروآباد کے افتتاح پر عزیزم محمد ادریس منیر کے ساتھ Via گلاسکو گیا اور جلسہ سالانہ برطانیہ 1989ء میں بھی حاضر ہوا تھا پھر 1997 کے جلسہ سالانہ برطانیہ اور جرمنی میں بطور نمائندہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان شمولیت کا نادر موقع ملا۔

امریکہ کی سیاحت کا شوق

ہم سکول میں پڑھا کرتے تھے کہ 1492ء میں کولمبس نے نئی دنیا(امریکہ) دریافت کی اس وقت سے اسے دیکھنے کی تمنا تھی، پھر یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ احمدیت کا پیغام پہنچانے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی حضرت مفتی محمد صادق صاحب 1920ء میں یہاں تشریف لائے تھے، جن کو حکومت نے اسلام کی تبلیغ کی اجازت دینے سے انکار کر دیا بلکہ انہیں فلاڈلفیا اور بعد میں Elle Island N.Y. میں قید کر دیا تھا۔ حضرت مفتی صاحب تبلیغ کے دیوانے تھے انہوں نے کئی قیدیوں کو مسلمان بنالیا (یاد رہے کہ اپنے بحری جہاز میں سفر کے دوران بھی سات مختلف ممالک سے آنے والے مسافروں کو بھی مسلمان بنا چکے تھے) چند ہفتوں کے بعد گورنمنٹ نے انہیں ملک کے اندر آنے کی اجازت دے دی تھی اور نیویارک کے بعد شکاگو میں مرکز بنا کر انہوں نے کئی سو امریکیوں کو مسلمان بنالیا۔ حضرت مفتی صاحب سے ملاقات کی خواہش 1942ء میں پوری ہوئی جب میں موسم گرما کی تعطیلات میں اپنے ماموں محترم عبدالغنی صاحب درویش کی فیملی کے ساتھ قادیان گیا، ہمارا مکان محلہ مسجد فضل میں تھا، گھر سے مسجد مبارک جاتے وقت حضرت مفتی صاحب کا مکان آتا تھا۔ اس طرح نماز کے لئے دن میں پانچ وقت آتے جاتے ان سے ملاقات ہوجاتی۔ بہت عرصہ بعد سلائیڈز کی تیاری کے دوران امریکہ میں اسلام اور احمدیت کی مساعی پر سلائیڈز کا مطالبہ ہوا تو عاجز نے وہاں کے مربیان کرام سے اس کے لئے درخواست کی۔ سلائیڈز تو مہیا نہ ہوسکیں البتہ مقامی مبلغ نے فوٹوز مہیا کر دیں۔ مکرم انعام الحق کوثر صاحب پاکستان آئے تو ان سے بھی بہت مفید فوٹوز مل گئیں۔ امریکہ کے مشن سے بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اور الرابع کے دورہ جات کی چند فوٹوز بھی ملیں، جن سے عاجز نے ایک نئی ٹیکنیک ایجاد کر کے بہت اچھی سلائیڈز بنالیں، جس سے میرے سلائیڈز لیکچرز میں خوب دلچسپی پیدا ہوگئی ایک دفعہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالثؒ امریکہ کے دورہ سے واپس تشریف لائے تو مکرمی چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال تحریک جدید کے ساتھ عاجز کو بھی بلایا، ہم حاضر ہوئے تو حضور نے اپنے امریکہ کی بہت دلچسپ سلائیڈز ہم دونوں کو عطا فرمائیں مجھے خوب یاد ہے کہ سب

سے پہلے حضور نے گلاب کے پھول کی بہت عمدہ سلائیڈ دکھائی اور فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے سورہ فاتحہ کو گلاب کے پھول سے تشبیہ دی ہے اس لئے یہ سلائیڈ بہت اہم ہے۔ پھر حضور نے یہ سلائیڈ مجھے عنایت فرمائی اور سلائیڈ لیکچر کے دوران امریکہ کا ذکر ہوتا تو سامعین میری کمنٹری سن کر سوال کرتے کہ کیا آپ امریکہ بھی ہو آئے ہیں۔ جب عاجز نفی میں جواب دیتا تو لوگ حیران ہوتے کہ واقعات تو ایسے بیان کرتے ہیں جیسے امریکہ کو دیکھا ہوا ہے۔ بہرحال امریکہ کو دیکھنے کی خواہش اور تیز ہوگئی مگر ان دنوں یہ بات میرے بس میں نہ تھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور میرے دونوں بڑے بیٹے محمد داؤد صاحب منیر MBA اور ڈاکٹر محمد ادریس صاحب منیر افریقہ اور برطانیہ سے 1984ء میں امریکہ پہنچ گئے، وہ آئے تو مزید تعلیم کے لئے تھے مگر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دورہ 1987 میں ملاقات کا شرف بخشا اور آئندہ پروگرام کے بارہ میں مشورہ مانگنے پر ارشاد فرمایا کہ مربی کے بیٹے مربی ہوتے ہیں آپ کی مجھے امریکہ میں ضرورت ہے اس ارشاد کی تعمیل میں انہوں نے یہاں مستقل ڈیرے ڈال دیئے اور اب وہ دونوں امریکن شہری ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے اپنے کاروبار کیساتھ ساتھ خدمت دین میں بھی خوب مصروف ہیں۔ الحمدللہ۔

صد سالہ جلسہ سالانہ برطانیہ

مجھے 1989ء کے صد سالہ جلسہ UK میں شمولیت کی توفیق خدا تعالیٰ نے دی تو ان کا مطالبہ تھا لنڈن سے آگے امریکہ آؤں اور ان سے بھی ملتا جاؤں مگر ربوہ پاکستان میں عزیزم محمد الیاس صاحب منیر اسیر راہ مولیٰ ساہیوال کے بچے اداس ہو گئے، جن کی وجہ سے جلدی واپس جانا پڑا۔ عزیزم محمد الیاس صاحب منیر کی رہائی پر 1994ء میں عاجز نے مع اہلیہ نجمہ منیر صاحبہ کے امریکن وزٹ ویزہ کی درخواست دی اور انٹرویو کے لئے پیش ہوئے تو لاہور کے امریکن قونصلیٹ نے یہ کہہ کر درخواست رد کردی۔ We are not sure you will come back یہ سن کر میرے منہ سے بے اختیار نکلا Thank you, you saved our Rs. 50,000 جو دو ٹکٹوں پر ہمارا خرچ ہونا تھا۔ خوش قسمتی تھی کہ 1997ء کے جلسہ

سالانہ یوکے پر عاجز کو بطور نمائندہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان شامل ہونے کی توفیق ملی ۔ عاجز ان دنوں ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد برائے تعلیم القرآن ووقف عارضی کام کر رہا تھا۔ عاجز کی درخواست پر پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت اس موقعہ پر سفر امریکہ کی اجازت بھی مرحمت فرمائی کہ جائیں وہاں بھی بچوں کو مل آئیں ۔مگر امریکن ویزا کونسلر نے اس مرتبہ بھی ویزا دینے سے انکار کر دیا حالانکہ ایک امریکن سینیٹر کی سفارش پر انہوں نے ویزا جاری کرنے کا وعدہ بھی کر رکھا تھا۔

بہر حال ہم نمائندگان جلسہ لنڈن کے لئے پہنچے ،حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ملاقات کے وقت پہلے یہی پوچھا کہ امریکہ والوں سے مل آئے ہو۔ عاجز نے ویزا نہ ملنے کا بتایا تو فرمایا چلو پھر سہی ۔لنڈن میں محترم ملک مسعود صاحب جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ امریکہ سے ملاقات ہوئی۔ وہ بڑے خوش تھے کہ انہوں نے مجھے Invitation Letter بھجوایا تھا مگر ویزا نہ ملنے کی خبر سن کر انہیں بھی افسوس ہوا نیز محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ امریکہ سے مختلف تقریبات میں ملاقاتوں کا موقع ملتا رہا اور امریکہ میں احمدیت کی روز افزوں ترقی کا علم ہوتا رہا۔ مسجد بیت الرحمان امریکہ کے افتتاح کے موقع پر ایک اہم سوونیئر کی تیاری کے سلسلہ میں مکرم برادرم انور محمود خاں صاحب ابن مولانا عبدالمالک خاں صاحب مرحوم ربوہ تشریف لائے تو ان سے بھی مزید معلومات حاصل ہوئیں ۔سوونیئر کی اشاعت پر اس کی ایک کاپی ربوہ میں مجھے ملی جس کو دیکھا اور پڑھ کر امریکہ میں احمدیت کی ترقی کو دیکھنے کا جذبہ اور تیز ہو گیا۔

امریکہ میں آمد

سیروا فی الارض کے حکم کی تعمیل میں کورین ایرویز کے ذریعہ اتوار 24 اپریل 1999ء کو لاہور سے روانہ ہو کر بنکاک ،سیول سے ہوتے ہوئے سوموار 25 اپریل کو سان فرانسسکو کے ہوائی اڈہ پر پہنچا اور دیرینہ خواب پورا ہوا کہ نئی دنیا کو دیکھنے کا موقع ملا۔

عزیزم محمد ادریس صاحب منیر کی خوش قسمتی ہے کہ اس کے دفتر Skylite سے چند گز کے فاصلہ پر مسجد بیت البصیر ہے جو سان ہوزے (San Jose) جماعت کے دوستوں نے اپنی مدد آپ

کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے دو سال قبل 9 لاکھ ڈالر کے عوض خریدی تھی اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دورہ کے دوران جون 1998ء میں اس کا افتتاح فرمایا اور خوشی کا اظہار فرمایا کہ ماشاء اللہ یہ جگہ بہت فراخ اور موزوں ہے۔ اس میں نماز کے لئے مردوں کا ہال ہے، جس کے ساتھ وضو کے لئے الگ کمرہ ہے اور سمعی و بصری انتظامات کے لئے الگ کمرہ ہے۔ دوسرا ہال جو پہلے سے بھی وسیع تر ہے، عورتوں کے لئے مخصوص ہے، جس کے ساتھ لائبریری روم، باتھ روم، بچوں کا کمرہ اور کچن بھی ہے اور پچھلی طرف کھلا صحن اور پہاڑی کا خوبصورت منظر ہے، جس میں بچوں کے لئے جھولے اور پینگیں وغیرہ لگی ہوئی ہیں۔ تیسرے بڑے ہال کا نام احمد ہال ہے جس میں دفتر کا کشادہ کمرہ ہے، اس میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دورہ میں احباب سے ملاقاتیں فرمائیں، اسی کمرہ میں بیٹھ کر عاجز یہ مضمون بھی قلمبند کر رہا ہے۔ ساتھ ہی بڑا لیکچر ہال ایک طرف لائبریری روم اور سٹور کے علاوہ دو باتھ روم بھی ہیں۔ پارکنگ کے لئے بہت کھلی جگہ موجود ہے، جو پبلک ٹرانسپورٹ سے محفوظ ہے۔ اسی پارک میں باسکٹ بال کورٹ بھی بنا ہوا ہے لیڈیز کے صحن میں بیڈمنٹن کورٹ ہے اور ٹیبل ٹینس کا میز بھی ہال میں موجود ہے۔ الحمدللہ کہ عمارت ہر لحاظ سے یہاں کی فی الوقت جماعتی ضروریات کے لئے کافی ہے مگر جلد ہی بڑی جگہ لینے کی ضرورت نظر آ رہی ہے۔

یہاں چونکہ کوئی مربی سلسلہ نہیں ہیں، اس لئے احباب نے مجھے خوش آمدید کہا اور صدر محترمی ملک وسیم احمد صاحب کے ارشاد کی تعمیل میں عاجز نے خطبات جمعہ اور نماز عشاء کے بعد مختصر درس القرآن کا سلسلہ شروع کیا، روزانہ نماز مغرب اور عشاء کے لئے سب بھائیوں اور بہنوں نے رونق لگانی شروع کر دی۔ مختلف خاندانوں سے تعارف جمعہ، ہفتہ اور اتوار کو ان کے ہاں جانے سے ہوتا رہا، سبھی احباب جماعت پڑھے لکھے ہیں۔ چندہ بھی اپنی حیثیت کے مطابق خوب دیتے ہیں۔ امسال 1999ء میں وقف جدید کے مالی جہاد میں ان کا چندہ گذشتہ سال سے دوگنا ہو گیا، جس میں امریکہ مشن حسب روایت امسال بھی دنیا بھر میں اوّل نمبر پر آیا۔

شمالی امریکہ میں تربیتی و تبلیغی مصروفیات

25 اپریل 1999ء کو امریکہ وارد ہوا اور 24 جولائی 2000ء کو سان فرانسسکو کے ہوائی اڈہ سے یورپ کے لئے روانگی ہوئی۔ ان پندرہ مہینوں میں سیرو افی الارض کے ارشاد ربانی کے مطابق USA میں سیروسیاحت کا موقع خدا تعالیٰ نے خوب دیا۔ سان ہوزے، پٹس برگ، سان فرانسسکو، لاس اینجلس، لاس ویگاس، ہیوسٹن، وکٹوریا، آسٹن، سان انتوانی، واشنگٹن، نیویارک، نیوجرسی، فلاڈلفیا، بوسٹن، یوٹیکا، روچسٹر، شکاگو، پورٹ لینڈ، ڈیٹرائیٹ، سیراکیوز میں احباب سے ملاقاتوں کے علاوہ ورجینیا میں جلسہ سالانہ 1999ء اور میری لینڈ کی بیت الرحمان میں جلسہ سالانہ 2000ء میں شمولیت کا موقع ملا اور ہر جگہ تربیتی اور تبلیغی میدان میں احباب جماعت کی مدد کر کے خوشی ہوئی نیز جماعت احمدیہ کے عالمگیر ہونے کا خوب نظارہ کیا کہ جہاں جاؤ احمدی کا گھر خوش آمدید کہنے پر تیار ہے۔ الحمدللہ۔

امریکہ کے جلسہ ہائے سالانہ 1999ء اور 2000ء میں شرکت کے دوران علمی تقریروں سے استفادہ کرنے کے علاوہ روحانی ماحول بہت پسند آیا بالخصوص امریکی سفید فاموں اور افریقن بلالی بھائیوں اور ایشین (پاکستانی وانڈین) کا باہمی ملنے جلنے کا منظر دل کو بہت بھایا۔ امریکہ کی سرزمین میں دنیا کی ہر قوم آباد ہو رہی ہے۔ جس کا اپنا کلچر اور اپنی زبان بھی جاری وساری ہے۔ اگر ہم امریکہ کو احمدی بنا لیں تو وہاں کے بسنے والے اپنی اپنی قوموں اور ملکوں کو احمدی بنا لیں گے۔ جلسہ سالانہ امریکہ کا افتتاح اور اختتام محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ امریکہ نے نہایت پُراثر خطابات سے فرمایا جو روح پرور اور ایمان افروز تھے۔ ڈاکٹر ڈوئی کی ہلاکت کی پیشگوئی پر تقریریں دلچسپ تھیں جن کی تحریک پر ''احمدیہ ڈوئی کانفرنس'' 12-11 اگست 2000ء کو اس کے وطن زائن شہر میں کامیاب رہی، اس موقع پر ایک سوونیئر بھی انور محمود خاں صاحب سیکرٹری تبلیغ نے شائع فرمایا جو نہایت دیدہ زیب اور معلومات سے پُر ہے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

اجتماع انصاراللہ 1999ء مسجد بیت الرحمان میں ہوا۔ محترم کریم اللہ صاحب زیروی صدر مجلس نے انصار کو خوب مصروف رکھا اور علم انعامی ہیوسٹن کی مجلس لے گئی اس جنوبی علاقہ کے ناظم انصاراللہ مکرم محمد داؤد منیر ہیں۔ اللھم بارک وزد فزد۔

حضرت حکیم حاجی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے تن من دھن کی قربانی سے قرآنی محبت لوگوں کے دلوں میں ثبت کردی

دسمبر 1999ء میں امریکہ کے مغربی ساحل پر بسنے والی جماعتوں کا اپنا جلسہ سالانہ لاس اینجلس میں محترم مولانا انعام الحق صاحب کوثر کی راہنمائی میں کامیاب رہا۔ اس کا خصوصی سیشن مکرم انور محمود خاں صاحب کی صدارت میں بہت دلچسپ تھا جس میں نومبائعین نے قبول احمدیت کے واقعات سنائے ۔ نیز صدر جماعت مکرم ڈاکٹر حمید الرحمان صاحب نے اپنے سفر قادیان کی تفصیلات ایسے رنگ میں سنائیں کہ سامعین کی بھی قادیان جلسہ کی سیر ہوگئی۔ جزاھم اللہ احسن الجزا۔

لجنہ کے مرکزی اور ریجنل اجتماعات کی کامیابیوں کی خبریں عزیزات ڈاکٹر امۃ الباسط طاہرہ صاحبہ صدر لجنہ نیوجرسی، نصرت داؤد صاحبہ ہیوسٹن اور ثمر منیر صاحبہ سان ہوزے سے سن کر خوشی ہوئی، جن کے بچے بھی انعامات لے کر خوشی خوشی واپس لوٹے ۔ الحمدللہ۔

قرآنی اشاعت کی سکیم

امریکہ کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد دو باتیں سامنے آئیں ۔ عیسائیوں اور یہودیوں نے میڈیا کے ذریعہ ''مسلمان اور اسلام'' کی نفرت اتنی پھیلادی ہے کہ کوئی امریکی یہ لفظ سننا بھی گوارا نہیں کرتا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ''قرآن مجید'' کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا کر رکھی ہے کہ امریکی صدر بل کلنٹن نے بھی عیدالفطر 2000ء کے موقع پر اعلان کیا کہ انہوں نے قرآن مجید پڑھا ہے اور ان کی بیوی نے بھی اور پڑھا بھی کس سے، اپنی بیٹی سے، جو کالج سے پڑھ کر آتی تھی اور اپنے والدین سے قرآن مجید پر گفتگو کیا کرتی تھی۔ اسی طرح مارچ 2000ء میں لنڈن ریڈیو سے بھی خبر نشر ہوئی کہ برطانیہ کے وزیر اعظم مسٹر ٹونی بلیئر نے قرآن مجید تین دفعہ پڑھا ہے ۔ برطانوی ولی عہد پرنس چارلس نے آکسفورڈ یونیورسٹی میں تقریر کرتے ہوئے عیسائی سکالرز کو اسلام کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے قرآن مجید پڑھنے کی طرف توجہ دلائی نیز فرمایا کہ قرآنی آیت لا اکراہ فی الدین کی موجودگی میں مسلمان کس طرح تلوار کے زور سے اسلام پھیلا سکتے تھے ۔ اسی طرح فرنچ سکالر مسٹر ماریس بکائی نے اپنی کتاب ''بائیبل، قرآن اور سائنس'' میں قرآنی احکام کی صداقت کے لئے ماڈرن سائنس کو پیش کیا ہے ۔ جرمن سکالرز نے بھی قرآن مجید کی عظمت و صداقت کا

اظہار کیا ہے۔ پس ان واقعات کی روشنی میں اسلام کی تبلیغ کا اس وقت آسان اور کامیاب ذریعہ یہی ہے کہ ہم قرآن مجید کی اشاعت کریں اور وہ بھی دو طبقوں میں، ایک تو اپنے ہمسائیوں میں جن کے درمیان ہم رہتے ہیں، کیونکہ ان کے لئے ہمارا اسلامی نمونہ بہترین گائیڈ ہوگا۔ دوسرے سکولوں کالجوں اور یونیورسٹی کے طلبہ اور طالبات میں کہ ان میں علم کی جستجو ہوتی ہے۔ وہ سچائی پالیں تو اس پر قدم مارنے کے لئے جرأت بھی ان کے اندر ہوتی ہے۔ طلبہ کیساتھ اساتذہ کو بھی شامل کرلیں تو علمی ماحول کیوجہ سے وہ بھی جلد متاثر ہوں گے یہ طبقہ ملکی آبادی کا 20% ہوتا ہے۔ ان میں قرآن مجید پھیلانے میں آسانی ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے پیدا کردی ہے کہ منتخب آیات قرآنیہ 120 زبانوں میں ترجمہ کرکے شائع کروادی ہیں۔ تجربہ نے ثابت کیا ہے کہ یہ آیات ایسے عناوین پر جمع کی گئیں ہیں جن پر رہنمائی کی ضرورت ہر انسان کو پڑتی ہے، گویا اس کے مطلب کی چیز اس کو آسانی سے مل جاتی ہے۔ اس کے بعد اگر منتخب احادیث النبی ﷺ، منتخب اقتباسات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رسالے بھی پڑھا دیئے جائیں تو اسلام، اس کے بانی حضرت محمد ﷺ، اس زمانہ میں آپ کے خادم حضرت مسیح موعودؑ سے تعارف خوب ہو جاتا ہے اور اسلام اور احمدیت کا بیج اسکے دل میں جگہ پا جاتا ہے، جسے مختلف ذرائع سے کھاد اور پانی ملتا رہے تو جلد ہی اسلام کا پودا اس کے دل میں بڑھنا اور جوان ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

قرآنی پیشگوئیوں پر نمائشی چارٹس

قران مجید میں دلچسپی پیدا کرنے کے لئے قرآنی پیشگوئیوں پر رنگین تصویری چارٹس بہت مفید ثابت ہوئے ہیں، گویا سمعی کے ساتھ بصری ذرائع کو بھی ہم استعمال کرلیتے ہیں، اس طرف راہنمائی پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی تازہ کتاب .....Revelation نے کی۔ جس میں حضور نے ایک باب انہی باتوں پر لکھا ہے اور جب زائرین ایٹم بم پر تصویری چارٹ دیکھتے ہیں کہ کس طرح پہلے ایٹم بم نے ہیروشیما میں تباہی مچائی جس کی تفصیلات سورۃ القارعہ میں آج سے 1500 سو سال قبل حضرت محمد مصطفی ﷺ نے پیش کردی تھیں۔ اسی طرح انسان آج چاند پر پہنچ گیا ہے اور آسمانوں کا کھوج لگانے کے لئے Space Station قائم ہو گئے ہیں، ان کا ذکر بھی قرآن مجید میں موجود ہے۔ پھر اس زمانہ میں دو نہایت

ہی کارآمد نہروں سویز اور پانامہ نے دنیا کے لئے کئی آسانیاں پیدا کردی ہیں، ان کی تعمیر کی پیشگوئی بھی قرآن مجید میں تفصیلاً موجود ہے۔ حضرت موسیٰ کا تعاقب کرتے وقت فرعون کے ڈوبنے کی جو تفصیلات قرآن مجید میں اس واقعہ کے 2000 سال بعد بیان کی گئی ہیں، وہ دنیا کی کسی کتاب میں نہیں ملتیں۔ آخر یہ باتیں ایک اُمی شخص کو کیسے پتہ لگ گئیں، یقینا خدائے علیم و خبیر نے بتائیں تھیں اور یہی ثبوت ہے کہ خدا ہے اور قرآن مجید اس کا کلام اور اس کو پیش کرنے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے رسول ہیں۔

ان تصویروں کے حصول میں ہیوسٹن کی لائبریریوں نے میری مدد کی اور عبارتیں کمپیوٹر کے ذریعہ خوبصورت بنانے میں عزیزم محمد داؤد منیر نے قابل قدر مدد فرمائی۔ ان تصویری چارٹس کا ہمارا پہلا تجربہ کیلیفورنیا میں ویٹنامی میلے میں ہوا جہاں دو دنوں میں سینکڑوں لوگوں سے رابطہ ہوا چارٹس دیکھنے والوں کو تو بہت دلچسپی پیدا ہوگئی پھر ان کو اپنی زبان میں قرآن مجید کی چند سورتوں کا ترجمہ ملنے پر ان کی خوشی دیدنی تھی، اس احمدیہ سٹال کی رپورٹ ملنے پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کا اپنے دستخطوں سے حسب وعدہ جواب ملا۔

"آپ کو ماشاء اللہ دعوت الی اللہ کی خوب توفیق ملی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ اس مساعی میں بہت برکت ڈالے اور کامیابی کے شیریں اور دائمی پھل عطا فرمائے۔ اپنی حفظ و امان میں رکھے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے اپنے بے شمار فضلوں سے نوازے ہر شر سے محفوظ رکھے۔"

والسلام خاکسار مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ،لنڈن 16 فروری 2000ء

امریکہ اور کینیڈا کے جلسہ ہائے سالانہ میں ان چارٹس کی نمائش کو احباب نے پسند فرمایا اور ان کی نقول کے حصول کے لئے مطالبات فرمائے۔ کینیڈا کی بیت السلام میں اس نمائش کو MTA والوں نے Children Class کے پروگرام میں فلمبند کیا اور ساتھ میری کمنٹری انگریزی زبان میں ریکارڈ ہوئی ، جسے دنیا بھر میں دیکھا اور سنا گیا اور کئی مقامات سے مبارکباد کے پیغامات آئے نیز ان چارٹوں کی نقول کے مطالبات۔ اس پر سان ہوزے جماعت کے دو طلبہ عزیزان حارث سمیع قریشی اور احسن نے مل کر کمپیوٹر پر یہ چارٹس کمپوز کر دیئے ہیں اور A4 سائز کی تصویری البم بنا دی جسے طلبہ میں رائج کرنے سے ان کے اندر قرآنی علوم کی چاٹ لگائی جاسکتی ہے۔ ان چارٹس پر نظر ثانی کا کام میاں طارق محمود نے

ٹورانٹو میں کیا۔اس البم کی ایک کاپی بغرض راہنمائی ودعا اپنے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں حالیہ جلسہ جرمنی 2000ء کے سفر میں پیش کی گئی۔

امریکہ میں تربیتی کلاس

مسجد بیت الرحمان میں ملکی سطح کی ایک تربیتی کلاس اپریل 2000ء میں ہوئی، جس میں قرآن مجید پڑھانے کے آسان طریق اور دیگر معلومات پر لیکچرز دینے کی دعوت مکرمی ڈاکٹر ناصر احمد صاحب نیشنل سیکرٹری تربیت نے دی، چنانچہ وہاں حاضر ہو کر امریکہ کے طول وعرض سے آئے ہوئے طلبہ کو چار گھنٹے اس اہم مضمون پر لیکچرز دیئے اور اشاعت قرآن کا آسان ترین ذریعہ ''قرآنی نمائش'' کی تفصیلات بتائیں جن کو سن کر طلبہ بہت خوش ہوئے پھر ان کی دعوت پر ان کی جماعتوں میں جا کر بھی مزید لیکچرز دیئے جس کی تصاویر بھی گزٹ میں شائع ہوئیں۔مکرمی برادرم محمد لطیف صاحب اور لئیق منیر صاحب کی دعوت پر شکاگو میں کام کیا، انہوں نے ڈاکٹر ڈوئی کا شہر زائن بھی دکھایا جہاں ڈاکٹر ڈوئی کا نام لینے والا کوئی نہ ملا بلکہ اس کے چرچ کا نام تک لوگوں نے بدل دیا ہوا ہے۔ بالمقابل جماعت احمدیہ کا شاندار مشن ہاؤس، اس کے پرانے گھر کے قریب ہی احمدیت کی سچائی کا اعلان کر رہا ہے۔اسی طرح عزیزم رشید خالد صاحب کی تحریک پر بوسٹن کا دورہ کیا جہاں ایک ہال میں ماہانہ تبلیغی اجلاس میں یہ ''قرآنی نمائش'' لگائی حاضرین خوش تھے کہ قرآنی معلومات کا یہ اچھا ذخیرہ ہے مکرمی داؤد حنیف صاحب مربی حلقہ نے تبلیغی لیکچر کا حق بھی خوب ادا کیا۔ وہاں شہر میں ہی ناصر احمد سٹریٹ دیکھی اسی سٹریٹ میں مکرمی عابد حنیف صاحب نے اپنی فیملی گھروں کے درمیان احمدیہ مشن ہاؤس بھی خوبصورت سا بنوا دیا ہے اور احمدیہ مسجد کے لئے الگ پلاٹ بھی رکھا ہے۔اللہ تعالیٰ اس کی تکمیل کی توفیق جماعت کو دے آمین۔مکرمی عابد صاحب پرانے علم دوست احمدی ہیں جو ربوہ اور قادیان کے جلسوں پر کئی بار جا چکے ہیں ،انہوں نے اپنے بیٹے اظہر حنیف صاحب کو وقف کیا جنہیں جامعہ احمدیہ ربوہ میں مجھے بھی پڑھانے کا موقع ملا وہ اور ان کے دونوں ساتھی طاہر سُلمی (برٹش)، بکر عبید (افریقن) میرے ذہین طلبہ تھے، ماشاء اللہ تینوں اپنے اپنے میدان عمل میں بہت کامیاب مربی ہیں۔الحمدللہ۔

بوسٹن TV پر مکرمی رشید خالد صاحب نے میرا انٹرویو بھی Live نشر کروایا، جس میں پاکستان کے احمدیوں پر مظالم کی داستان اختصار سے بیان ہوئی اور میرے بیٹے عزیزم محمد الیاس منیر پر سزائے موت کے حکم کے بعد جو کچھ ہوا اس کا ذکر بھی تصاویر کے ساتھ آیا، ناظرین کے لئے یہ دلچسپی کا سامان تھا۔

اخبارات میں خطوط

امریکہ میں میڈیا کو بہت اہمیت حاصل ہے۔قومی، علاقائی اور مقامی اخباروں کی بڑی کثرت ہے۔ پاکستانی انگریزی اور اردو اخبارات بھی نیویارک، شکاگو، ہیوسٹن اور لاس اینجلس سے نکلتے ہیں، جن میں میرے خطوط بھی شائع ہوتے رہے۔ Pakistan Link کے ساتھی اردو لنک (لاس اینجلس) میں شائع ہونے والے خطوط میں سے تین بطور نمونہ درج ہیں۔

پہلا خط

صدر بِل کلنٹن کا بیان

آپ کے مؤقر اخبار 14 جنوری 2000ء کے انگریزی سیکشن میں وائٹ ہاؤس میں عید ملن کے موقع پر صدر کلنٹن کا بیان پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی کہ ''دنیا اسلام سے بہت کچھ سیکھ سکتی ہے!'' پھر انہوں نے اپنی بیٹی کا واقعہ پیش کیا کہ ''اس نے ہائی اسکول میں اسلامک ہسٹری کا کورس لیا تھا جہاں ''اس نے قرآن کا کافی حصہ پڑھا اور رات کو اپنے والدین کو سنایا کرتی تھی اور اس کی تعلیم بہم پہنچایا کرتی تھی!'' علاوہ ازیں صدر کلنٹن نے ایک اور انکشاف بھی فرمایا کہ ''ابھی امریکہ میں تھوڑے ہی امریکن ہیں جو اسلام کی واقفیت رکھتے ہیں وہ بھی بہت ہی معمولی!''

اس بیان نے میرے دل میں یہ جذبہ پیدا کیا ہے کہ میں آپ کے مؤقر اخبار کی وساطت سے امریکہ میں بسنے والے ساٹھ لاکھ سے زائد مسلمانوں کو تحریک کروں کہ جو قرآن مجید صدر کلنٹن اور ان کی بیگم نے اپنی صاحبزادی کی وساطت سے پڑھا ہے اور جسے پڑھ کر وہ آج یہ بیان دینے کے قابل ہوئے ہیں کہ دنیا اسلام سے بہت کچھ سیکھ سکتی ہے، امریکہ کے ہر باشندے کو سکھا دیں اور اس طرح انہیں اسلام کا دوست بنا دیں تاکہ وہ مسلم ممالک کے لئے اپنے دلوں میں نرم گوشہ رکھیں اور ان کی خیر خواہی کریں اور غریب مسلمانوں کی

مشکلات میں کمی واقع ہو سکے۔ اور ہمارے پیارے رسول ﷺ پیشگوئیوں کے مطابق اسلام ساری دنیا کی نجات کا ذریعہ بن جائے۔

میں نے کسی حدیث کی کتاب میں پڑھا تھا کہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا! ظاہر ہے کہ اب سورج بجائے مشرق کے مغرب سے طلوع ہونے سے تو رہا۔ یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ اسلام کے زرّیں دور کا آغاز دوبارہ مغرب سے ہوگا! ہم ساٹھ لاکھ مسلمانان امریکہ اگر مصمم ارادہ کرلیں تو یہ کام مشکل بھی نہیں ہے۔ ہر مسلمان کے حصے میں صرف پچیس تیس امریکن ہی آتے ہیں اور اتنے لوگوں کو قرآنی تعلیم سے رُوشناس کرانا ناممکن نہیں ہے۔

ہمارے آقا ﷺ نے تو انتہائی اذیتیں برداشت کیں اور 23 سال کے مختصر دَورِ نبوت میں قرآن مجید عرب کے ہر باشندے کے دل میں راسخ کر دیا تھا۔ ایسا زبردست انقلاب دنیا نے پھر کبھی نہ دیکھا۔ اس کی کوئی مثال ماضی میں بھی موجود نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکن کتاب Hundred Great People میں محسن انسانیت ﷺ کا مبارک نام پہلے نمبر پر رکھا گیا ہے۔ (Urdu Link, 4.02.2000)

دوسرا خط

امریکہ میں قرآن کیسے پڑھائیں؟

امریکہ کے صدر بل کلنٹن نے اپنی بیٹی کے ذریعہ قران مجید پڑھ کر ایک اچھا نمونہ پیش کیا ہے۔ جس کو باقی امریکیوں کو بھی اپنانا چاہیئے۔ اس کام کو آسان بنانے کے لئے ایک تجویز یہ ہے کہ اہل امریکہ تاریخ کے بڑے دلدادہ ہیں۔ جابجا انہوں نے ہسٹری میوزیم قائم رکھے ہیں۔ نیویارک کے قریب ایک جزیرہ میں جائیں وہاں انہوں نے گذشتہ دو تین سو سالوں کے یورپ سے ہجرت کر کے یہاں آنے والوں کے کاغذات بھی سنبھالے ہوئے ہیں!

ہم مسلمان اپنے دوستوں کو بتائیں کہ قرآن مجید میں بھی پرانی ہسٹری کو محفوظ کیا گیا ہے۔ مثلاً حضرت

موسیٰ کو فرعون مصر کو تبلیغ کے لئے حکم ہوا تو وہ حضرت ہارون کو لئے اس کے پاس پہنچے اور اللہ کا پیغام پہنچاتے رہے اور خدائی نشانات یعنی معجزات بھی دکھائے ،تو فرعون نے اپنے ملک کے جادوگروں کو ان کے مقابلے کے لئے اکٹھا کرلیا مگر وہ سب حضرت موسیٰ کے سامنے عاجز آ گئے اور پھر انہوں نے حضرت موسیٰ و ہارونؑ کے اللہ پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا جس پر فرعون سخت ناراض ہوا۔ ان سب واقعات کے بعد قرآن مجید کی سورۂ یونس کی آیات 91 تا 93 میں آخری مقابلے کا دلچسپ حال یوں بیان کیا گیا ہے۔

''ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار اُتارا تو فرعون اور اس کی فوجوں نے سرکشی اور ظلم کی راہ سے ان کا پیچھا کیا حتیٰ کہ غرق ہونے کی آفت نے آن پکڑا تو اس نے کہا میں ایمان لاتا ہوں کہ جس ہستی پر بنی اسرائیل ایمان لائے ، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں سچی فرمانبرداری اختیار کرنے والوں میں سے ہوتا ہوں۔ اس پر اللہ نے کہا اب تو ایمان لاتا ہے حالانکہ اب ہم تیرے بدن کے ذریعہ تجھے نجات دیتے ہیں تا کہ جو لوگ تیرے پیچھے آنے والے ہیں ان کے لئے تو ایک نشان ہو اور لوگوں میں بہت سے لوگ ہمارے نشانوں سے یقینا یقینا بے خبر ہیں۔''

اب یہ واقعہ آج سے کم از کم تین ہزار چار سو برس پرانا ہے اور حضرت محمد مصطفی ﷺ سے قریباً دو ہزار قبل پیش آیا۔ فرعون کی لاش کے محفوظ ہونے کا دنیا کی کسی پرانی تاریخ میں ذکر نہیں ملتا، اور نہ ہی بائیبل نے اس حقیقت کا کوئی ذکر کیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ سے علم پا کر حضرت محمد مصطفی ﷺ نے اس کا ذکر کیا تو تیرا سو سال تک بھی اس کا علم کسی کو نہ ہو سکا تھا یہاں تک کہ مصر میں پرانے بادشاہوں کی حنوط شدہ لاشیں نکلنی شروع ہوئیں تو اس فرعون جس کا نام Mernpatha تھا، اس کی لاش بھی 1898ء کو مل گئی جو آجکل قاہرہ میوزیم میں موجود ہے اور اس کے باپ Ramesses کی لاش بھی مل گئی ہے۔ ان پر کئی کتابیں یہاں پبلک لائبریریوں میں موجود ہیں۔

پس یہ تاریخی واقعہ جو قرآن پاک میں محفوظ چلا آ رہا ہے اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ قرآن کا اللہ علیم و خبیر ہے۔ جس نے یہ واقعہ سرورِ کائنات رسول اللہ ﷺ بتایا حالانکہ ساری دنیا اس سے بے خبر تھی!

پس قرآن مجید ایک مفید کتاب ہے جس کے پڑھنے سے ہمیں دیگر برکتوں اور رہنمائی کے علاوہ ماضی

کے واقعات کا یقینی علم ہوجاتا ہے۔ یہ کتاب مستقبل کی خبریں بھی دیتی ہے جن کا خواب وخیال بھی حضرت رسول اکرمؐ کے زمانے میں کسی کو نہ تھا۔ اس کا ذکر انشاء اللہ ہم اپنے دوسرے مراسلے میں کریں گے۔

تیسرا خط

قرآن مجید اور امریکن ہسٹری

پانامہ کینال کا ذکر قرآن مجید میں یوں ملتا ہے:۔

''دوسمندروں کو اس نے چھوڑ دیا ہے کہ باہم مل جائیں، پھر بھی اُن کے درمیان ایک پردہ حائل ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے۔'' (سورۂ رحمن آیت 20-21)

بحرالکاہل اور بحر اوقیانوس کے درمیان پانامہ کینال کی جگہ پانامہ ریاست کی سخت زمین تھی جو دونوں سمندروں کو ملنے سے روکتی رہی اور صدیوں روکتی رہی، یہاں تک کہ قرآن مجید کے نازل ہونے کے بعد بھی 1300 سال روک بنی رہی۔ 1534ء میں اسپین کے بادشاہ چارلس اوّل نے یہاں زمین کو کاٹ کر نہر بنانے کی سکیم بنائی، مگر اس پر عمل درآمد تین سو سال بعد 1880ء میں ایک فرنچ کمپنی نے شروع کیا مگر وہ بھی مالی کمزوری کا شکار ہوگئی۔ بالآخر امریکی حکومت نے 1903ء میں حکومت پانامہ سے معاہدہ کیا اور چالیس ملین ڈالر کے خرچ سے یہ کینال 1914ء میں مکمل ہوئی۔ اب سوال یہ ہے کہ پانامہ کینال کا منصوبہ آج سے چودہ سو سال قبل کس کے ذہن میں آسکتا تھا، بالخصوص، اس وقت کے عرب لوگ تو امریکہ سے ہی واقف نہ تھے؟ یقیناً خدائے علیم وخبیر نے ہی مستقبل کے اس منصوبے کی خبر قرآن مجید میں حضرت محمد مصطفیٰ کو دی تھی اور ہمارے لئے یہ خوشی ہے کہ اس قرآنی پیشگوئی کو امریکی حکومت نے پورا کر دکھایا اور اس طرح قرآن مجید کو اپنی صداقت ثابت کرنے کے لئے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں!

اسی قسم کے ایک اور واقعہ کی تفصیلی خبر قرآن مجید میں یوں دی گئی ہے۔

''اور وہی ہے جس نے دوسمندروں کو ملا رکھا ہے۔ ایک لذیذ وشیریں، دوسرا تلخ وشور۔ اور دونوں کے درمیان ایک پردہ حائل ہے، ایک رکاوٹ ہے جو انہیں گڈمڈ ہونے سے رُوکے ہوئے ہے۔''

یہ پیشگوئی سوئیز کینال کے منصۂ شہود پر آنے سے پوری ہوئی جس کے ایک طرف بحیرۂ روم میٹھے پانی کا سمندر ہے اور دوسری طرف بحرِ قلزم نمکین پانی کا سمندر ہے۔ 25اپریل 1859ء کو اس کی کھدائی شروع ہوئی اور 17نومبر 1869ء کو پہلا جہاز اس میں سے گزرا۔ یہ نہر 131 میل لمبی ہے اور اُس وقت اس پر کل خرچ ایک سوملین ڈالر آیا تھا۔ اس نہر میں بحری جہاز سنگل لین میں چلتے تھے اور درمیان میں کئی مقامات پر اسے فراخ کیا گیا تھا تا کہ جہاز وہاں پہنچ کر آر پار جاسکیں۔ اس نہر کے مغربی کنارے پر ریل گاڑی بھی چلتی ہے جس میں سواری کرنے والوں کو نہر کے خوبصورت نظارے سے لُطف اندوز ہونے کا موقع ملتا ہے۔ اس نہر کی وجہ سے یورپ سے پاکستان، ہندوستان اور آگے مشرقِ بعید کو جانے والے جہازوں کو اب افریقہ کے گرد چکر لگانے کی ضرورت نہیں رہی، اس طرف نہ صرف خرچ کی بچت ہوتی ہے بلکہ کافی وقت بھی بچ جاتا ہے۔ یہ نہر ملک مصر کے علاقے میں ہے اور یہ مصر کی آمدنی کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔

مختصر یہ کہ ان دونوں عظیم منصوبوں، پانامہ اور سوئیز کینال کا ذکر قرآن مجید میں چودہ سوسال قبل کیا گیا تھا اور آج انکی موجودگی نے قرآن مجید کی صداقت پر مُہر لگادی ہے تاہم قرآن مجید کتاب ہدایت ہے عالم انسانی کے لئے اور اس سے فائدہ اُٹھانے والے یقینا دنیا و آخرت میں انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب و کامران ہونگے۔

(اردولنک، 3مارچ2000ء)

کینیڈا میں تبلیغی و تربیتی دورہ

امریکہ میں Permanent Resident Card والوں کو کینیڈا آنے جانے کی سہولت ہے، اس سے استفادہ کرتے ہوئے عاجز تین بار کینیڈا گیا، ہر مرتبہ محترم نسیم مہدی صاحب امیر جماعت کی شفقت سے خدمت دین کے مواقع ملتے رہے۔ مئی 2000ء عاجز نے 15 دنوں کے وقف عارضی کی اطلاع دی تو انہوں نے حضور اقدس سے اجازت حاصل کر کے میرے لئے لمبے تربیتی و تبلیغی دوروں کے پروگرام بنادیئے۔ ٹورانٹو شہر کے مختلف حلقہ جات کے علاوہ مانٹریال کے آگے کیوبک سٹی جانے کا موقعہ بھی ملا۔

جہاں محمود احمد بٹ صاحب اور ان کی فیملی احمدیت کا جھنڈا بلند کئے ہوئے ہیں ان کا بیٹا اور بیٹی اپنے اپنے سکولوں میں ''اسلام'' پر معلوماتی لیکچر دیتے ہیں جس پر سوال و جواب کی مجلس گھنٹہ بھر جاری رہتی ہے۔ اسی طرح مغربی ساحل کی تین اہم جماعتوں وینکوور، کیلگری اور ایڈمنٹن کا تفصیلی دورہ کرنے کا موقع ملا۔ خدام کے اجتماع میں شمولیت کا نادر موقع ملا۔ جہاں بہت سے پرانے دوستوں اور عزیزان سے ملاقاتیں ہوئیں۔ وینکوور کی مجلس انصار اللہ کے ماہانہ گزٹ (مئی 2000) کے مدیر بشارت احمد صاحب نے اس دورہ کی رپورٹ یوں شائع فرمائی۔

محترم مولانا محمد اسمٰعیل صاحب منیر کا دورہ وینکوور

محترم مولانا محمد اسمٰعیل صاحب منیر سیرالیون اور ماریشس میں بطور مبلغ جماعت کی خدمات بجالاتے رہے۔ پھر آپ کو مرکز ربوہ میں مجلس نصرت جہاں سکیم میں خدمات کا موقع ملا۔ آپ 9 مئی کو تشریف لائے تھے اور 16 مئی کو واپس روانہ ہوئے۔

سری۔ 4 کے مرکز نماز میں تشریف آوری:۔ 10 مئی بروز بدھ 8 بجے شام محترم طاہر احمد صاحب کے گھر مرکزِ نماز میں آپ محترم محمد طارق اسلام صاحب کی معیت میں تشریف لائے۔ وہاں مقامی احباب و خواتین نے آپ کا استقبال کیا۔ اہل خانہ نے پہلے عشائیہ پیش کیا۔ پھر نمازوں کے بعد محترم مولانا محمد اسمٰعیل صاحب منیر نے خطاب کرتے ہوئے اشاعت قرآن کا دس نکاتی پروگرام پیش کیا اور دعا کے بعد پروگرام ختم ہوا۔

نماز جمعہ کا خطبہ:۔ 12 مئی کو آپ نے خطبہ جمعہ میں خطاب کرتے ہوئے شکر کا مضمون بیان کیا اور شکرانہ کے طور پر جماعت کو دعوتِ الیٰ اللہ احسن رنگ میں ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی اور جماعت کو والہانہ رنگ میں تبلیغ کرنے کی نصیحت کی۔

مہمانوں سے ملاقات:۔ نماز جمعہ کے بعد ہماری ایک بہن محترمہ معصومہ نورزئی صاحبہ کے زیر تبلیغ فیملی آئی ہوئی تھی۔ محترم رشید الدین خان صاحب کے ساتھ ایک جاپانی فیملی تشریف لائی تھی۔ ان کے ساتھ ایک رشین دوست اور یوروشلم کے ایک دوست تشریف لائے تھے۔ ان سے چھ بجے شام تک آپ کے ساتھ

محترم محمد طارق اسلام صاحب، محترم افضل محمود صاحب، محترم منیر الدین عبید اللہ صاحب اور بعض دوسرے احباب تبلیغ میں مصروف رہے۔ان کے علاوہ مہمان خواتین کے ساتھ لجنہ اماء اللہ نے تبلیغ کی۔

مجلس اطفال الاحمدیہ کا اجلاس عام:۔ 12 مئی بروز جمعہ 6:30 شام مجلس اطفال الاحمدیہ وینکوور کا اجلاس عام منعقد ہوا۔جس کا مقصد ریجنل اجتماع کی تیاری اور محترم مولانا محمد اسمٰعیل صاحب منیر سے ملاقات شامل تھی۔مرکز نماز وینکور میں شمولیت:۔ 13 مئی بروز ہفتہ محترم مولانا محمد اسمٰعیل صاحب منیر جب محترم محمد طارق اسلام صاحب کی معیت میں مرکز نماز وینکوور دو بجے دوپہر تشریف لائے تو وہاں کی جماعت کے مردوزن نے آپ کے استقبال کیا۔وہاں آپ نے خطاب فرمایا اور اپنے دس نکاتی پروگرام پر عمل کرنے کی نصیحت فرمائی۔

داعین الی اللہ کا اجلاس:۔ 13 مئی 5 بجے شام مسجد میں یہ اجلاس ہوا۔جس میں انصار، خدام، اطفال اور ممبرات لجنہ شامل تھیں۔آپ نے تبلیغ پر زور دیتے ہوئے دس نکاتی قرآنی پروگرام پر عمل کرنے پر زور دیا اور بیعت کے ٹارگٹ کے پورا کرنے کے لئے۔یہ اجلاس آٹھ بجے شام تک جاری رہا۔

واقفین نو بچوں کا اجلاس:۔ ہفتہ 13 مئی پانچ تا سات بجے تک وقف نو بچوں کی کلاس ہوئی۔اس کے بعد بچے اور بچیاں جماعت کے اجلاس میں شامل ہوئے۔آٹھ بجے کے بعد محرم مولانا محمد اسمٰعیل صاحب منیر نے بچوں سے ملاقات کی اور ان کو اپنی نصائح سے نوازا۔

نماز تہجد:۔ مجلس خدام الاحمدیہ کی عاملہ نے نماز تہجد کا پروگرام 14 مئی بروز اتوار صبح 4 بجے بنایا۔جس میں خدام کے علاوہ مجلس عاملہ انصار اللہ اور بہت سے دوسرے لوگ شامل ہوئے۔نماز تہجد اور نماز فجر محترم مولانا محمد اسمٰعیل صاحب منیر نے پڑھائیں۔ بعد میں آپ نے اپنے خطاب میں دعوت الی اللہ اور نماز تہجد کی اہمیت پر زور دیا اور خوشی کا اظہار کیا کہ مجلس خدام الاحمدیہ اتوار کی صبح کو نماز تہجد ادا کر رہی ہے جب کہ سب دنیا سو رہی ہے بعد میں سب حاضرین نے ناشتہ کیا۔

جماعت احمدیہ کا اجلاس عام:۔ 14 مئی بروز اتوار ایک بجے دوپہر جماعت احمدیہ کا یہ اجلاس عام دو اہمیتوں کا حامل تھا۔خلافت ڈے اور محترم مولانا محمد اسمٰعیل صاحب منیر کا خطاب، خلافت کے موضوع پر مقامی

خواتین وحضرات نے تقاریر کیں۔ جب کہ آپ نے داعی الی اللہ کے موضوع پر جماعت کے سامنے اپنا دس نکاتی پروگرام پیش کیا۔ آپ نے ایک پمفلٹ بھی تقسیم فرمایا، جس میں دس نکات درج تھے۔ آپ نے جماعت کو نصیحت فرمائی کہ ان نکات پر عمل کریں۔ نیز قرآنی پیشگوئیوں پر رنگین تصویری چارٹس کی نمائش کو احباب وخواتین نے پسند فرمایا اوران کی فوٹوسٹیٹ بنوائیں تاکہ مقامی تبلیغی اجلاسوں میں استعمال کرسکیں۔"

جلسہ سالانہ کینیڈا 1999ء میں پہلی بار شامل ہوا اور میرے تاثرات کو احمدیہ گزٹ کینیڈا نے یوں ریکارڈ کیا۔

جلسہ سالانہ کینیڈا کے متعلق چند تاثرات

مکرم مولانا محمد اسماعیل منیر صاحب (سابق سیکرٹری نصرت جہاں سکیم، ربوہ)

1982ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر ربوہ میں خوب گہما گہمی تھی۔ جیسے ہی سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا آخری خطاب ختم ہوا اور اختتامی دعا ہوئی ویسے ہی باہمی ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اس اثناء میں حضرت مولانا عبدالمالک خان صاحب ناظر اصلاح وارشاد ربوہ سے بھی معانقہ ہوا۔ آپ نے جلسہ میں شمولیت پر مبارکباد دی اور فرمایا یہ تو ''روحانی غسل'' تھا۔ میں جب بھی کسی جلسہ سالانہ میں شامل ہوتا ہوں تو حضرت مولانا عبدالمالک خان صاحب کے یہ الفاظ مجھے ہمیشہ یاد آتے ہیں اوران کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔

جماعت احمدیہ کے صدسالہ جشن تشکر کے موقع پر انگلستان میں 1989ء کے جلسہ سالانہ میں شرکت کی توفیق ملی اوراسی قسم کے ایک نہایت ہی عظیم الشان روحانی غسل کا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے موقع عطا فرمایا۔ پھر 1997ء کے جلسہ سالانہ یوکے اور جلسہ سالانہ جرمنی میں شرکت کی توفیق ملی تو وہاں وہ قومیں دیکھیں جن کو خدا تعالیٰ نے خود تیار کررکھا تھا تاوہ اس جلسہ میں شامل ہوں۔ بلکہ جرمنی میں تو انہوں نے اپنے اپنے الگ جلسے بھی منعقد کئے اور ہم ان سے بہت لطف اندوز ہوئے۔ اس طرح ربوہ اور قادیان کے جلسوں کی یادیں تازہ ہوگئیں اور گزشتہ تمام واقعات ایک فلم کی طرح آنکھوں کے آگے سے گزرنے لگے۔ الحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان نعمتوں سے متمتع ہونے کی توفیق عطا فرمارہا ہے۔

جلسہ سالانہ کینیڈا کو ایم ٹی اے پر دیکھنے کے بعد اس میں شمولیت کی خواہش بڑی شدت سے کروٹ لینے لگی۔ چنانچہ اس سال 1999ء میں اللہ تعالیٰ نے ہماری یہ خواہش بھی پوری فرما دی۔ گو کہ اس سے قبل ہم MTA کے ذریعہ نہ صرف کینیڈا کے جلسہ سالانہ کی کارروائی کو سنتے تھے بلکہ دیکھتے بھی تھے لیکن پھر بھی یہاں شامل ہونے پر یہ محاورہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ سچا ثابت ہوا اور بہت لطف آیا۔ دیدہ زیب، نہایت خوبصورت اور عالی شان مسجد بیت السلام کی روحانی فضاؤں میں اس جلسہ سالانہ میں ڈاکٹر افتخار احمد ایاز صاحب امیر جماعت احمدیہ یو کے نے حقائق و معارف کا دریا بہا دیا تو دوسری طرف مکرم مولانا نسیم مہدی صاحب امیر و مشنری انچارج کینیڈا کے افتتاحی اور اختتامی خطابات نے ہمارے ایمان، یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری راستوں کی نشاندہی فرما دی۔ مکرم مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب، مکرم مبارک احمد نذیر صاحب، مکرم ڈاکٹر سلیم الرحمان صاحب، مکرم مولانا محمد اشرف عارف صاحب نے ان راستوں کی مزید وضاحت فرمادی اور مکرم ڈاکٹر سید وسیم احمد صاحب کی تقریر نے آخری اجلاس میں آنے والے غیر مسلم معززین کے لئے الارم بجا دیا کہ اب اسلام اور احمدیت کی فتح کے دن قریب آرہے ہیں۔ دنیا کا اسلام اور احمدیت کے بغیر گزارہ ناممکن ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ان ایمان افروز تقاریر سے میری طرح اور کئی لوگوں کی بھی معلومات وسیع ہوئی ہوں گی اور خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے ہم سب کی معرفت میں غیر معمولی ترقی ہوئی۔

سفید پرندوں مکرم بشیر احمد آرچرڈ صاحب اور مکرم ہدایت اللہ ھبش صاحب کی دینی خدمات قابل رشک ہیں یہاں پر مکرم محمد اسحاق Fonseca مشنری وِنی پیگ سے مل کر طبیعت بہت خوش ہوئی اور حضرت اقدس کا یہ شعر بے ساختہ یاد آ گیا۔ ؎

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگہ زندہ وار

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان جلسوں کا ایک فائدہ یہ بھی تحریر فرمایا ہے:—

”ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر یک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس

جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے اور روشناسی ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا۔'' (آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن، جلد 4 صفحہ 352)

اس جلسہ میں ہمیں نہ صرف نئے احمدی بھائیوں سے ملاقات کرنے کا موقعہ ملا بلکہ بے شمار پرانے دوستوں سے بھی ملنے کا اتفاق ہوا جیسے گیمبیا سے آنے والے بھائی Lamin Jaware سے 30 سال بعد ملاقات ہوئی اور دل باغ باغ ہو گیا۔ انہیں میرا نام بھی یاد تھا اور ان کو یہ بھی یاد تھا کہ میں نے انہیں ربوہ میں خوش آمدید کہا تھا۔ پھر ماریشس کے احمدی بھائی آدم بہاری صاحب سے تیس سال بعد ملاقات ہوئی، انہیں دیکھا تو وہی پرانے آدم لگے۔ صرف ریش کے بال قدرے سفید معلوم ہوئے اور ان کے دوست عبدالحمید عبدالرحمن سے بھی ایک مدت بعد ملاقات ہوئی جو احمدیہ گزٹ کے فرانسیسی حصہ کے ایڈیٹر ہیں۔ مکرم خلیفہ عبدالوکیل صاحب کا نام تو اکثر احمدیہ گزٹ کینیڈا کے حوالے سے خلافت لائبریری ربوہ میں پڑھتے رہے۔ البتہ ان سے بیت السلام میں پہلی بار ملاقات ہوئی۔ بزرگوارم حسن محمد خان عارف صاحب کو ہم ربوہ سے جانتے ہیں نہایت مخلص اور محنتی کارکن ہیں۔ عزیزی ہدایت اللہ ہادی اس وقت بچے تھے غالباً ہائی سکول کے طالب علم تھے۔ احمدیہ گزٹ کینیڈا کی خدمت کرنے والوں سے مل کر طبیعت بہت خوش ہوئی۔ اسی طرح پاکستان سے آنے والے مکرم ملک لال خان صاحب اور مکرم کرنل دلدار احمد صاحب سے بھی ایک عرصہ کے بعد ملاقات ہوئی اور جلسہ سالانہ کی افادیت کا احساس اجاگر ہوا۔ پیار و محبت سے باہمی ملاقاتوں کے نظارے قابل دید تھے اور اس کے لئے انتظامیہ نے کھانے کا وقفہ لمبا کر کے ہمیں کافی آسانی بہم پہنچا دی تھی۔ جزاھم اللہ احسن الجزا۔

جلسہ سالانہ کی تمام انتظامیہ مبارکباد کی مستحق ہے۔ جلسہ سالانہ کے جملہ انتظامات بہت عمدہ تھے۔ خدمت خلق کے لئے جگہ جگہ خدام رواں دواں نظر آئے۔ اگر کہیں کوئی خلا دیکھا تو خدام اس خلا کو پر کرنے کے لئے فوراً لپکے۔ ہمیں بے حد خوشی ہوئی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لنگر ہمیں یہاں بھی نصیب ہوا۔ لنگر کی دال اور آلو گوشت حسب روایت خوب مزیدار تھے۔ کھانا سادہ

جرمنی کے جلسہ سالانہ 2000ء کے سٹیج پر حاضرین کا ایک منظر

اور اس کا حصول بھی آسان تھا۔ اصل میں ہم تو سادہ کھانا اس لئے کھاتے ہیں کہ زندگی چلتی رہے اور یہی ایک مومن کی شان ہے جو حدیث نبوی میں بیان ہوئی ہے اور اس پر اگر ترقی یافتہ دنیا کی احمدیہ جماعتیں عمل کرنا شروع کر دیں تو لوگ موٹاپے کی بیماری سے نجات حاصل کرلیں گے۔

ان ممالک میں پارکنگ ایک اہم اور مشکل مسئلہ ہوتا ہے۔ لیکن خدام الاحمدیہ نے اس کڑے مسئلے کو دارالامن کی سڑکوں کے استعمال سے آسان بنا دیا۔ بیرون ملک یا ٹورانٹو کے باہر سے آنے والے مہمانوں کی رہائش کے لئے مقامی احمدیوں نے اپنے مکانوں کے درکھول دیئے تھے، جس سے مہمان ہوٹلوں میں قیام وطعام اور دیگر اخراجات سے بچ گئے اور مہمانوں اور میزبانوں میں باہمی محبت واخوت بڑھ گئی۔ اگر یہ سلسلہ تمام ترقی یافتہ ممالک میں جاری وساری رہے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان فرمودہ جلسہ سالانہ کے اغراض ومقاصد کے حصول میں آسانی ہوگی اور ازیاد ایمان کا موجب ہوگا۔ جماعت احمدیہ کینیڈا کا یہ حسن عمل نہایت قابل رشک اور قابل تحسین ہے۔ کینیڈا کے جلسہ سالانہ کے موقع پر میرے ساتھ امریکہ سے آنے والے ایک خاندان نے اس حسن عمل کا دل کھول کر اعتراف کیا کہ کینیڈا جماعت کا یہ طرز عمل کہ جلسہ سالانہ کے مہمانوں کو اپنے گھروں میں ٹھہرایا جاتا ہے انتہائی خوشکن ہے۔

جلسہ سالانہ کے دوران میرا قیام عزیزی میاں ندیم محمود نیشنل سیکرٹری مال کینیڈا کے ہاں رہا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ سارا خاندان مخلص ہے اور سلسلہ کا فدائی اور شیدائی ہے۔ جلسہ سالانہ کے دوران سب کے سب اپنی ڈیوٹیوں پر مستعد اور چوکس رہے لیکن اس کے باوجود انہوں نے میرے آرام کا بہت خیال رکھا اور مہمان نوازی میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔ اللہ ان سب کو جزائے خیر دے۔ آمین۔ جلسہ گاہ میں سامعین کو پانی پلانے والے چھوٹے چھوٹے بچوں کا نظارہ بھی بہت ایمان افروز تھا۔ میں نے دیکھا کہ بعض معزز حضرات ان معصوم بچوں کے ننھے منھے ہاتھوں سے ٹھنڈا پانی لے کر بہت خوش ہوتے تھے۔ اور غیر از جماعت دوست ان بچوں کو دیکھ کر بہت حیران ہوتے تھے۔ حسن انتظام کے جملہ پہلوؤں میں سے میں نے چند باتوں کا اجمالاً ذکر کیا ہے ورنہ بلا مبالغہ سارے انتظامات بہت اچھے تھے اور نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیئے گئے تھے۔

دارالامن

جلسہ کے حاضرین نے جلسہ گاہ کے سامنے ''دارالامن'' کے بے شمار نئے مکانوں کو تعمیر کے مرحلوں سے گزرتے دیکھا جس سے سب کو بہت خوشی ہوئی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے مسجد بیت الاسلام کے افتتاح کے موقع پر 1992ء میں جو دعائیں کی تھیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے پورا کرنے کے سامان پیدا کر دیئے ہیں اور بیت الاسلام کے قرب میں دو سو سے زائد احمدی گھرانوں کا ایک چھوٹا سا خوبصورت پاک اور صاف شہر آباد ہوجائے گا جس کے باسی مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنے کے فرض کو بخوبی اور باآسانی پورا کر کے سچے اور مخلص مومنوں میں شامل ہوسکیں گے۔ ایسا منصوبہ تو عاجز نے کسی دیارِ غیر میں پہلی مرتبہ دیکھا ہے اور اس کی کامیابی و کامرانی کے لئے دل سے بے اختیار دعا نکلی ہے۔ اللّٰھم بارک زد فزد۔

میرے نزدیک جلسہ سالانہ کا سب سے ناقابل فراموش اور تاریخ ساز دن جلسہ سالانہ کا آخری اجلاس تھا جس میں احمدیوں کی حاضری چھ سات ہزار کے لگ بھگ تھی اور ان کے علاوہ سینکڑوں کی تعداد میں غیر مسلم معززین بھی جماعت احمدیہ کی دعوت پر موجود تھے اور انہوں نے اس اجلاس کی تمام تقاریر بڑے غور سے سنیں بلکہ ان میں سے اہم نمائندگان یعنی وفاقی اور صوبائی وزراء، مرکزی اور صوبائی پارلیمنٹ کے ممبران اور مقامی میئرز نے اپنی باتیں بھی کیں اور جلسہ سالانہ کے متعلق اپنے خوش کن تاثرات بھی بیان کئے اور حاضرین کو بہت محظوظ کیا۔ اس اجلاس کی رونق اور کامیابی سے ہمیں یہ اندازہ ہوا کہ کینیڈا میں جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ملک اور قوم کی بہت خدمت کر رہی ہے اور وہ دن دور نہیں جب جماعت کی یہی خدمات انہیں عظیم الشان فتوحات سے ہمکنار کریں گی اور اس فتح اور نصرت کی پیشگوئی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آج سے ایک سو آٹھ سال پہلے فرمادی تھی۔

''اس جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں۔ کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام قبول کرنے کے لئے طیار ہورہے ہیں۔'' (مجموعہ اشتہارات، جلد اوّل، صفحہ 340-341)

اے خدا تو اپنے فضل اور رحم کے ساتھ نہ صرف یورپ اور امریکہ بلکہ تمام دنیا کو اسلام اور احمدیت کے جھنڈے تلے جمع کردے اور حضرت اقدس کی یہ بات پوری ہو ؎

ملت احمد کی مالک نے جو ڈالی تھی بنا

آج پوری ہورہی ہے اے عزیزان دیار

جرمنی---اشاعت اسلام کا عظیم مرکز

اشاعت اسلام کے لئے لنڈن کے بعد جرمنی پر جماعت احمدیہ کی ہمیشہ توجہ رہی ہے۔ 1946ء میں جب حضرت المصلح الموعودؓ نے 11 مبلغین اسلام کو سبز پگڑیاں پہنا کر لنڈن بھجوایا تھا تو اخباروں میں ایک شور پڑ گیا تھا کہ اسلام اپنی دفاعی پوزیشن کو چھوڑ کر اب عیسائی یورپ پر حملہ آور ہو گیا ہے انہی مبلغین میں سے ہمارے دو بزرگ بھائی چوہدری عبداللطیف صاحب اور شیخ ناصر احمد صاحب جرمنی کے حصہ میں آئے تھے۔ ان کی مساعی کو کامیابی سے ہمکنار ہوتے دیکھ کر اشاعت اسلام کا پہلا مضبوط مرکز یعنی مسجد فضل عمر ہمبرگ میں قائم کیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے دوسرا اہم مرکز مسجد نور جرمنی کے بین الاقوامی اہمیت کے شہر فرینکفرٹ میں منصۂ شہود میں آ گیا۔ قرآن کریم کا جرمن زبان میں ترجمہ شائع ہو گیا جس نے تبلیغ میں اور آسانی پیدا کردی اور سفید پرندوں نے درخیوں سے پرواز کر کے اسلام کی گود میں بسیرے کرنے شروع کردیئے انہی میں سے ایک برادرم ہدایت اللہ صاحب ہبش سے 1976ء میں میری ملاقات ہوئی جب عاجز سیرالیون سے پاکستان واپس جاتے ہوئے جرمنی سے گزرا۔ پھر 1982ء میں مسجد بشارت اسپین کے افتتاح کے بعد یہاں آیا تو دوسرے سفید پرندے برادرم عبداللہ واگس ہاؤزر سے ملاقات ہوئی۔ یہ دو دیوانے دیکھے جن کے متعلق حضور المصلح الموعودؓ کی یہ خواہش پوری ہوتی نظر آتی ہے ؎

کام میرا پورا ہو گر مل جائیں مجھے دیوانے دو

نیشنل قائد خدام الاحمدیہ محترم عبداللہ صاحب کی مدد کے لئے اللہ تعالیٰ نے پاکستان سے آنے والے احباب جماعت کو توفیق دی اور انہوں نے جماعتی کاموں میں تیزی پیدا کردی۔ ہجرت کے بعد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے لنڈن سے بار بار دورے کر کے یہاں کے داعیان

اور داعیات الیٰ اللہ کی تبلیغی مساعی کو تیز تر کر دیا اور نہ صرف جرمنوں بلکہ ارد گرد رہنے والی سفید فام قوموں کے دلوں پر بھی لا الہ الا اللہ کی مہر لگا کر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ؒ کی خواب کو پورا کر دیا۔ یہاں تک کہ من ہائیم کی مئی مارکیٹ میں جلسہ سالانہ 2000ء میں عاجز نے اپنی آنکھوں سے چھ ہزار سے زائد سفید فاموں کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی دلوں کو موہ لینے والی باتیں سنتے دیکھا جن کے چہرے آسمانی نور سے دمک رہے تھے اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی اس پیشگوئی کی صداقت پر مہر لگا رہے تھے ؎

آ رہا اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگاہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہل دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

جرمنی کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ دنیا کے ستائے ہوئے مظلوم لوگ یورپ ایشیاء افریقہ اور امریکہ سے یہاں آتے ہیں جرمن حکومت اُن پر رحم کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ حسب وعدہ جرمن حکومت پر رحم کرتا ہے، جس سے یہ قوم یورپ کی لیڈر بنتی جارہی ہے اور جماعت احمدیہ کے ذریعہ یہ ملک اشاعت اسلام کا عظیم مرکز بن رہا ہے۔ یہاں سے احمدیہ مبلغ مختلف ہمسایہ ملکوں میں بھی تبلیغ اسلام کے لئے آجارہے ہیں اور جرمنی کے شعبہ اشاعت کی مختلف زبانوں میں کتابیں بھی دور دور تک پھیل رہی ہیں۔

مذکورہ بالا ان دیوانوں سے میرا وعدہ تھا کہ موقع ملنے پر میں بھی جرمنی میں تبلیغ اسلام کے لئے آؤں گا۔ خدا تعالیٰ نے مجھے اپنا وعدہ یوں پورا کرنے کی توفیق دی کہ میرے بیٹے عزیزم محمد الیاس منیر کو 1994ء میں یہاں کا مربی بنادیا۔ پہلے یوسف علیہ السلام قید سے آزاد ہو کر مادی دانے تقسیم کرتے تھے اور الیاس منیر کو قید سے رہائی پر روحانی دانے (قرآن مجید اور دیگر اسلامی کتب) تقسیم کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ دے رہا ہے۔ جس کا مشاہدہ میں نے خود بھی جرمنی کے جلسہ سالانہ 1997ء پر حاضر ہو کر کیا اور اپنے دونوں دوستوں کو بتایا

کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرا وعدہ تو بہتر رنگ میں پورا ہو رہا ہے تاہم میری خواہش ہے کہ موقع ملنے پر خود بھی اشاعت اسلام کے اس عظیم مرکز میں کچھ کام کروں۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ موقع اُس نے امسال فراہم کر دیا ہے۔ عاجز جلسہ سالانہ جرمنی 2000ء کے لئے پہنچا تو آتے ہی برادرم عبداللہ صاحب امیر جماعت جرمنی کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی رضا کارانہ خدمات زبانی وتحریری طور پر پیش کر دیں۔ احباب و خواتین کے تعاون سے گذشتہ چند ہفتوں میں اللہ تعالیٰ نے مختلف وقتوں میں بہت سی خدمات کی توفیق دی ہے۔ جن میں سے چند ایک کا مختصر ذکر کرتا ہوں۔

:1۔ مجلس انصاراللہ فرینکفرٹ Zeil کے مرکز میں مقامی انتظامیہ کی اجازت سے تبلیغی بکسٹال ہفتہ کے دن صبح 9 سے 4 بجے تک لگاتی ہے جس کو دیکھنے والے تو ہزاروں ہوتے ہیں۔ سینکڑوں سے رابطہ ہو جاتا ہے اور درجنوں کتابیں لے جاتے ہیں، جن کے سوالات کے جوابات دینے کا موقع بھی مل جاتا ہے۔ عاجز کو دو مرتبہ تبلیغی سٹال پر سارا دن حاضر رہ کر خدمت کا موقع ملا۔ پھر سٹال کو دلچسپ بنانے کے لئے تجاویز سوچیں بلکہ دو عدد رنگین تصویری چارٹس بنا کر دیئے اور انصاراللہ کے ماہنامہ الناصر میں اس سٹال کو پاکستان میں احمدیہ تبلیغ پر پابندی کے خلاف حسین انتقام کا نام دیا اور ایک مضمون کے ذریعہ ہر جگہ ایسے سٹال لگانے کی تلقین کی۔ زعیم اعلیٰ محترم میاں عبدالسلام صاحب کی مساعی اس سلسلہ میں قابل تقلید ہے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

:2۔ جلسہ سالانہ جرمنی 2000ء کے موقع پر مختلف قوموں اور VIP مہمانوں سے مل کر جماعت احمدیہ کے متعلق معلومات بہم پہنچائیں۔ پریس کے نمائندگان سے بھی ملاقاتیں کیں۔ MTA کے نمائندہ کو انٹرویو میں جلسہ سالانہ جرمنی کو ایک عظیم انعام کے طور پر پیش کیا جہاں اللہ تعالیٰ نے مختلف قوموں کو اکٹھا کر دیا ہے جن کو وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے تیار کر رہا تھا۔ یہ انٹرویو براہ راست نشر ہوا اور دنیا بھر کے لوگوں نے اس سے استفادہ کیا، اسی موقع پر اہم مہمانوں سے انٹرویو ریکارڈ کروانے میں میر عبداللطیف صاحب سیکرٹری تبلیغ اوفن باخ کی مدد کی، جو اپنے لوکل ریڈیو اور ٹی وی سے ہر ہفتہ احمدیہ پروگرام نشر کراتے ہیں۔

:3- عید الفطر کی نماز Dietzenbach کے لوکل امیر برادرم اسحاق اطہر صاحب کی خواہش پر وہاں پڑھائی اور خطبہ عید میں بتایا کہ حضرت المصلح الموعودؓ کی خواہش کے مطابق تبلیغ اسلام کا جذبہ ہماری نسلوں میں کس طرح جاری وساری رکھا جاسکتا ہے۔ حاضری 500 تھی۔

:4- Nidda کے صدر برادرم مشتاق احمد ظہیر صاحب کی خواہش پر نماز جمعہ اُن کے سینٹر میں پڑھائی اور خطبہ جمعہ میں بتایا کہ رمضان المبارک میں روزے رکھ کر اللہ تعالیٰ سے جو تعلق جوڑا ہے اس کو مضبوط کرنے کے لئے حضرت محمد ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی تبلیغ کے میدان میں اتباع کریں۔

:5- Nidda میں ہی نماز جمعہ کے بعد ایک نکاح کا اعلان کیا جو عزیزم برھان نذیر اور عظمیٰ رشید کے درمیان طے پایا تھا۔ عزیزم برھان مولانا نذیر احمد صاحب علی مجاہد سیرالیون کا پوتا اور مولانا عبدالکریم صاحب شرما مجاہدِ مشرقی افریقہ کا نواسہ ہے اور عزیزہ عظمیٰ شیخ عبدالقادر صاحب محقق عیسائیت کی بہن کی پوتی ہے۔ دولہا کے والدین ڈاکٹر بشارت نذیر اور عزیزہ ریحانہ بشارت سے ملاقات کر کے خوشی ہوئی۔ ہم آج سے 25 سال قبل سیرالیون میں اکٹھے کام کرتے تھے۔ خطبہ نکاح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی طرح بیویوں سے حسن سلوک سے گھر کے اپنے گھروں کو جنت بنانے کے علاوہ جماعتی ترقی کیلئے Inter-marriages کو اختیار کرنے پر زور دیا۔ خوشی کی بات ہے اگلے دن ہی دو اور شادیوں میں شامل ہونے کا موقع ملا جن میں سے ایک میں پاکستانی دُلہن اور جرمن دُولہا تھے۔ دُولہا کی بارات میں اُس کے والد اور دیگر رشتہ دار ہشاش بشاش نظر آئے۔ دوسری شادی رائے محمود اکبر صاحب کی تھی اُن کے حاضرین میں ڈاکٹر کیوبلر سے ملاقات دلچسپ اور مفید رہی۔ وہ ربوہ کی زیارت بھی کر چکے ہوئے ہیں۔

:6- Limeshain کے صدر محترم ثاقب مسعود صاحب کی درخواست پر نماز جمعہ اُن کے سینٹر پر بھی پڑھائی جس میں رمضان المبارک میں تین کام (روزہ، تلاوت قرآن کریم اور دعائیں) کر کے قرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دعوت عام دی ہوئی ہے۔ اس سے استفادہ کرنے کی تحریک کی۔

:7- اُسی شام وہاں کے بُرگر ہال میں چار بچوں اور بچیوں کے قرآن مجید مکمل کرنے پر اجتماعی تقریب

آمینؑ میں شمولیت کی۔ افطاری کے بعد بچیوں سے قرآن مجید سنا۔ سب سے ترتیل سے سُن کر خوشی ہوئی اور اجتماعی دعا میں 150 احباب و خواتین شامل ہوئے۔ بچوں کو نصیحت کی کہ اب انہیں ہر روز تلاوت قرآن مجید کرنی ہے اور والدین کو تحریک کی کہ اب ان بچوں کو جرمن ترجمہ والا لے کر دیں تا اس کے ذریعہ یہ اپنے جرمن دوستوں کو بھی قرآن سکھائیں کہ تبلیغ اسلام کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔

:8- مکرمی میر عبداللطیف صاحب سیکرٹری تبلیغ اوفن باخ نے محترم لوکل امیر صاحب سے اجازت لے کر اُن کے سینٹر ایوان خدمت میں نماز جمعہ پڑھانے کی خواہش کی۔ وہاں خطبہ جمعہ میں یورپ کب اور کیسے مسلمان ہوگا ،کی تفصیل بتائی یہی تفصیل حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ میں لجنہ اماء اللہ کے ماہنامہ خدیجہ میں بھی شائع کرواچکا ہوں۔

:9- وہاں ہی ایک مقامی ہال میں بین المذاہب سیمینار میں شرکت کی جس میں یہودی اور عیسائی کی تقریروں کے بعد محترم ہدایت اللہ صاحب ھبش نے شاندار تقریر کی۔ ریفریشمنٹ کے وقفہ میں جرمن دوستوں سے ملاقاتیں بھی ہوئیں جنہیں اسلامی لٹریچر بھی پیش کیا گیا۔

:10- Bornheim جماعت کے صدر مکرم عبدالقیوم صاحب شاکر کی درخواست پر مسجد نور میں ماہانہ اجلاس میں شامل ہوا۔ احباب و خواتین کو جرمن لوگوں میں تبلیغ اسلام کا آسان حل بتایا کہ اپنے ہمسائیوں کو منتخب آیات قرآنی کا رسالہ بطور تحفہ پیش کیا جائے۔ احمدی طلبا و طالبات اس سکیم سے فائدہ اُٹھائیں۔

:11- عزیزم طارق محمود صاحب کارکن شعبہ اشاعت کی شادی خانہ آبادی میں شامل ہونے کا موقع ملا اُن کی بارات مورخہ 16 دسمبر 2000 کو Maintal سے Fulda لے کر گئے، جہاں دُلہن کے والد محترم ڈاکٹر صدیق احمد قیصر نے ایک ہال میں پاکستانی اور جرمن مہمانوں کے ساتھ خوش آمدید کہا۔ افطاری کے بعد میزبان کی درخواست پر عاجز نے شادی کے متعلق اسلامی ہدایات بتائیں جن کا جرمن ترجمہ سن کر جرمن دوست بہت خوش ہوئے۔ اجتماعی دعا پر یہ مجلس برخواست ہوئی۔

:12- مورخہ 17 دسمبر کو عزیزم طارق محمود صاحب ابن بشارت احمد شاہد کی طرف سے ولیمہ کا انتظام ناصر باغ میں تھا، جس میں محترم امیر جماعت جرمنی عبداللہ واگس ہاؤزر کے ساتھ بہت سے جرمن اور پاکستانی

بہن بھائی حاضر ہوئے۔ کھانے کے بعد محترم امیر صاحب نے جرمن زبان میں محترم طارق صاحب کو مبارک باددی اور مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور دلہا اور دلہن کی کامیاب زندگی کے لئے اجتماعی دعا کروائی۔

:13 –محترم حیدرعلی صاحب ظفر مشنری انچارج جرمنی کے ارشاد کی تعمیل میں ناصر باغ میں تعلیم القرآن کلاس میں حدیث کا مضمون پڑھایا۔کلاس میں ساٹھ ستر طالبات شامل تھیں اُن کے سوالات کے جوابات بھی دیئے

۔

:14 – Darmstadt کی تعلیم القرآن کلاس میں بھی قائد صاحب کی درخواست پر شامل ہوا اور تقسیم انعامات کی ڈیوٹی بجالایا۔حاضرین 100 تھے سب کو اشاعت قرآن کی تحریک کی تا اسلام جلد غالب ہو۔

:15 –حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریک ''جرمنی میں سو مساجد'' کے ماتحت مکمل ہونے والی پہلی احمدیہ مسجد ''بیت الحمد'' Wittlich میں نماز ادا کرنے کے لئے 150 کلومیٹر کا سفر مکرم محمد الیاس صاحب منیر کی معیت میں کیا، وہاں کے ریجنل امیر محترم طاہر احمد صاحب ظفر (جو کہ استاذیٔ المحترم مولانا ظفر محمد صاحب ظفر کے چھوٹے بیٹے ہیں) اور اُن کی جرمن بیگم اور بچوں نے شاندار Wellkomen کیا۔ مسجد میں نماز مغرب اور عشاء باجماعت ادا کرنے کا بہترین لطف آیا۔دل سے وہاں کے باسیوں اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت وسلامتی کے لئے دعائیں نکلیں تا اللہ تعالیٰ اُن کو یہ سو مساجد جلدی دکھادے۔

:16 – Steinbach کے مکرم شیخ عبدالمجید صاحب ابن شیخ عبدالرب صاحب نومسلم کے ہاں دو بار تبلیغی میٹنگ میں حاضر ہوا۔پہلی مرتبہ تو کوسووا کے چند دوست موجود تھے جو جلسہ سالانہ جرمنی 2000ء میں بھی شامل ہوئے تھے۔ دوسری مرتبہ اسپین کی ایک فیملی تشریف لائی جو اسپین کی مسجد بشارت کی تصویر دیکھ کر بہت خوش ہوئی انہوں نے اپنی زبان میں مزید لٹریچر کا مطالبہ کیا۔ان سب کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے سوال وجواب کی وڈیو کیسٹ ٹی وی پر دکھائی اور سنائی گئی۔

:17 –محترمہ کوثر شاہین صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ فرینکفرٹ کی درخواست پر جلسہ سیرت النبیؐ میں تقریر کی۔ عنوان تھا ''آنحضرتؐ کا تبلیغی اسوۂ حسنہ'' جسے اپنا کر احمدی عورتیں جرمن بہنوں کو مسلمان بنا سکتی ہیں۔اس جلسہ کی رپورٹ اخبار احمدیہ میں بھی شائع ہوئی۔

:18—قریشی حمید صاحب کی بھتیجی کے رخصتانہ پر حاضر ہو کر کھانے سے پہلے حاضرین کی خدمت میں اسلامی شادی کی افادیت پر تقریر کی۔جس کو سُن کر جرمن دوست بھی خوش ہوئے۔

:19—مکرم مبارک احمد صاحب جاوید صدر جماعت Bonames کی درخواست پر اُن کے ماہانہ اجلاس میں ''ہم تبلیغ کیسے کریں'' پر احباب و خواتین کو خطاب کیا۔

:20—حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو کشف میں Friday the 10th دکھایا گیا تھا اُس کے بعد 10 دسمبر 1989ء کو جمعہ کے دن ہی دیوار برلن جرمنوں نے توڑ پھوڑ دی اور مغربی اور مشرقی برلن کا اتحاد ہو گیا۔اس اہم واقعہ کی سالگرہ ہر سال یکم اکتوبر کو منائی جاتی ہے اور گھروں کے دروازے مہمانوں کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں۔ جماعت احمدیہ جرمنی بھی اپنے مراکز میں سب کو دعوت عام دیتی ہے۔عاجزیہ نظارہ دیکھنے کے لئے بیت القیوم میں حاضر ہوا۔ جہاں مہمانوں کے سوالات کے جوابات دینے کا موقع بھی ملا۔ خوشی ہوئی کہ اسلامی مما لک اور پاکستان تو ہماری تبلیغ پر پابندیاں لگاتے ہیں اور یہاں غیر مسلم مما لک ہماری اسلامی تبلیغ کو Welcome کرتے ہیں۔اُس دن کی رپورٹ بھی اخبار احمدیہ میں شائع ہوئی۔

:21—Dietzenbach کے لوکل امیر کی درخواست پر اُن کے ماہانہ اجلاس میں حاضر ہوا اور 100 سے زائد حاضرین کو جرمن لوگوں میں تبلیغ کرنے کے آسان ذرائع بتائے۔

:22—محترم فلاح الدین صاحب لوکل امیر Frankfurt-Ctiy کی درخواست پر اُن کے سالانہ جلسہ سیرت النبیؐ پر تقریر کی اور حاضرین کو اسوۂ رسول ﷺ سے اشاعت قرآن کے آسان گُر ذہن نشین کروائے۔اس جلسہ کی رپورٹ بھی اخبار احمدیہ میں شائع ہوئی۔

:23—احمدیہ بلیٹن کے لئے رمضان المبارک سے ہم کس طرح استفادہ کر سکتے ہیں پر مضمون لکھا ہوا جو شائع ہو کر بہتوں کے لئے بھلے کا باعث بنا۔

:24—نیا سال بلکہ نئی صدی نہیں بلکہ نئے ملینم کی آمد پر یکم جنوری 2001ء کو نماز تہجد کے

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں مرہم بیان کرام
سیکرٹری صدیقہ المبشر بنت محمد اسماعیل منیر کی رہنمائی میں جلسہ سالانہ قادیان 1991ء پر مسجد اقصیٰ قادیان میں

لئے بیت القیوم میں عزیزم الیاس منیر صاحب کے ساتھ حاضر ہوا اور انفرادی اور اجتماعی دعاؤں کا موقع ملا۔ نماز فجر کے بعد درس الحدیث سنا اور مہتمم صاحب مقامی عارف منظور صاحب کی راہنمائی میں اجتماعی وقارِ عمل میں شامل ہوا۔ اجتماعی ناشتہ کے بعد محترم لوکل امیر صاحب کی نصیحت "احمدیہ مساجد کو آباد کردو" سنی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ نئے سال کی آمد کی خوشی میں ہم نے اپنے خاندان کے افراد کو بھی اکٹھا کیا اور عزیزہ طاہرہ الیاس نے مزیدار کھانوں سے سب کی ضیافت کی۔ اس سے چند دن پہلے عید ملن ڈنر میں ہمارے جرمن احباب کی خدمت کا موقع بھی عزیزہ طاہرہ کو مل چکا تھا اور اس سے قبل جلسہ سالانہ جرمنی پر آنے والے ربوہ اور قادیان کے نمائندگان کی خدمت کا موقع بھی ہمیں ملا تھا۔

:25– دو مرتبہ نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے احمدیہ مرکزی مسجد نور میں حاضر ہوا۔ جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پکڑے ہوئے سفید پرندے برادرم ہدایت اللہ ھبش کے پُرمعارف خطبات سنے اور اُن کی اقتداء میں نمازیں ادا کر کے بے حد خوشی ہوئی اور دل سے دعا نکلی کہ اے اللہ! اس جیسے سفید پرندے ہمیں مزید دے اور جلد ہی دے۔ نماز کے بعد برادرم حاجی عبدالھادی کیوسی، جنہوں نے مسلمان ہونے کے بعد عربی سیکھی اور قرآن کریم کا اسپرانٹو زبان میں ترجمہ کیا اور خود ہی شائع کروایا، کی قبر پر دعا کرنے کے لئے قبرستان بھی گیا، جہاں بہت سے احمدیوں کے علاوہ مرحوم برادرم مسعود احمد صاحب جہلمی سابق مبلغ جرمنی بھی ہماری دعاؤں میں شامل ہوگئے۔

:26– فرینکفرٹ میں کتابوں کے بین الاقوامی نمائش میں دنیا بھر کے آٹھ دس ہزار پبلشر شامل ہوتے ہیں وہاں جماعت احمدیہ کے شعبہ اشاعت نے بک سٹال لگایا جس کو ہزاوں لوگوں نے دیکھا۔ عاجز بھی دو دن سٹال پر جاتا رہا۔

:27– خدام الاحمدیہ جرمنی کے بعد انصار اللہ جرمنی نے بھی ایک باتصویر سوونیئر شائع کیا جو انصار اللہ کی مساعی کا شاندار تاریخی مرقع ہے۔ اُن کے سٹال سے ایک کاپی مجھے بھی ملی۔ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ محترم داؤد کاہلوں صاحب اور اُن کے ساتھی اس شاندار کارنامہ پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔

:28–مکرم لئیق احمد صاحب مربی سلسلہ وانچارج MTA کے ارشاد کی تعمیل میں مبشر سٹوڈیو میں حاضر ہو کر

اسلامی آداب پر بیس پچیس پروگرام ریکارڈ کروائے جن کا اردو کے ساتھ ساتھ جرمن زبان میں ترجمہ بھی ہوا۔ یہ پروگرام ہر ہفتہ جرمن سروس میں MTA لندن سے نشر ہو رہے ہیں۔

:30— اظہار تشکر، میرے قیام کو آرام دہ اور دلچسپ بنانے میں عزیزم محمد الیاس منیر، اُن کی بیگم طاہرہ الیاس اور اُن کے بچوں عزیزم طارق الیاس، خالد الیاس اور رستگار احمد الیاس نے خوب تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔ حسب وعدہ اپنی رحمتوں اور برکتوں سے اُن کی جھولیوں کو بھر دے اور ترقیات کے نئے سے نئے راستے کھول دے۔ آمین۔ دلی دعا ہے۔

اے میرے پیارے! فدا ہو تجھ پر ہر ذرہ مرا
پھیر دے میری طرف اے ساربان جگ کی مہار
ان دلوں کو خود بدل دے اے مرے قادر خدا
تو تو رب العالمین ہے اور سب کا شہر یار

قادیان جلسہ سے واپسی پر روزنامہ الفضل ربوہ کے دفتر میں حاضر ہوا تو محترم عبدالسمیع خان مدیر الفضل اور اُن کے ساتھیوں سہیل شوق صاحب اور عبدالستار خان صاحب نے خوش آمدید کہا اور جلسہ قادیان کے حالات سن کر خوش ہوئے پھر اُن کے قارئین کی خاطر اُسی رات یہ مضمون لکھ کر پیش کر دیا جو روزنامہ الفضل ربوہ 16 دسمبر 2000ء میں شائع ہوا ہے۔

احمدیت کی نرالی دنیا، ایک گھر، ایک خاندان

پانچ ممالک کے جلسہ ہائے سالانہ کا آنکھوں دیکھا حال

(محترم مولانا محمد اسماعیل منیر صاحب)

2000ء میں پانچ ممالک کے سالانہ جلسوں میں شرکت کی توفیق اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مجھے دی یہ جلسے 20 ویں صدی کے آخری جلسے ہونے کی وجہ سے تاریخی اہمیت کے حامل تھے۔ امریکہ، کینیڈا، برطانیہ، جرمنی، قادیان۔ سارے جلسوں میں ایمان افروز نظارے دیکھے الحمدللہ ہر جلسہ کا اپنا اپنا خاص رنگ بھی تھا، ان کے کچھ احوال پیش خدمت ہیں:۔

جلسہ سالانہ امریکہ

امریکہ کے جلسہ سالانہ میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے پوتے محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ امریکہ کے افتتاحی اور اختتامی خطاب پر شوکت تھے۔ پھر حضرت اقدسؑ کی زبردست پیشگوئی کے مطابق آپ کی زندگی میں ڈاکٹر الیگزنڈر ڈوئی کی عبرتناک موت کے نشان پر پُر جوش تقاریر بہت پسند کی گئیں اور جلسہ کے تین دنوں میں سفید فام امریکیوں سیاہ فام افریقن اور ایشین احباب کا باہمی ملاقاتوں کا نظارہ قابل دید تھا جو مجھے بہت پسند آیا۔

جلسہ سالانہ کینیڈا

اس کے بعد کینیڈا کا جلسہ دیکھا تو وہاں کی حاضری خوب تر تھی جس میں ایک بھاری تعداد سیاسی اور سماجی شخصیتوں کی تھی جو جماعت احمدیہ کی خدمات کی وجہ سے کھچی چلی آئیں اس کا اظہار انہوں نے اپنی تقاریر میں بھی خوب کیا۔ اس جلسہ میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے نمائندہ کے طور پر مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل الاعلیٰ تحریک جدید تشریف لائے جن کی دو تقریریں قابل ذکر ہیں۔

جلسہ سالانہ برطانیہ

تیسرا جلسہ برطانیہ کا دیکھا اور سنا جس میں حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی حاضری نے اسے عالمگیر جلسہ کی حیثیت دی ہوئی تھی۔ حضور کی پُر معارف افتتاحی و اختتامی تقریروں کے علاوہ دوسرے دن کی تقریر جماعت احمدیہ پر افضال الٰہی اور دنیا بھر کی خدمات پر حاوی تھی پھر عالمی بیعت جس میں چار کروڑ سے زائد افراد دنیا بھر کے ملکوں سے شامل ہوئے اور انہوں نے بیعت کے الفاظ اپنی اپنی زبان میں دوہرائے یہ روح پرور نظارہ تھا جو دنیا میں کہیں اور نظر نہیں آتا حضور جب حضرت اقدس مسیح موعود کا لمبا کوٹ پہن کر بیعت لینے

کے لئے تشریف لائے تو آپ کا چہرہ خوشی کے نور سے چمک دمک رہا تھا۔

{ہمارے والد میاں فضل کریم صاحب مرحوم صحابی کی خوش قسمتی کہ ان کا بیٹا (عاجز) دو پوتے (عزیزان محمد الیاس صاحب منیر مربی جرمنی، عبدالمنان صاحب طاہر مربی برطانیہ)، ایک نواسہ (عزیزم محمد عبدالرزاق صاحب واقف زندگی PTI جامعہ احمدیہ ریٹائرڈ) ایک پڑنواسہ (عزیزم عبدالماجد صاحب طاہر ایڈیشنل وکیل التبشیر) کل پانچ افراد خاندان حضور کے قریب بیٹھنے والوں میں شامل تھے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء}

جلسہ سالانہ جرمنی

جرمنی کے جلسہ میں بھی شمولیت کا موقعہ ملا جس کی بے شمار خوبیوں میں سے سب سے نمایاں جو نظر آئی وہ مختلف قوموں کی شمولیت تھی جن کو خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق تیار کر رکھا تھا ان مختلف قوموں کے اپنی اپنی زبانوں میں بھرپور جلسے الگ الگ ہوئے جن میں حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز بھی حاضر ہوتے رہے یہ امر ان کی خوشی کو دوبالا کرنے کا باعث بنا۔ دوسرے روز شام کا اجلاس جرمن زبان کے لئے مخصوص تھا جس میں 6 ہزار سے زائد یورپین سفید فام لوگ شامل ہوئے مکرم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب امیر جماعت احمدیہ جرمنی نے ان کو خوش آمدید کہا اور برادرم مکرم ہدایت اللہ ھبش صاحب نے ان کو احمدیت کی خوبیاں بتائیں پھر چائے کے وقفہ کے بعد حضور تشریف لائے تو سوال و جواب کی محفل خوب دلچسپ تھی اور سفید چہرے خوشی سے تمتما رہے تھے اس نظارہ نے مجھے حضرت مسیح موعود کے یہ شعر یاد کروا دیئے ؎

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگاہ زندہ وار

آرہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار
آسمان پر دعوت حق کے لئے اک جوش ہے
ہورہا ہے نیک طبعوں پر فرشوں کا اتار

جلسہ سالانہ قادیان

اب قادیان کے 109 ویں جلسہ سالانہ کا آنکھوں دیکھا حال سنیئے یہ جلسہ حاضری کے لحاظ سے سب جلسوں پر نمبر لے گیا پہلے دن جلسے کی افتتاحی تقریب میں حاضرین 25 ہزار سے زائد تھے جو بڑھتے بڑھتے آخری دن 40/45 ہزار تک پہنچ گئے۔ جالندھر کے ایک روزنامے ہندسماچار نے 45 ہزار نوٹ کی ہے۔ حاضرین میں دنیا کے مختلف ملکوں کے نمائندوں کے علاوہ ہندوستان کے دور دراز کے علاقوں سے آنے والے بھی شامل تھے جن کے لئے تقریروں کا ترجمہ ان کی علاقائی زبانوں میں کرنے کا انتظام بھی تھا۔ اکثر تقریریں اردو میں ہوئیں تاہم پنجابی اور ہندی زبانوں کا بھی حصہ تھا مختلف نمائندوں کی تعارفی تقاریر کے علاوہ انگریزی، بنگلہ اور دیگر علاقائی زبانوں میں بھی تھیں۔ گویا تقریروں کے لحاظ سے یہ جلسہ بین الاقوامی نوعیت اختیار کر گیا تھا۔ اس جلسہ کی جان تو ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا پیغام تھا جو جلسہ کی رپورٹیں ملنے پر حضور نے بھجوایا کہ اس جلسہ میں شامل ہونے والے سب حاضرین کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان سب دعاؤں کا مورد بنائے جو حضرت اقدس مسیح موعود نے جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والوں کے حق میں مانگی تھیں۔

اس جلسہ کی اہم تقریر محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی قادیان کی تھی جو رخصت لے کر امریکہ گئے ہوئے تھے اور جلسہ میں شمولیت کے لئے چند دنوں کے لئے تشریف لائے تھے ان کی آمد اور ملاقاتوں سے بھی حاضرین کو خوشی ہوئی ان کی تقریر سیرت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر تھی۔ پھر دوسری اہم تقریر حکیم محمد دین صاحب صدر وقف جدید کی ''حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت قرآن'' کے عنوان پر تھی جو معلومات سے پُر تھی۔ باقی تقریریں جو ہمارے جوان ناظروں نے فرمائیں علمی لحاظ سے بہت مفید تھیں مگر مولانا محمد انعام صاحب غوری ناظر اصلاح وارشاد نے بیسویں صدی کے آخری دس سالوں میں جماعت احمدیہ قادیان اور ہندوستان کی ترقی کے جو گراف پیش فرمائے وہ حیران کُن تھے۔ 1991ء کے جلسہ سالانہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی شمولیت کی برکت سے یہ زبردست انقلاب آیا ہے کہ ترقی کی رفتاریں دن دوگنی اور رات چوگنی تیزی آ گئی ہے اور صرف ہندوستان میں کروڑوں بیعتیں ہو رہی ہیں۔

مہمان نوازی:— مہمانوں کی رہائش کے لئے درویشوں نے اپنے مکانوں کے دروازے تو کھول ہی رکھے تھے، ہائی سکول، مدرسہ احمدیہ اور گیسٹ ہاؤسز بھی سب بھرے ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ خیمہ بستیاں بھی ہزاروں مہمانوں کو اپنے دامن میں لئے ہوئے تھیں سب سے بڑی خیمہ بستی میں پندرہ سے بیس ہزار مہمان مقیم تھے وہاں کے انچارج مولانا سلطان ظفر صاحب کے ہمراہ پہنچا تو وہاں کی دنیا ہی نرالی تھی۔ یہ بستی چار محلوں میں بٹی

ہوئی تھی۔ ہر محلہ کے لئے الگ الگ منتظم کام کرتے نظر آئے۔ لاؤڈ سپیکر کا انتظام اکٹھا تھا مگر کھانے پینے اور نمازوں کے لئے بیوت الذکر کا انتظام الگ الگ تھا۔ پھر بیوت الذکر میں عورتوں کا حصہ الگ تھا۔ اس بستی کے مکینوں سے ملاقاتیں ہوئیں۔ یہ دیہاتی لوگ غریب نظر آئے مگر انکے چہروں پر ایمان کی روشنی نمایاں تھی اور ان کی باتوں میں جلسہ میں شمولیت پر خوشی کا اظہار تھا اور اگلے سال مزید نئے بھائیوں کو جلسہ میں شامل کرنے کا عزم تھا تا وہ بھی جلسہ کی برکات سے بہرہ ور ہوں۔ ان باتوں سے یقین ہوا کہ واقعی احمدیت کا مستقبل ہندوستان میں درخشندہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔

جلسہ کے تینوں دن سرکاری عہدیداروں وزیروں کے علاوہ علاقہ کے سکولوں کے طلبہ و طالبات بھی حصہ لیتے رہیں سکھوں کی ایک بڑی تعداد ٹولیوں کی شکل میں اپنے لیڈروں سمیت شامل ہوتی رہی ملکی پریس والوں نے بھی جلسہ کی خبریں خوب دیں جن کے نئے سے نئے تراشے ہر روز ایک بورڈ پر لگائے جاتے تھے۔ ایک اخبار نے تو جلسہ کی 25/30 فوٹوز بھی دیں اور جلسہ کی کارروائی کی مکمل روئیداد بھی شائع کی یہ اخبار یں اردو، پنجابی، ہندی اور انگریزی کی تھیں پھر ریڈیو اور ٹی وی پر بھی جلسہ کی خبریں ساتھ کے ساتھ نشر ہوتی رہیں۔ پریس کے علاوہ دیگر حکومتی اداروں نے بھی خوب تعاون کیا گرد و غبار سے حاضرین کو بچانے کیلئے ایک اہم کچی سڑک کو راتوں رات پکا بنا دیا گیا۔ احمدیہ محلہ کی گلیوں کو پہلے ہی سیمنٹ سے پختہ بنا دیا گیا تھا۔ قادیان کا ریلوے سٹیشن بھی بہت مصروف رہا جہاں دور دراز کے علاقوں سے جلسہ کے حاضرین سے بھری ہوئی کئی سپیشل ٹرینیں آ جا رہی تھیں۔

اس جلسہ میں سب سے زیادہ دلچسپ نظارہ دعاؤں کا تھا تہجد کے لئے جاؤ تو مساجد بھری ہوئی۔ بیت

الدعا میں جاؤ تو انتظار کرنے والوں کی لمبی لائنیں ۔بہشتی مقبرہ میں دعائیں کرنے والوں کا دن رات تانتا لگا ہوا نظر آتا تھا۔جلسہ کی افتتاحی اور اختتامی دعاؤں میں حاضرین کی گریہ وزاری زائرین کیلئے ایک عجوبہ تھی۔مختصر یہ کہ قادیان ایک مامور کی تخت گاہ میں اس جلسہ گاہ کی روحانی برکات کے نزول کا ہم نے خود مشاہدہ کیا اور دنیا بھر کو اس سے بہرور ہونے کے لئے دل سے دعائیں نکلیں ۔اے ہمارے پیارے خدا! تو ہماری مناجات کو قبول فرما۔آمین۔

آسمان پر دعوت حق کے لئے اِک جوش ہے　　　ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار

یورپ میں اسلام کب اور کیسے؟

:1– ہمارے آقائے نامدار حضرت خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا تھا کہ "طُلوعُ الشَّمس مِن مَغربِها" اس کی تشریح میں حضرت امام مہدیؑ نے فرمایا

"سو ایسا ہی طلوع الشّمس جو مغرب سے ہوگا ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔لیکن اس عاجز پر جو ایک رویا میں ظاہر کیا گیا ہے وہ یہ کہ جو مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے جو کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر وضلالت میں ہیں آفتاب صداقت سے منور کئے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا اور میں نے دیکھا کہ میں شہر لندن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور اُن کے رنگ سفید تھے اور شائد تیتر کے جسم کے موافق اُن کا جسم ہوگا سو میں نے اُس کی یہ تعبیر کی کہ اگرچہ میں نہیں مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کا شکار ہو جائیں گے۔"

(ازالۂ اوہام، جلد دوئم، صفحہ 376-377)

:2– حضرت مسیح موعودؑ نے 7 دسمبر 1892ء کو جلسہ سالانہ کے دعوتی اشتہار میں فرمایا:

"اس جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سو فیصد لوگ اسلام کے قبول کرنے کے لئے

تیار ہورہے ہیں۔'' (مجموعہ اشتہارات، جلد 1، صفحہ 341)

:3– آپ پھر خبر دیتے ہیں:–

''مریم کی معبودانہ زندگی پر موت آئے گی نیز اُس کا بیٹا اب ضرور مرے گا... نئی زمین ہوگی اور نیا آسمان ہوگا... اوراب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا اور بعد اس کے توبہ کا دروازہ بند ہوگا کیونکہ داخل ہونے والے بڑے زور سے داخل ہوجائیں گے''۔ (مجموعہ اشتہارات، جلد 2، صفحہ 612)

:4– آپ پھر مزید خبر دیتے ہیں:–

''میں دیکھتا ہوں کہ جب سے خدا نے مجھے دنیا میں مامور کرکے بھیجا ہے اُس وقت سے دنیا میں ایک انقلاب عظیم آ رہا ہے۔ یورپ اور امریکہ میں جو لوگ حضرت عیسیٰؑ کی خدائی کے دلدادہ تھے اب اُن کے محقق خود بخود اس عقیدہ سے علیحدہ ہوتے جاتے ہیں۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ کچھ تھوڑے زمانہ کے بعد عنایت الٰہی ان میں سے بہتوں کو اپنے ایک خاص ہاتھ سے دھکا دے کر سچی اور کامل توحید کے دالان میں داخل کر دے گی۔ یہ اُمید میری محض خیالی نہیں ہے بلکہ خدا کی پاک وحی سے یہ بشارت مجھے ملی ہے''۔ (لیکچر لاہور، صفحہ 24)

: 5– آپ پھر فرماتے ہیں:–

''غرض مسیح ابن مریم کو صلیبی موت سے مارنا ایک ایسا اصل ہے کہ اسی پر مذہب کے تمام اصولوں کفارہ اور تثلیث وغیرہ کی بنیاد رکھی گئی تھی اور یہی وہ خیال ہے کہ جو نصاریٰ کے چالیس کروڑ انسانوں کے دلوں میں سرایت کر گیا ہے اور اس کے غلط ثابت ہونے سے عیسائی مذہب کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا اگر عیسائیوں میں کوئی فرقہ دینی تحقیق کا جوش رکھتا ہے تو ممکن ہے ان ثبوتوں پر اطلاع پانے سے وہ بہت جلد عیسائی مذہب کو الوداع کہیں اور اگر اس تلاش کی آگ یورپ کے تمام دلوں میں بھڑک اُٹھے جو گروہ چالیس کروڑ انسانوں کا انیس سو برس میں تیار ہوا ہے ممکن ہے کہ وہ انیس ماہ کے اندر دست غیب سے ایک پلٹا کھا کر مسلمان ہوجائے''۔ (راز

حقیقت، صفحہ 14)

(لجنہ اماء اللہ جرمنی کے ترجمان ''ماہنامہ خدیجہ'' اکتوبر 2000 میں سے محمد اسماعیل منیر نزیل جرمنی کا ایک مضمون)

جماعت احمدیہ کے حق میں
مشرق و مغرب میں تائید الٰہی کی ہوائیں

لاکھوں آدمی مدد کے لئے دوڑے چلے آرہے ہیں
1990ء میں حضور کو دی جانے والی ایک عظیم بشارت

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 12 جنوری 1990ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا:۔

''میں نے دیکھا کہ کثرت کے ساتھ صرف پاکستان میں ہی نہیں بلکہ دنیا میں دوسری جگہوں پر بھی لوگوں میں جماعت کی نصرت کی توجہ پیدا ہو رہی ہے اور جس طرح طوفان میں موج در موج لہریں اُٹھتی ہیں اسی طرح لکھوکھا آدمی جن کا جماعت سے تعلق نہیں وہ جماعت کی امداد کے لئے دوڑے چلے آرہے ہیں ۔ یہ نظارہ مسلسل اسی طرح رویا میں دکھائی دیتا رہا۔ اور بعض دفعہ ملکوں کی بھی نشاندہی ہوئی اور اس وقت مجھے تعجب بھی ہوا کہ بظاہر تو ان کے ساتھ ان باتوں کا کوئی تعلق نہیں۔ مثلاً امریکہ کے مغرب سے بھی جو سان فرانسسکو اور لاس اینجلس وغیرہ کا علاقہ ہے۔ مغربی ساحل۔ کیلیفورنیا اسٹیٹ ہے جو زیادہ تر مغرب میں شمالاً جنوباً چلتی ہے اُس طرف بھی لاکھوں آدمی جماعت کی مدد کے لئے دوڑے آرہے ہیں اور باہر کی دنیا سے بھی مشرق میں بھی یہی نظر آرہا ہے۔ اور پاکستان میں بھی یہ لہریں اُٹھ رہی ہیں۔ اس نظارہ کے بعد جو بالعموم ایک تموج کی شکل میں تھا یعنی انسان دکھائی نہیں دے رہے تھے لیکن یوں معلوم ہوتا تھا کہ موج در موج مخلوق خدا جماعت کی مدد کے لئے متوجہ ہو رہی۔ بلکہ ایک دفعہ تو یوں لگا کہ جیسے میں کہوں کہ بس کافی ہوگئی بس کروا تنی ضرورت نہیں لیکن لہریں

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
نے انوارِ قرآنی کو MTA کے ذریعہ زمین کے کناروں تک پہنچا دیا

پھر اُٹھتی ہوئی دوبارہ ساحل سے ٹکرا کر جس طرح چھلک کر باہر آ پڑتی ہیں اس طرح میں نے ان کو دیکھا تو بیک وقت یہ احساس ہونے کے باوجود کہ یہ انسانی مدد ہے، نظارہ وہ موجوں کا سارہا ۔جب رؤیا سے آنکھ کھلی تو اس وقت حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا یہ الہام تعبیر کے طور پر میری زبان پہ جاری تھا کہ...تیری نصرت خدا کے ایسے مردمیدان بندے کریں گے جن کو اللہ تعالیٰ خود وحی کے ذریعہ اس بات پر آمادہ فرمائے گا تو میں اُمید رکھتا ہوں کہ اس نئی صدی کے پہلے سال میں اس رویا کا دکھایا جانا محض کسی عارضی مفاد سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ یہ آئندہ زمانے میں جماعت کی نصرت کا خیال قوموں میں لہر در لہر، موج در موج اُٹھے گا اور مختلف ملکوں میں خدا تعالیٰ غیروں کے دل میں بھی جماعت کی تائید میں اُٹھ کھڑے ہونے کے لئے ایک حرکت پیدا کرے گا۔ ایک توجہ پیدا فرمائے گا۔ اور کثرت کے ساتھ...جماعت کو ایسے انصار ملیں گے جو جماعت سے نہ بھی تعلق رکھتے ہوں تو اللہ تعالیٰ کی وحی کے تابع یعنی وحی بعض دفعہ مخفی بھی ہوتی ہے ضروری نہیں کہ الہام کی شکل میں لفظوں میں وہ ظاہر ہو مگر خدا کی طرف سے چلنے والی تحریکات کی روشنی میں اُن کے دل مدد کے لئے متوجہ ہوں گے۔''

(الفضل 15 فروری 1990ء، 3 نومبر 2000ء)

الحمدللہ کہ 1993ء سے عالمی بیعتوں میں لاکھوں بلکہ کروڑوں لوگوں کی شمولیت نے اس رویا کی صداقت پر مہر لگادی ہے۔ اور اب یہ سلسلہ مزید پھیلے گا اور امریکہ جو مغرب میں ہے اُس کے مغربی ساحل کیلیفورنیا سے بھی یہ لہریں اُٹھیں گی۔ انشاءاللہ۔

اے میرے پیارے فدا ہو تجھ پہ ہر ذرہ میرا
پھیر دے میری طرف اے سارباں جگ کی مہار
ان دلوں کو خود بدل دے اے میرے قادر خدا
تُو تو رب العالمین ہے اور سب کا شہر یار

''تمہارے مقدر میں آگے بڑھنا ہے''

یہ وہ پیغام ہے جو ہمارے آقا حضرت امیر المومنین مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 17 مارچ 1989ء کے خطبہ جمعہ میں مسجد فضل لنڈن کے خطبہ جمعہ میں احمدیوں کے نام دیا تھا۔ حضور فرماتے ہیں:۔

''مجھے یہ دکھائی دے رہا ہے کہ اگلی صدی میں فضا تبدیل ہونے والی ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے حیرت انگیز تائیدی نشانات دکھلائے جائیں گے۔۔۔۔ بہت ہی عظیم کام ہم نے کرنے ہیں جن کے لئے اگلی صدی کا دور مقدر ہو چکا ہے اور بہت سی نئی ذمہ داریاں ہم پر ڈالی جانے والی ہیں۔۔۔۔ ہمارے بلند بانگ دعاوی دیوانوں کی بڑ نہیں ہیں بلکہ ایسے فرزانوں کی باتیں ہیں جن کے پیچھے خدا کا کلام ہے اور اُن کی پشت پناہی کر رہا ہے اور جن کے پیچھے انبیاء کی تمام تاریخ کھڑی ہے اور اُنہیں جرأت اور حوصلے دلا رہی ہے کہ آگے بڑھو دنیا کی کوئی طاقت تمہارا بال بیکا نہیں کرسکتی تمہارے مقدر میں آگے بڑھنا ہے، آگے بڑھنا ہے، آگے بڑھنا ہے۔ اس لئے خدا پر توکل کرتے ہوئے، دعائیں کرتے ہوئے بےخوف آگے سے آگے بڑھتے چلے جاؤ اور اپنے بزرگوں کی نیکیوں کو یاد رکھنا اور اُن کے احسانات کو یاد رکھ کے اُن کے لئے دعائیں کرنا یہ ایک ایسا خلق ہے کہ اس خلق کو ہمیں صرف اجتماعی طور پر ہی نہیں بلکہ ہر گھر میں رائج کرنا چاہیئے۔'' (الفضل انٹرنیشنل، 5 جنوری 2001ء)

جس کو پورا ہوتے ہوئے ہم نے احمدیت کی دوسری صدی کے پہلے گیارہ سالوں میں ہی دیکھ لیا ہے اور خوب دیکھا ہے مثلاً MTA دنیا میں انقلاب عظیم برپا کر رہی ہے۔ عالمی بیعت میں شامل ہونے والوں کی تعداد دو

لاکھ سے بڑھ کر چار کروڑ سے بھی زائد ہوگئی ہے۔ دنیا کے ہر ملک میں احمدیت کا پودا تقریباً لگ چکا ہے۔ پس آؤ احمدیو ہم اپنے پیارے آقا کی اس آواز پر تن من دھن سے لبیک کہیں کہ اسی میں ہماری ذاتی اور جماعتی ترقی کا راز ہے اور عزم بالجزم کر لیں ؎

پھیلائیں گے صداقت اسلام کچھ بھی ہو
جائیں گے ہم جہاں بھی کہ جانا پڑے ہمیں
محمود کر کے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار
روئے زمین کو خواہ ہلانا پڑے ہمیں

آپا نجمہ کی یادیں

ازمحترم ظہورالدین بابر،ایم۔اے

کیا کریں ذکر کہ تھی اس کی شرافت کیسی
وہ مرقع تھی متانت کا مروت کیسی
اپنے اخلاق سے گرویدہ کیا تھا سب کو
اس کی باتوں میں تسکین کا ماحول بنا رکھتی تھی
اس کی ہر حال میں خوش رہنے کی عادت کیسی
ہم نے اکثر اسے مصروف عمل دیکھا تھا
اس کی لجنہ کے فرائض میں تھی عجلت کیسی
ایک نسبت جو ہوئی خادم دیں سے اس کو
یوں ملی خدمت دیں کی بھی سعادت کیسی
اس کی آغوش محبت میں ہی خوش رہتے تھے
اس کی الیاس کے بچوں سے تھی چاہت کیسی
نہ کبھی حرف شکایت تھا زباں پر نہ گلہ
آپا نجمہ نے یہ پائی تھی طبیعت کیسی

محترمہ نجمہ منیر صاحبہ اہلیہ ثانیہ محترم محمد اسماعیل صاحب منیر ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد (تعلیم القرآن + وقف عارضی) 29دسمبر 1996 کو اچانک وفات پاگئی تھیں۔محترمہ اپنے حلقہ کی لجنہ کی سیکرٹری مال کا کام

کئی سال سے کررہی تھیں۔لجنہ کے کام میں باقاعدگی کا ذکر خیر صدر لجنہ محترمہ طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ نے بھی گھر پہنچ کر کیا۔محترم الیاس منیر سابق اسیر راہ مولیٰ کے بچوں کی تیرہ سال سے خدمت کی توفیق پارہی تھیں۔

مختصر کوائف مصنف

☆ نام مصنف محمد اسماعیل منیر

☆ تاریخ پیدائش 23مارچ 1928ء، گوجرانوالہ ، پاکستان

والدین

☆ میاں فضل کریم (1885ء تا1939ء)

یکے از صحابہ حضرت مسیح موعودؑ جن کو حضور نے اپنا کرتہ بطور تبرک 1905ء میں عطا فرمایا۔

☆ محترمہ چراغ بی بی (1900ء تا 1985ء) مدفون بہشتی مقبرہ ربوہ

پیدائشی احمدی بنت میاں فضل الدینؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ مدفون بہشتی مقبرہ قادیان

تعلیم

☆ میٹرک 1944ء اسلامیہ ہائی سکول گوجرانوالہ 713/850 سکول میں اوّل رہا۔

☆ Honours in Arabic از پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

☆ مبلغین کلاس 1950ء از جامعہ احمدیہ قادیان/ربوہ کلاس میں اوّل رہا۔ (احمدیہ تعلیمی بورڈ)

☆ 1959ء میں BA کا پرائیویٹ امتحان پنجاب یونیورسٹی لاہور سے پاس کیا۔

سلسلہ احمدیہ کی تبلیغی خدمات (بیرونی ممالک میں)

☆ سری لنکا 1951 تا 1958ء مشنری انچارج

☆ مشرقی افریقہ 1959 تا 1960 (کینیا، یوگنڈا، ٹانگانیکا، مشنری انچارج ٹبورا)

☆ ماریشس 1960 تا + 1962 1966 تا 1970 مشنری انچارج

☆ مغربی افریقہ 1974 تا 1976 نائجیریا، غانا، لائبیریا اور گیمبیا میں نصرت جہاں ہسپتال اور سکولوں کا معائنہ کرتے ہوئے سیرالیون میں امیر و مشنری انچارج

ربوہ (مرکز سلسلہ) میں اہم خدمات

☆ جامعہ احمدیہ میں پروفیسر 1962 تا + 1966 1976 تا 1978

☆ سیکرٹری مجلس نصرت جہاں 1970 تا + 19761974 تا 1982

☆ سیکرٹری حدیقۃ المبشرین 1989 تا 1994

☆ ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد 1994 تا 1999

(تعلیم القرآن ووقف عارضی)

مرکز سلسلہ میں آنریری خدمات

☆ رکن مجلس کارپرداز بہشتی مقبرہ 1971 تا 1974

☆ رکن مجلس افتاء

☆ مرکزی قاضی

☆ مہتمم اطفال الاحمدیہ مرکزیہ 1962 تا 1966

☆ نائب قائد اصلاح وارشاد انصاراللہ 1971 تا 1974

☆ قائد اصلاح وارشاد انصاراللہ مرکزیہ 1982 تا 1994

اہم مواقع پر حاضری

☆ ربوہ میں 9 نومبر 1965ء خلافت ثالثہ کا انتخاب

☆ ربوہ میں جون 1982ء کو خلافت رابعہ کا انتخاب

☆ بیت ناصر گوٹن برگ سویڈن کا افتتاح 1976ء

☆ بیت البشارت پیدروآباد سپین کا افتتاح 1982ء

☆ جلسہ سالانہ برطانیہ 1976ء

☆ صد سالہ جوبلی جشن تشکر جلسہ سالانہ برطانیہ 1989ء میں شمولیت

☆ جلسہ سالانہ برطانیہ اور شوریٰ 1997ء میں نمائندہ بطور صدر انجمن احمدیہ پاکستان

☆ جلسہ سالانہ فرینکفرٹ (جرمنی) 1997ء میں نمائندہ بطور صدر انجمن احمدیہ پاکستان

☆ جلسہ سالانہ قادیان 1991 میں شمولیت بحیثیت سیکرٹری حدیقۃ المبشرین

☆ جلسہ سالانہ USA 1999ء اور 2000ء نیز انصار اور خدام کے سالانہ اجتماعات میں شمولیت نیز مغربی علاقہ کے جلسہ سالانہ لاس اینجلس 1999ء میں شمولیت

☆ جلسہ سالانہ کینیڈا 1999ء اور 2000ء میں شمولیت

☆ جلسہ سالانہ UK میں 2000ء میں شمولیت

☆ جماعت کی مرکزی شوریٰ ربوہ میں 1958ء میں شمولیت رکن مجلس تحریک جدید اور بعد میں کئی مرتبہ بحیثیت سیکرٹری نصرت جہاں، سیکرٹری حدیقۃ المبشرین وناظر تعلیم القرآن۔

کتب

☆ An outline of Islam: — قرآنی اسباق ماہوار پر مشتمل یہ کتاب سینئر کیمبرج کے O لیول کے لئے باقاعدہ اسلامی نصاب پر مشتمل تھی۔

☆ سنہلیز زبان میں حضرت المصلح الموعودؓ کی رویا کے مطابق آٹھ کتب کا ترجمہ کروا کر سری لنکا سے شائع کیں اور مسلمان بچوں کے لئے Islamic Primar تالیف کر کے اس زبان میں شائع کیا
-
☆ تامل زبان میں بھی کئی اہم کتب کا ترجمہ کروا کر سری لنکا سے شائع کیا۔
مثلاً New World order
☆ True Islam سری لنکا کے ایک متعصب مخالف احمدیت کے ایک کتابچہ کا جواب شائع کیا۔
☆ ماریشس میں 32 کتب فرنچ زبان میں شائع کیں۔ Notre Avenue (ہمارا مستقبل) 12 مارچ 1968 یوم آزادی کے دن 5000 شائع کی۔ اکثر سلسلہ کی کتب کے فرنچ تراجم تھیں۔ مثلاً اسلام کا اقتصادی نظام، کامیابی کی راہیں (چار حصص)، ہماری مائیں، حدیث کی کتاب۔
☆ ''کامیابی کی راہیں''
چار حصص برائے اطفال الاحمدیہ ستارہ اطفال، ہلال اطفال قمر اطفال، بدر اطفال کے امتحانات کے علمی اور عملی نصاب کے طور پر ابتک اسکے کئی ایڈیشن مجلس اطفال الاحمدیہ شائع کر چکی ہے۔
☆ احمدی داعیان الی اللہ کے لئے راہ عمل:۔
تبلیغ کے طریق پر حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے خلفاء کے ارشادات پر مشتمل رسالہ جو چار مرتبہ ایک سال میں شائع ہوا۔
☆ ''روس میں انقلابات'':۔
حضرت مسیح موعودؑ کی روس کے بارہ میں تین اہم پیشگوئیاں کس طرح پوری ہو رہی ہیں۔ ایک سال میں دو ایڈیشن شائع ہوئے۔ ملاؤں کی درخواست پر پنجاب حکومت نے اسے Ban کر دیا ہے۔

☆ –Lessons on Islam:

''کامیابی کی راہیں'' کا انگریزی ترجمہ کئی بار شائع ہو چکا ہے مجلس اطفال الاحمدیہ کے علاوہ 1987ء میں امریکن مسجد فضل نے اس کا بہتر ایڈیشن شائع کیا۔

☆ –:Lesson Islamique

''کامیابی کی راہیں'' کا فرنچ ترجمہ ماریشس مشن نے شائع کیا۔

☆ احمدیت کی برکات (کتاب ھذا)

☆ کلمہ طیبہ کی حفاظت میں اسیر راہ مولیٰ کی سچی کہانی:–زیر طباعت

☆ قرآنی عربی اسباق:–

قرآن مجید کا ترجمہ سکھانے کیلئے آسان اسباق جو بہت کامیاب ہوئے اور کئی بار شائع ہوئے۔

☆ تعلیم العربیہ (عربی بول چال) :–

سیرالیون میں یہ کتاب مکرمی اقبال صاحب کے تعاون سے تیار کی اور طلبہ میں مقبول ہوئی۔

☆ ہزاروں رنگین سلائیڈز:– اسلام اور احمدیت کی اشاعت کیلئے تیار کیں اور دنیا بھر میں پھیلا دیں

–

☆ تبلیغی نمائش:– قرآنی پیشگوئیوں پر مشتمل تیار کی ہے جس کی البم بھی زیر تیاری ہے۔

☆ تسہیل القرآن:– قرآن مجید سیکھنے کے لئے انگریزی میں قاعدہ (سیرالیون مشن نے شائع کیا)

AHMADIYYAT KI BARKAAT
(Blessings of Ahmadiyyat)

This book is the work of Moulana Mohammad Ismail Saheb Munir Missionary of Ahmadiyya Movement. The result of his various efforts in the field of propagation and the blessings showered on him is depicted in this book. He had the occasion to render services in various countries. He has described how the divine assistance ascended to make provision for the release of his son Moulana Ilyas Munir from long imprisonment and death sentence.